بسم اللہ الرحمٰن الرحیم





گرچہ از نیکان نیم خود را بہ نیکان بستہ ام
در بہار آفرینش رشتہ گلدستہ ام

شتہ سے میرے دل میں خیال تھا کہ رسالہ تہذیب الاخلاق بند ہوا اور اب تک کوئی نیا تحفہ اپنے معزز
ہم اپنے مقرر ادونکی خدمت میں پیشکش نہیں کیا گیا اسی خیال میں تھا کہ میرے پاس چاروں طرف
سے خطوط آنے لگے کوئی صاحب آنریبل سر سید مدظلہ کے کل لکچر طلب کرتے اور کوئی
صاحب فخر قوم مولانا مولوی حافظ نذیر احمد صاحب کے کل قومی لکچروں کا مجموعہ۔ اس لئے میں نے
مجموعوں کو طیار کیا۔ اگرچہ مولانا صاحب کے لکچر وہ نہیں وہ لکچر جو حکیم عبد المجید خان صاحب کے
مدرسہ طبیہ دہلی میں دیئے گئے ہیں نفس مضمون کے خیال سے علیحدہ ہیں مگر اپنے
ناظرین کی طبیعت کے خیال سے صرف وہی لکچر اس مجموعہ میں لئے ہیں جو قومی لکچر ہیں
یہ مجموعہ حافظ صاحب کے لکچروں کا میرے معزز ناظرین کو ایک نئی بات ہی ہدیہ پیش
کیا۔ جو میرے معزز کرم فرما جناب میر کرامت اللہ صاحب فرزند رشید میر اسد اللہ صاحب
ہی بیشتر رئیس امرتسر نے قلمبند کر کے اس مجموعہ کے واسطے عنایت فرمائے یہ مولانا صاحب کی
عمری ہی ہے اس سے میں امید کرتا ہوں میرے کرم فرما سلف طلب کا سبق سیکھنے لگیں گے میں مشکور
کرتا ہوں کہ عنقریب ایک ایسا مجموعہ تحفہ میں پیش کرونگا جس سے وہ ان شخصوں کی سوانحات
سے بخوبی واقف ہو جاوینگے جنہوں نے قومی خدمتوں کے صلہ میں بقاے دوام کو زمین میں تمغہ حاصل کئے۔

کا خادم۔ فضل الدین تاجر کتب قومی۔ لاہور

مختصر سوانحعمری جناب مولانا حافظ محمد نذیر احمد صاحب

محررہ جناب میر کرامت اللہ صاحب

موجودہ زمانہ میں تاریخ کے سائنس نے وہ ترقی کی ہے کہ فلسفہ اور ریاضی سے کم نہیں خیال کیجاتی۔ نکالنے والوں نے ہزاروں طرح شاخشانے نکالے۔ علی الخصوص سوانح عمری کا لکھنا تو ایک ایسا جوہر قرار دیا گیا ہے کہ کیا کہا جائے۔ کیونکہ یہ مانا گیا ہے کہ سوانح عمری کی بدولت ایک آدمی کے مردہ حوصلے زندہ ہوتے ہیں کم بضاعت انہیں پڑھکر اسقدر بلند پروازیاں حاصل کرتے ہیں کہ بقاے دوام کا تاج انکے سر سے تصدق ہوتا ہے اور شہرت عام کا تخت انکے قدم چومتا ہے۔ پولیٹیکل معاملات میں اگر چلتے ہیں تو نیپولین کی طرح دنیا کا مرکز ثقل ہلا دینے میں کچھ فروگذاشت نہیں کرتے۔ اور جو سوشیل میں قدم دہرتے ہیں تو لوتھر کی طرح پوپ کی سلطنت کلیسا کو کالعدم کر دیتے ہیں۔

مولانا مولوی حافظ نذیر احمد صاحب کی سوانح عمری (جو منشی فضل الدین صاحب نے حتی الوسع اختصار کے ساتھ لکھنے کی فرمایش کی ہے) فی الحقیقہ آجکل کے نوجوانوں کے لئے سلف هلپ کی عمدہ نظیر ہے وہ دیکھینگے کہ مولانا کیا تھے۔ کیا ہوئے۔ اور کسطرح انکو بھی مولانا کی طرح قومی دنیا میں آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکنا چاہیے یہی مولانا جو آجکل کوہ ہمالہ سے لیکے راس کماری تک اپنی تصانیف کے باعث کوس لمن الملک کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ اگر ادب کے اعتبار سے مجدد فنون حکمیہ کے کہلائیں تو عجب نہوگا۔ کیونکہ ہمارے لیے سلف هلپ کی زندہ مثال موجود ہیں۔

ولادت و حالات خاندان

ٹھیک ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہ یہ آفتاب کب چمکا۔ البتہ اتنا تو پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ کہ بجنور کے علاقہ میں ایک گانو ریہڑ قصبہ کے نام سے مشہور ہے یہاں اُنکے ننہال تھے۔ اور غالباً یہاں ہی ستمبر ۱۸۳۶ء کو آپ کی ولادت ہوئی۔ آپکے نجیب الطرفین ہونے کا ایک بڑا بھاری ثبوت یہ ہے کہ ننہال کی طرف سے کیا اور ددھیال کی طرف سے کیا مفتی زادے، قاضی زادے، پیرزادے ہیں۔

اہل عرب شریف النسب ہونے کے واسطے شجرۂ نسب مانگا کرتے ہیں۔ اور یہ کوئی اُنہیں کا خاصہ نہیں بلکہ ہندوستان میں بھی یہ رواج چلا آتا ہے۔ اسلیے آپ کی نسبت یہ مشہور ہے کہ مولوی نذیر احمد ابن مولوی سعادت علی ابن پیرجی نجابت علی ابن پیرجی فیض اللہ ابن مفتی نصر اللہ ابن شیخ ابوالفضل (ملقب بہ پیر فضل) ابن شاہ حاتم ابن شاہ مبارک ابن شاہ ابواسحٰق ابن شاہ عبد الغفور اعظم پوری[1] رحمۃ اللہ علیہ

خاص بجنور میں نقل وطن کی وجہ بظاہر سوا اسکے کوئی اور نہ تھی کہ وہاں کے قاضی عبد الغنی نے اپنی بیٹی شاہ حاتم سے منسوب کی۔ چونکہ اُن کے سوا قاضی جی کی کوئی اور اولاد نہ تھی جو کل جائداد کا اُنکے بعد انتظام کرتی۔ اس لیے اُنہوں نے اپنے نواسے شیخ ابوالفضل کو اپنا جانشین قرار دیا۔ شیخ صاحب کے پانچ بیٹے ہوئے۔ اور پانچوں بادشاہ مفتی۔ مگر خود شیخ صاحب پیری مریدی کا سلسلہ جاری رکھنے کے باعث پیر فضل کہلائے اور اُنکی نسل پیرزادے۔

قاضی غلام شاہ (مولوی نذیر احمد کے نانا) مرفہ الحال تھے اسلیے اُنہوں نے مولوی سعادت علی کو خانہ داماد بنا کر رکھا۔ جب قاضی صاحب نے قضا کی تو جائداد کی نسبت جھگڑے شروع ہوئے۔ مولوی صاحب کی والدہ اپنے سسرال میں

[1] اعظم پور تحصیل چاند پور ضلع بجنور میں ایک موضع ہے اور اسمیں شیخ مصطفی کے مدرسہ کے آثار اسوقت تک موجود ہیں یہاں ہی شاہ عبد الغفور اکثر رہا کرتے تھے۔ شاہ عبد الحق نے اپنے تذکرۃ الاولیا میں انہیں کی نسبت لکھا ہے کہ شاہ عبد الغفور اعظم پوری از خلفائے شاہ عبد القدوس گنگوہی بسیار صاحب کرامات و مقامات بودہ اند روزے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم را در خواب دیدند و آنجناب ایشان را درود وے تسلیم فرمودہ۔

بجنور جا کر رہنے لگیں۔ مولوی نذیر احمد کے ددھیال میں بادشاہ کی طرف سے معافیاں تھیں۔ جو غدر ۱۸۵۷ء کی رو سے ضبط ہو گئیں۔ مولوی نصر اللہ خاں جو ڈپٹی کلکٹر تھے انکو مولوی نذیر احمد کے دادا پیرجی نجابت علی سے الفت تھی۔ اسلئے انہیں بہت سمجھاتے رہے کہ اگر دو آنے بگہ جمع دینے قبول کرو تو کل معافی کا بندوبست کرا دوں۔ وہ تھے اگلے زمانہ کے انکو سرکاری ضوابط کی تفصیل سے بالکل بے خبری تھی۔ دیکھئے کیا سادگی سے فرمانے لگے "بھئی خانصاحب ہماری معافی بادشاہ کی دی ہوئی ہے" یہہ گویا دہلی کے تخت سے نحوست کے باعث خاندان کے افلاس کی ابتدا ہوئی۔

تعلیم

مولوی سعادت علی جو کے منجھلے بیٹے مولوی نذیر احمد ہیں ایک متوسط درجے کے مولوی تھے۔ باپ کی شفقت نے یہہ گوارا نہ کیا کہ اس ہونہار لڑکے کو ابتدائی تعلیم کے حاصل کرنے کے واسطے کسی اور کے حوالہ کیا جائے اس لئے فارسی کی متداول کتابیں اور تھوڑی سی صرف عربی خود پڑھائی۔ مولوی نصر اللہ کئی برس بجنور میں ڈپٹی کلکٹر رہے۔ انکو پڑھانے اور مرید کرنے کا بہت شوق تھا انکو بچپن کے زمانہ میں ایک معمولی ذہانت کا خیال کر کے اپنی شاگردی میں لیا جب انکی مظفر نگر بدلی ہوئی۔ تو نذیر احمد جو کہ اُس زمانہ میں ایک بے نظیر مولوی ہونا تھا علم کے اشتیاق انکے ساتھ ہی روانہ ہوا۔ جب منطق میں قطبی اور تہذیب دیکھ چکے تو والد نے دہلی بلا لیا۔ اگر نہ بلاتے تو اچھا ہوتا کیونکہ یہاں آ کے انکی عمر کا بہاری حصہ مفت ضائع ہوا جسکی خاص وجہ یہہ تھی کہ جس مولوی کے سپرد ہوئے تھے انہوں نے انکو اپنے خانگی کاموں میں لگا رکھا۔ گو اس سے دُنیاوی یونیورسٹی کا کچھ کورس بھی طے ہو گیا۔ مگر بے سود۔ ناچار دہلی کالج میں داخل ہوئے یہاں فوراً وظیفہ ہو گیا۔ والد کی زندگی میں کبھی شوق سے نہ پڑھا کیونکہ ایک تو وہ

کھیلنے کودنے کے دن تھے دوسرے خداداد ذہانت کیسکو دبا کو ڈٹ لینے کا موقعہ نہ دیتی تھی۔ جب یہ عمر طبعی کا چودہواں مرحلہ طے کر رہے تھے باپ کا سایہ سر پر سے اُٹھ گیا ناچار گھر کی تباہی کا نوٹس لیا۔ تحصیل کیطرف توجہ کی۔ یہانتک کہ کالج کی پڑھائی پر قناعت نہ کر کے جسقدر ہو سکا علما شہر سے حاصل کیا۔ انکی تعلیم کا بڑا بھاری حصّہ وہی ہے جو ایام کالج میں ہوا۔ بالطبع علم ادب سے اُنس تھا۔ اگر سکالرشپ سنبھالنے کے لئے ریاضی لازمی نہوتی تو وہ کبھی بھی نہ پڑھتے چنانچہ اسکی طرف انہوں نے خود اپنے ایک لکچر میں اشارہ کیا ہے

ایام ملازمت

معاش کی تنگی نے جلد نوکری کرنے پہ مجبور کیا۔ اسلیئے وہ ان چند شخصوں میں سے تھے جو دہلی کالج سے مسٹر چوڈٹیل نے ضلع گجرات پنجاب میں تعلیم کا سلسلہ قائم کرنے کے لئے بُلائے تھے۔ بعد مسافت کے باعث پنجاب کی ریذیش آپکو دل سے مرغوب نہ تھی کانپور کی ڈپٹی انسپکٹری پر چلے گئے۔ اتنے میں وہ بلائے عالمگیر شروع ہوئی جسنے تخت کو الٹ دیا۔ انکے خاندان کے ممبروں نے مس لین کو پناہ دی۔ اور خوب انعام حاصل کرکے جب غدر ہو چکا تو الہ آباد میں انسپکٹر مدارس ہوئے۔ یہاں انگریزی کا شوق ہوا۔ نوکری مقامی نہ تھی دورے میں ادہر اُدہر مارے مارے پھرنا ہزار وقت کا باعث ہوتا ہے۔ اُنہوں نے تکالیف کو نظر انداز کرکے ڈکشنری کی مدد سے خوب ترقی کی۔ ابھی انگریزی کچی پکی ہی تھی کہ تعزیرات ہند کے ترجمہ میں شریک کر دیئے گئے جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی اپنے رنگ سب سے الگ تھے موعظ حسنہ میں اپنے بیٹے کو لکھتے ہیں +

> جن دنوں میں ترجمہ تعزیرات ہند میں شریک کیا گیا میری انگریزی کی استعداد اسقدر ناقص تھی کہ میں کوئی سطر بدون ڈکشنری نہیں سمجھ سکتا تھا اور ڈکشنری بھی سکول ڈکشنری۔ مگر چونکہ عربی کی تحصیل میں مطالعہ کی عادت تھی نظر مطلب کی تہ کو پہنچکر معانی کے مالہ و ماعلیہ پر احاطہ کر لیتی تھی ریڈ صاحب ڈائرکٹر سابق انسپکٹرکش اور نواب لفٹنٹ گورنر

ممالک مغربی و شمالی جو ترجمہ سنتے اور منظور کرتے تھے اُسکو انگریزی دانی پر محمول کرتے تھے۔ مگر اصل میں زور مطالعہ تھا اور بس ؟

تعزیرات ہند کے ترجمہ نے مولوی صاحب کا حوصلہ بڑھا دیا۔ تصانیف۔ ناموری۔ ترقی مدارج کا سلسلہ شروع ہوا۔ گورنمنٹ سے ترجمہ کے صلہ میں ایک بڑی قیمتی گھڑی دی۔ اور ڈپٹی کلکٹروں کی فہرست میں نام درج کیا۔ تھوڑے سے روز میں تحصیلدار ہو گئے۔ ابھی دو مہینے بھی کام کرتے نہ گذرے تھے کہ امتحان سر پر آگیا۔ پھر بھی الٰہ آباد ڈویژن کے کل تحصیلداروں کی فہرست میں سب سے پہلا نام آپ کا تھا۔ تحصیلداری کے زمانہ میں ضابطہ فوجداری کا ترجمہ کر کے ڈپٹی کلکٹری حاصل کی۔ رونیو بورڈ کے حکم سے قانون انکم ٹکس اور قانون اسٹامپ کا ترجمہ کیا۔ کتابوں کے ترجموں اور اخباروں کے مطالعہ نے مولوی نذیر احمد کی انگریزی استعداد کو چار چاند لگا دیے۔

اس اثناء میں اِن کے بچے اِس قابل ہو گئے کہ انکو پڑھایا جاوے۔ چونکہ مولوی صاحب کو ذاتی تجربہ سے پُرانی تعلیم پرانی کتابوں کے نقص اور زمانہ کی ضروریات سے خوب واقفیت تھی۔ اسلیے اپنی ہی تصنیف کردہ کتابوں سے اپنے بچوں کی تعلیم شروع کی جن کی سرکار نے بھی خوب قدر کی۔

مولوی نذیر احمد کی کامیابی نوکری میں ویسی ہی غیر معمولی ہے جیسی تصنیفات میں۔ اگر ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سے ملازمت کا آغاز سمجھا جائے تو اُن کی پہلی خدمت سررشتہ تعلیم کی اسپکٹری تھی ۱۸۶۱ء میں تحصیلدار تھے اور ۱۸۶۳ء میں ڈپٹی کلکٹر۔ اُس زمانہ میں فوراً ترقی نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ مولوی صاحب کو چار صدی کلکٹر ہونے کے واسطے پورے چھ سال انتظار کرنا پڑا۔

تصانیف

جب تک سرکار انگلشیہ سے ملازمت کرتے رہے تصانیف بھی جاری رہی گو بہت سا وقت بندوبست میں صرف ہوتا تھا مگر وہ جس طرح ہو سکتا تھا اپنی تصنیف کے لیے بھی فرصت

نکال لیا کرتے تھے۔ مگر زمانۂ ملازمت حیدرآباد میں وضع قواعد دورہ اور نگرانی نے مطلق فرصت نہ دی جس سے کچھ عرصہ تک تصنیف بند رہی۔ مگر اللہ رے علو ہمتی وہاں بھی بیکار رہنے نہ دیا۔ ایک ایسی دولت ملا دی جس سے مولوی صاحب کی دین و دنیا میں بہتری کر دی۔ یک بیک یہ خیال ہوا اور لگے ہاتھ قرآن شریف پانچ مہینے میں حفظ کر لیا۔ جو ان کی دماغی قوت کا بڑا ثبوت ہے۔

مولوی حافظ نذیر احمد صاحب کی تصنیفات میں تعزیرات ہند کے بڑے حصہ کا ترجمہ ضابطہ فوجداری کا ترجمہ قانون اسٹام کا ترجمہ۔ فیصلے۔ روبکاریں کیفیتیں۔ روزنامچے۔ قوانین انگریزی کے متعلق ہیں۔ مگر مندرجہ ذیل کتابیں علی الخصوص عوام الناس کے واسطے ہیں۔

(۱) مرأت العروس۔ عورتوں کو خانہ داری کی تعلیم۔ گورنمنٹ سے ایک ہزار روپیہ انعام ہوا۔ کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔

(۲) بنات النعش۔ معلومات عامہ جس کا جاننا مستورات کے لیے نہایت ضروری ہے۔ کئی بار چھپی اور گورنمنٹ سے پانسو روپیہ انعام ہوا۔

(۳) توبۃ النصوح۔ خدا پرستی کے ساتھ خاندان کی اصلاح۔ یہ بھی کئی دفعہ پریس سے نکلی۔ سرکار نے ہزار روپیہ انعام دیا۔

(۴) مبادی الحکمۃ۔ علم منطق۔ گورنمنٹ نے مقابلہ کا امتحان مقرر کیا تھا پانسو روپیہ انعام ہوا۔

(۵) سموات۔ علم ہیئت میں۔ مسٹروِن رزیڈنٹ کشمیر نے کولمن ہوفر کے ترجمہ کے واسطے ایک ہزار روپیہ انعام رکھا تھا۔ بہتوں نے ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر اس ترجمہ پہ پورا انعام دیا گیا۔ افسوس اب تک اسکے چھپنے کی نوبت نہ ہوئی۔

(۶) مایحبنک فی الصرف۔ صرف عربی میں ایک مختصر سی کتاب ہے ایک ہی دفعہ چھپی

(۷) چند پند۔ مبتدیان اردو خواں کے لیے نصیحت آمیز ریڈر۔

(۸) منتخب الحکایات کچھ ایسی کہانیاں ہیں ہر ایک کہانی کوئی نہ کوئی نصیحت کا باعث ہے

(۹) صرف صغیر۔ زبان فارسی کی صرف میں۔

(۱۰) محصنات۔ ناول کثرت ازدواج کے بر سے نتیجے۔ ملازمت سے سبکدوش

(۱۱) ابن الوقت۔ انگریزی وضع اختیار کرنیکی قباحتیں ۔ ہونیکے بعد پنشن حاصل کرنیکے بعد

(۱۲) ایّامیٰ بحیثیت مسلمانوں کی تباہی کا مرثیہ۔

(۱۳) رسم الخط۔ قواعد املا میں۔

دو تین برس سے مولانا کی قوت تصنیف ایک نئے پیرایہ میں ظاہر ہونی شروع ہوئی یعنی لکچر دینے لگے جس سے ثابت ہو گیا کہ وہ کوئی اپنی بات کے عمدہ ادیب ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے آرٹیسٹ لکچرار۔ سپیکر خطیب اور فصیح گو ہیں وہ بات جو کسی لکچرار کو بمشکل نصیب ہوتی ہے آپ نے فوراً ظاہر کر کے دکھلا دیا کہ میں اسپیچ میں بھی جادو ہوں جس نے اسپیچ کا مضمون کا شروع کیا ہے تو رولا کر چھوڑا ہے اور جو ہنسانا چاہا ہے تو لوٹن کبوتر یا دیوار قہقہہ سامعین کو بنا دیا ایسی سپیکر کی نسبت فیلیوس پدر سکندر کا قول ہے اگر وہ ہوتا تو اپنی فصیح اللسانی سے میرے برخلاف مجھ ہی پر اپنی تلوار اٹھانے پر آمادہ کر سکتا ہے۔ اب تک آپ نے سات لکچر دئے ہیں۔

(۱) دہلی میں انجمن کانگریس کی حمایت پر۔

(۲) و (۳) مولوی عبد المجید صاحب کے مدرسہ طبیہ دہلی کے متعلق۔

(۴) محمڈن ایجوکیشنل کانگریس لاہور۔

(۵) انجمن حمایت اسلام لاہور۔

(۶) ایجوکیشنل کانگریس علیگڈھ۔ (۷) انجمن حمایت اسلام لاہور۔

طرز تحریر اے

اس بات کو سارا ہندوستان تسلیم کرتا ہے کہ مولوی حافظ نذیر احمد کے پایہ کا صاف سلیس، بے تکلف اور بامحاورہ لکھنے میں کوئی نہیں۔ یہ نیا ڈھنگ خداداد کہنا چاہئے جسکو انہوں نے کسی استاد سے اخذ نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ ہے ایجاد بندہ ہے۔ انکی طرز تحریر چاہے ہزار میں رکھ دو پھر بھی پہچانی جائیگی +

لکچر نمبر ۱

انڈین نیشنل کانگرس

پر

جو

۵ ؍ اکتوبر ۱۸۸۸ء کو بمقام ٹون ہال دہلی میں دیا گیا

مجکو مجامع عام میں شریک ہونے کی عادت نہیں اور شوق و رغبت بھی نہیں اسلئے کہ میں اپنی زندگی کے اخیر دن ایسے سکون میں بسر کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے اختیار سے ایک گوشۂ عافیت میں پڑا رہوں سکر

کس نگوید از یںجا بخیز و آنجا رد

لیکن چند احباب نے اصرار کیا کہ نیشنل کانگرس کی نسبت میں اپنے خیالات علیٰ رؤس الاشہاد ظاہر کروں - اونہوں نے یہ توقع بھی ظاہر کی کہ تمہارے خیالات معلوم ہونے سے مسلمانوں کو فائدہ ہوگا - مسلمانوں کے فائدے کا نام سُنکر میںنے نقض عادت کیا اور بے تامل آپ لوگوں میں آکھڑا ہوا - میرے کان تو تین تین ساڑھے تین تین برس ہوگئے کانگرس کے نام سے آشنا ہیں مگر کیا تمام حاضرین کا یہی حال ہے ؟ مجکو توقع نہیں -

مسٹر بھیم جی یا بھیم جی صاحب (کیونکہ مجکو اون کے نام کی بھی اچھی طرح صحت نہیں) غرض جو کچھ ہوں اونکے لکچر سے شاید دو یا تین دن پہلے کا مذکور ہے کہ میں اور مولوی محمد کریم بخش صاحب اور ایک صاحب اور قبل المغرب جامع مسجد کے حوض پر منتظر نماز بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص مسٹر بھیم جی کا اشتہار دکھا کر پوچھنے لگے کیوں صاحب یہ کیا چیز ہے؟ چونکہ اونہوں نے لفظ نیشنل کانگریس پر انگلی رکھکر پوچھا معلوم ہوا کہ پڑھے لکھے ہیں۔ مگر نہ لفظ نیشنل کانگریس اونکی زبان سے ادا ہوتا ہے نہ اوسکے معنے سمجھے ہیں۔ ضیق وقت کی وجہ سے اونکے ساتھ زیادہ باتیں کرنیکی مہلت تو نہیں ملی تاہم اونکے طرز استفسار سے ایسا مستنبط ہوتا تھا کہ نیشنل کانگریس کو اندر سبھا کی قسم کا کوئی تماشا سمجھے ہیں (چیرز) ابھی تھوڑی دیر میں میں آپ صاحبوں پر ثابت کر دونگا کہ اندر سبھا کی قسم کا تو نہیں۔ لیکن نیشنل کانگریس تماشہ تو ضرور ہے (چیرز) مجھکو نیشنل کانگریس کے کسی جلسہ میں شریک ہونیکا اتفاق نہیں ہوا مگر جہانتک اخباروں میں پڑھا اور جہاں تک لوگوں سے سنا اوس سے نیشنل کانگریس کی اصل حقیقت مینے اپنے ذہن میں یوں ٹھہرا رکھی ہے۔ کہ انگریزی تعلیم مدتوں سے چپکے چپکے دلوں میں شورش پیدا کر رہی تھی لوگ نوکری کے واسطے تیاری کرتے اور نوکری ہی کی امید میں سخت سخت زحمتیں اوٹھاتے تھے۔ سرکار نے تعلیم پر ملکی ضرورتوں سے بہت زیادہ زور دیا جسکا ضروری نتیجہ یہ تھا کہ خواستگاران نوکری کا ایک بہت بڑا کثیر الانفار گروہ پیدا ہو گیا۔ بیشک عقلاً محال تھا کہ سرکار جسکی جزرسی اور کفایت شعاری بھی مشہور ہے۔ اس جم غفیر کو نوکریاں دے سکے۔ یوں سلسلہ بسلسلہ بڑھنے سے توقعات۔ توقعات سے حرمان۔ اور حرمان سے نارضامندی پیدا ہوئی۔ جسکا مرادف ہے نیشنل کانگریس۔ پس نیشنل کانگریس اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ چند ناکام انگریزی خوان اس پیرایہ میں اپنے دلوں کے جلے پھپھولے پھوڑ رہے ہیں (چیرز) انکے دلوں میں گورنمنٹ کی طرف سے ناحق کے بخارات بھرے ہوئے ہیں اور انکے بخارات نے انکی چشم انصاف کو اسقدر تیرہ و تار کر دیا ہے۔ کہ گورنمنٹ میں سوائے عیب کے اون کو کچھ نہیں سوجھتا۔ ایک شاعر عربی

کیا خوب کہا ہے۔ شعر

وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ
ولکن عین السخط تبدی المساویا

یعنے خوشنودی کی آنکھ عیب کے دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے وہ تو غصہ ہی کی آنکھ ہے جسکو برائی ہی برائی سوجھتی ہے۔ یعنے ابتک لفظ نیشنل کانگرس کا استعمال کیا۔ اور آیندہ بھی کرونگا صرف اسوجہ سے کہ جو لوگ نیشنل کانگرس کے بانی اور موجد اور محرک ہیں اونہوں نے اپنے گروہ کا یہی نام رکھا ہے "انڈین نیشنل کانگرس"۔ اپنے منہ میاں مٹھو۔ لیکن ایک طفل مکتب جسکو ہندوستان کے جغرافیہ اور تاریخ سے کچھ بھی مناسبت ہے۔ ہندوستان کے نام کے ساتھ لفظ نیشنل سنکر کان کھڑے کریگا۔ کہ کجا ہندوستان اور کجا نیشنلٹی ع

من چہ می سرایم و طنبورہ من چہ می سراید

تمام روے زمین پر کوئی ایسا ملک نہیں کہ جس میں اس کثرت سے مختلف العقائد مختلف الرسم۔ مختلف العادات۔ اور مختلف الاعراض قومیں رہتی ہوں جیسے ہندوستان میں۔ پس ایسے اجزاے متضادہ کو یکجا کرکے ایک معجون مرکب قوم واحد قرار دینا صریح مغالطہ وہی ہے۔ مگر کسکو؟ اون بیچ انگریزوں کو جو انڈیا کا اتنا ہی حال جانتے ہیں کہ ایک بڑی زرخیز کالونی ہے اور بس۔ بھلا شکلی تفریقوں کا لحاظ نہ بھی کرو اور ہندو ہندو ایک اور مسلمان مسلمان ایک قوم سمجھو۔ تو خیر یہانتک بھی مضایقہ نہیں۔ مگر ہندو اور مسلمان کیونکر ایک قوم میں شامل ہوکر انڈین نیشن کہلا سکتے ہیں (چیرز) گنگا اور سندھ کا سنگم ہوسکتا ہے۔ اور نہیں ہوسکتا تو ہندو اور مسلمان کا۔ جب تک ہندو ہندو ہے اور مسلمان مسلمان بَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا (چیرز) قومیت کے بارہ میں ہم ہندؤں کا تنگدل دیکھتے ہیں کہ انہیں میں کا کوئی شخص ولایت جاکر واپس آئے تو پھر اوسکو اپنے میں شامل نہیں کرتے۔ اسکی مثالیں خود ہمارے اسی شہر میں موجود ہیں۔ ایکن بھی مسٹر بھر شٹ۔ جنم کے ملیکش۔ مسلمانوں کے حال پر

ایسی کیا دبا اور کر پاہے کہ ہمکو کانگرس میں اپنے ساتھ گھسیٹے لئے جاتے ہیں۔ (چیرز۔ بڑے زور سے) میں تو ڈوبا ہوں مگر تجکو بھی لے ڈوبونگا (چیرز) سیومی خوامخواہ فرینڈز آخر کچھ تو دال میں کالا ہے۔

اِسی طرح کا ایک واقعہ ۱۸۵۷ء کے غدر کا ہو چکا ہے کہ کارتوس پر بگڑے تو ہندو۔ مگر آخر کار ہندوؤں کے آٹے کے ساتھ مسلمانوں کا گھن بھی پس گیا (چیرز)۔

کانگرس والے جو چاہیں سو کہیں میونسپلٹی کے ممبروں کے انتخاب اور مذہبی تقریبات محرم و دسہرہ ہولی عید وغیرہ میں ہر مرتبہ اسکے شواہد پیش آتے رہتے ہیں کہ ہندو مسلمان دو عنصر ہیں۔ بالطبع ضد یکدیگر ایک دوسرے سے نفور۔ جنکو حاکمان وقت نے بزور حکومت جمع کر رکھا ہے (چیرز) ہمارے ہندوستان کی ترکیب ہی اسطرح کی واقع ہوئی ہے کہ بدون فارن گورنمنٹ کے ہم من حیث المجموع چین سے رہ نہیں سکتے ہمنے سیکڑوں برس ہندو اور مسلمان دونوں کی حکومتوں کو آزمایا اور تاریخ میں اسبات کا کافی اور وافی ثبوت موجود ہے کہ کسی ایک گورنمنٹ کو بھی برٹش گورنمنٹ کی سی کامیابی نہیں۔ اوسکا ہزارواں حصہ بھی نصیب نہیں ہوا (چیرز) ہندوؤں کی عملداری میں مسلمانوں پر طرح طرح کی سختیاں رہیں۔ اور مسلمانوں کی حکومت میں بعض ظالم بادشاہوں نے ہندوؤں کو ستایا۔ الغرض یہ بات خدا کی طرف سے فیصل شدہ ہے کہ سارے ہندوستان کی عافیت اسی میں ہے کہ کوئی اجنبی حاکم اسپر مسلط رہے جو نہ ہندو ہو اور نہ مسلمان۔ پس ہو نہو کوئی سلاطین یورپ میں سے ہو۔ سلاطین یورپ میں سے کون ہے۔ جسنے سلطنت ہندوستان کی طمع نہیں کی۔ فرنچ۔ پورچگز۔ ڈچ اپنی اپنی جگہ سب نے زور آزمائیاں کیں۔ حضرت شہنشاہ روس کے خاندان میں تو پیٹر دی گریٹ کے وقت سے یہ مرض نسلاً بعد نسلٍ متوارث چلا آتا ہے کہ جس طرح بن پڑے ہندوستان پر قبضہ کیجئے مگر خدا کی بے انتہا مہربانی اسی کی مقتضی ہوئی کہ انگریز بادشاہ ہوئے (چیرز) اونہوں نے سو سوا برس حکومت کرکے اپنی قومی بیدار مغزی۔ جفاکشی۔ لیاقت۔ انصاف

٭ خدا ایسے دوستوں سے پناہ دے ٭

رعایا پروری اور بہادری کو ایسے آشکارا طور پر ثابت کر دکھایا جیسے روز روشن میں آفتاب - تو کیا اب بھی کسی منصف مزاج دانشمند ملکی خیرخواہ کے دل میں یہ وسوسہ گذر کر سکتا ہے کہ خدانخواستہ سلطنت بدل جائے سب بولو ؟ نہیں نہیں نہیں نہیں - (چیرز) میں سمجھتا ہوں کہ اگر اسوقت کانگرس کا کوئی طرفدار بھی اس مجمع میں ہوگا تو اوسکو بھی سوا اسے نہیں کہنے کے اور کچھ کہتے نہیں بن پڑیگا - لیکن موہنہ سے نہیں کہنا کافی نہیں - کردار سے - گفتار سے - ثبوت کر دو کہ تم تبدل سلطنت نہیں چاہتے - آپ صاحبوں میں سے اکثروں نے اخبار میں پڑھا ہوگا کہ ہندوستان کے لینے کا مالیخولیا ان دنوں روس کے دماغ میں برسر شورش ہے - روس جو تمہاری کانگرس کی خبر سنے گا اور اُسنے ضرور سنی ہوگی (کیونکہ آجکل کا ایسا وقت ہے کہ گھر میں بات کرو تو اخبار کے ذریعہ سے ملکوں ملکوں جا پہونچتی ہے - نہ کہ کانگرس جسمیں کشاں کشاں سکڑوں آدمی بلائے جائیں اور اوسکا ڈہنڈورا پٹے - اوسکے لئے بگل بجائے جائیں - اوسکی منادی اسطرح کی جائے کہ گویا بلاتشبیہ کانگرس انجیل اور منادی کرنے والے پادری - اوسکے لئے اخباروں میں آرٹیکل لکھے جائیں - رسالے تصنیف ہوں - اور مشتہر کئے جائیں) کیونکہ ممکن ہے کہ روس کے کان میں ایسی کانگرس کی بھنک نہ پڑی ہو - ع

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

بھلا پھر روس نے کانگرس کی خبر سنکر کیا خیال کیا ہوگا ؟ وہی جو ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ اس سرے سے اوس سرے تک سارے ہندوستان کی رعایا گورنمنٹ سے ناخوش ہے جس مضمون کے ادا کرنے کا دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ تبدل سلطنت کی خواستگار ہے پھر اس خیال نے روس پر کیا اثر کیا ہوگا ؟ دیوانہ را ہوے بس است - وہ مجنونانہ حرکت جو وہ برسوں کرتا کل کریگا - اور کل کرتا تو آج - افسوس ہے کہ کانگرس والے اپنی حرکت کے اس نرلون نتیجہ پر نظر نہیں کرتے - گورنمنٹ اور رعایا میں جو تعلق ہے وہ ایسا ہے کہ گورنمنٹ پدر مہربان ہے اور رعایا اولاد - یا گورنمنٹ طبیب ہے - رعایا مریض - یا گورنمنٹ اوستاد

شفیق ہے اور رعایا شاگرد - لیکن ان تعلقات کی مزہ داری اسی میں ہے کہ محتاج کو محتاج الیہ پر پورا پورا بھروسہ ہو اور وہ نہیں ہوگا جبتک کہ محتاج اپنے نیک و بد کو محتاج الیہ پر نہیں چھوڑ بیٹھتا - اگر اولاد اپنی تربیت میں یا بیمار اپنے علاج میں یا شاگرد اپنی تعلیم میں اپنی راے کو دخل دے تو یہ ایک نیچرل بات ہے کہ باپ اور طبیب اور استاد ذمہ داری سے سبکدوش ہوکر پرداخت میں کمی کرنے لگتے ہیں - پس کانگرس کا یہ پہلو کیا ہمارے حق میں مضر نہیں ہوگا ؟ ہوگا اور ضرور ہوگا (چیرز)

ہم برٹش گورنمنٹ کی پچھلی کارروائی پر نظر کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ ٹرنسٹیو اور پروگریسو گورنمنٹ ہے یعنے گورنمنٹ کی حالت ٹھہری ہوئی اور جمی ہوئی نہیں ہے بلکہ یوماً فیوماً بہتری اور درستی اور صفائی اور عمدگی اور آسانی کی طرف ترقی کرتی جاتی ہے - چونکہ ہم خود ٹرنسٹیو اور پروگریسو کنڈیشن میں ہیں - گورنمنٹ کو بھی ٹرنسٹیو اور پروگریسو ہونا چاہیے - زیادہ نہیں ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے کے زمانے کو اسوقت سے مقابلہ کرو تو ظلمت و نور کا فرق پاؤگے - اب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ ریل - یہ تار برقی - یہ سررشتہ تعلیم - یہ منی آرڈر - یہ پوسٹ کارڈ - یہ ویلیو پی ایبل پارسل - یہ میونسپلٹی - یہ سڑکیں - یہ صفائی - یہ نہر - یہ سفر بحری - و بری کی آسانیاں - یہ پولیس - یہ اخباروں کی آزادی - یہ ہندوستانی والیان ملک کے اختیارات تبنیت - یہ نمائشیں - یہ عدلت گستری کے قوانین اور ضابطے - یہ ہندوستانیوں کی کونسلوں میں شرکت - یہ تعززی خطاب - یہ تجارت کی ترقی وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا + غرض یہ سارے انتظام کسنے سوچے ؟ کس نے نکالے ؟ - کانگرس بیچاری تو کے آدمی وکے پیر شدی کسی کے وہم و خیال میں بھی نہ تھا - ذرا ایمان کو ٹھکانے رکھو اور نیت کو ڈانوانڈول مت ہونے دو - جنھوں نے اتنا کچھ کیا ہے بہت کچھ کرسکتے ہیں - بشرطیکہ چلتے بیل کے آرٹہ نہ مارو اور کرنے دو (چیرز) کانگرس والوں کے پاس چکنے چپڑے الفاظ تو بہت سے ہیں جنکے ذریعے سے وہ اپنے اوپر کسی اعتراض کو اپنی پندار میں لگنے نہیں دیتے مگر ہم تو

+ اگر خدا کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم اُن کو نگن سکوگے -

واقعات کو دیکھتے ہیں ؎

ما برون را ننگریم و قال را
ما درون را بنگریم و حال را

کانگرس کی بنیاد صرف اِس ایک بات پر ہے کہ حکام وقت رعایا کی حالت - رعایا کی ضرورتوں سے غافل اور بیخبر نہیں تو خود غرض اور نامنصف ہیں - میں یقین نہیں کرتا کہ کوئی شریف آدمی جسکے نزدیک جھوٹ بولنا (اور کیا کہوں) برابر ہے - ایسے لغو اور بے اصل - اور بے وجہ اور غلط الزام لگانیوالوں میں شرکت کرسکتا ہے ؟ (نعرہ) نہیں نہیں نہیں!) بارہ بارہ برس ہوئے کہ مجھکو برٹش گورنمنٹ سے ایک بے تعلقی سی ہے - مگر مجھ پر برٹش گورنمنٹ کے حقوق ہیں - برٹش گورنمنٹ نے مجھ کو پڑھایا - عزت دی - نوکری دی - میں اوسکی رعیت ہوں - اور امن و آسایش اور آزادی سے علٰے وجہ الکمال متمتع - بایں ہمہ میں برٹش گورنمنٹ کا بھاٹ نہ کبھی تھا - اور نہ اب ہوں - میں جانتا ہوں کہ برٹش گورنمنٹ کے بہت سے انتظام اصلاح طلب ہیں -

برٹش گورنمنٹ انسانی گورنمنٹ ہے - کون انسان ہے جس سے بھول چوک نہیں ہوتی ؟ گورنمنٹ کی نکتہ چینی داخل بدخواہی نہیں - مگر نکتہ چینی کے بھی طریقے ہیں - کیا کانگرس والوں کو اسپر قناعت نہیں کہ ہر شخص اخبار کے ذریعہ سے اپنی رائے ظاہر کرسکتا ہے - اکثر بڑے بڑے شہروں میں کمیٹیاں ہیں - مجلسیں ہیں سوسائٹیاں ہیں - ایسوسی ایشن ہیں - انجمنیں ہیں - خود حکام سفر میں حضر میں درپے تفتیش و تلاش رہتے ہیں - حتی کہ ہوس آف کامنس اور پارلیمنٹ کے ممبر تک ہر سال اِس ٹوہ میں آنکلتے ہیں - اور جو لوگ حکام رس ہیں اون کو ہمیشہ اس طرح کے مواقع حاصل ہوتے رہتے ہیں کہ رعایا کا دُکھ درد حاکموں کے کان تک پہونچائیں - مگر یہ نیشنل کانگرس کا نیا طریقہ تو کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ گورنمنٹ کی مخالفت میں ایک گروہ جمع ہو - سوتی بھڑیں جگائی جائیں - جو لوگ امن چین سے اپنے اپنے کام دھندں

میں لگے ہیں سُنکر چونک پڑیں کہ ایسی کیا آفت نازل ہوئی جسکی وجہ سے یہ تمام کھلبلی مچ رہی ہے۔ کانگرس والے اِس بات کو پیش نظر نہیں رکھتے کہ انگریزوں کو ہمارے ساتھ اجنبیت محض ہے اِس سے بڑھکر اور اجنبیت کیا ہو گی کہ سوائے انسانیت کے ہم میں اور انگریزوں میں کسی طرحکی شارکت نہیں۔ اسپر طرّہ فاتح اور مفتوح کا تفرقہ۔ کہ تیل اور پانی نہ کبھی ملے ہیں اور نہ کبھی ملیں گے۔ تو ایسے اجنبیوں سے ہماری کاربراری ہو تو کیونکر ہو۔ اِسکی یہی ایک تدبیر ہے کہ جس طرح ممکن ہو چاپلوسی و خوشامد سے نہیں (کہ وہ تو میرے نزدیک دناءت اور کمینگی طبعیت اور پستی فطرت کی دلیل ہے) بلکہ اطاعت اور فرمانبرداری اور سلامت روی سے حکّام وقت کو خوشنود کریں تاکہ اونکے دلوں میں ہماری مراعات اور مہربانی کے خیالات پیدا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کانگرس کی نسبت گورنمنٹ آف انڈیا اور عہدہ داران انگریز کے کیسے خیالات ہیں۔ لیکن خدا کو دیکھا نہیں تو عقل سے پہچانا۔ عقل کہتی ہے اور میں اوسکو اوپن سیکریٹ سمجھتا ہوں کہ ضرور یہ کانگرس گورنمنٹ آف انڈیا اور کل عہدہ داران انگریز کی نظر میں مبغوض ہو گا اور اوسکو مبغوض ہونا چاہیئے۔

کیسا ہی کوئی حلیم اور بُردبار اور متین اور باوقار کیوں نہو کب جائز رکھ سکتا ہے کہ یوں کھلّم کھلّا مجامع اور محافل میں اوس کی روئی دُھنکی جائے۔ اور روئی کے دھنکنے والے کون ہیں؟ اپنی ہی رعایا۔ اپنے ہی محکوم۔ اپنے ہی دست نگر۔ اور اپنے ہی محتاج۔ (چیرز) کیا اجنبی لوگوں سے فائدہ حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے؟ بیٹا بن کر سب کوئی لیتا ہے۔ ہیکڑی سے باپ بن کر کسی نے نہیں پایا۔ (چیرز) **شعر**

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستانست

گورنمنٹ کو ہماری خیرخواہی کے آزمانے کے بہت ہی کم مواقع ملے ہیں۔ اِس لئے کہ اِسوقت تک گورنمنٹ صرف اپنے بل بوتے کے بھروسے پر حکمرانی کر رہی ہے وہ

رعایا کی خوشدلی کی بڑی قدر کرتی ہے اور رعایا کو رضامند رکھنے میں سعی کا کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھتی۔ مگر اوسکے فوجی انتظام کہے دیتے ہیں کہ گورنمنٹ کو رعایا پر پورا پورا اعتماد نہیں آیا کیا یہ بے اعتباری گورنمنٹ کے دل کا کھوٹ ہے؟ اور یہ گورنمنٹ کا قصور ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! ہم اعتماد کو پورا ہونے نہیں دیتے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں ہندوستانی اپنا اعتبار کھو چکے تھے۔ اگر کچھ بھی شرم اور غیرت اور عقل مصلحت اندیش ہوتی تو اُسکے کفارہ میں بھلا کچھ نہیں تو پچاس برس کا گونگے پیر کا تو روزہ رکھتے (چیرز) لیکن اخباروں میں۔ مجالس میں جو کچھ بڑبڑاتے رہے سو خیر نوبت باینجا رسید کہ کانگریس نکال کھڑی کی۔ بیچارے رئیسوں کو اچھی سوجھی تھی کہ روس کی شورش سُنکر کوئی روپے سے۔ کوئی فوج سے۔ کوئی اپنے ہاتھ پاؤں سے سرکار کی مدد کو آموجود ہوا اون دنوں ولایت کے اخباروں میں ہندوستان کی خیرخواہی کی دھوم تھی۔ میںنے دیکھا تو نہیں مگر سُنا کہ انگریزوں کی باچھیں کھلی پڑتی ہیں مسکرانے لگے تھے تو ہنستے بھی ضرور۔ اتنے میں یہ ناشدنی کم بخت کانگریس بنگالہ میں پیدا ہو پڑی۔ اور سارا کیا دھرا ملیامیٹ کر دیا۔ اور پھر وہی بے اعتبار کے اعتبار۔ (چیرز)۔

نیشنل کانگریس پر بدگمانی کرنیکی میرے پاس ایک بڑی وجہ اور ہے وہ یہ کہ ملکی فلاح اور ملکی رفاہ کچھ اسی ایک کانگریس میں تو منحصر نہیں۔ کانگریس میں بفرض محال کامیابی ہو بھی تو یہی نا کہ نمک کا محصول گھٹ جائے۔ ہتھیار باندھنے کی عام اجازت ہوجائے ہندوستانیوں کو والنٹیر فوج میں داخل کرلیں۔ انکم ٹیکس موقوف۔ اور "دی لاسٹ دو نوٹ دی لیسٹ"۔ ہندوستانی یعنے بنگالی کمشنر کلکٹر ہونے لگیں۔ یا اسی طرح کی اور چند باتیں۔ تو کیا اس سے ہندوستان میں دولت پھٹ پڑیگی۔ ارے عقل کے دشمنوں۔ ملک کی دولتمندی کے دو گُرہی دوسرے ہیں۔ سب سے پہلے اپنے تئیں تعصبات رسمی کے پھندوں سے چھڑاؤ پھر علم حاصل کرو۔ علم سے مراد یہ علم نہیں جسکو پڑھکر انسان بی۔ اے۔ ایم۔ اے بن بیٹھتا۔ اور کانگریس کے خواب

پریشان دیکھنے لگتا ہے (چیرز) بلکہ انجینیری - ڈاکٹری - باٹنی - کیمیا - جرثقہ طبیعیات - جیالوجی وغیرہ جنکے ذریعے سے صنعت اور دستکاری اور ایجاد کی حاصل ہوتی ہے - اور جنکی تفصیل ہمارے دوست شمس العلماٗ خان بہادر مولوی محمد ذکا اللہ صاحب خوب جامعیت کے ساتھ کرسکتے ہیں - سب کچھ تمہاری ہی مٹی میں ہے اور تمہاری ہی مٹھی میں ہے - مگر تمکو اس سے متمتع ہونے کا سلیقہ نہیں - جو کرسکتے اور جو تمکو کرنا چاہیے - اسکی تمکو ذرا بھی پرواہ نہیں - اور پرواہ بھی ہو تو کہاں سے ہو تم کو گورنمنٹ کے انتظاموں پر جرح اور اعتراض کرنے سے فرصت کب ملتی ہے - اگر بنگالیوں نے - یا پارسیوں نے - یا جو لوگ کانگریس کے حامی ہیں - اپنے یہ فرائض پورے طور پر ادا کئے ہوتے تو ہم سمجھتے کہ نیشنل کانگریس رفاہ ملک کے لئے کھڑا کیا گیا ہے مگر جو شخص فرض کو چھوڑکر نفل پر دوڑے ہمکو تو اوسکی خدا پرستی تسلیم نہیں - (چیرز) خدا اگر کسی کے دماغ میں اسطرح کا خلل ڈالے کہ وہ انگریزی پڑھ لینے سے اپنے تئیں انڈیا کا بسمارک سمجھنے لگے اور ملک داری کے امور عظیمہ میں رائے زنی کرنے کو لڑکوں کا کھیل خیال کرنے تو اوسکو سمجھنے اور خیال کرنے دو - اپنا مسلک تو یہہ ہے - ع

رموز مصلحت ملک خسروان دانند

گدا ئے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش (چیرز)

یہ سچ ہے کہ جسطرح کا ایجی ٹیشن (تحریک) کانگریس کرنا چاہتا ہے - ولایت میں اکثر ہوتا رہتا ہے - مگر ہمارا کہنا یہ ہے کہ ہندوستان کو ولایت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے - **شعر**

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا

پہونچے کب اوسکو ہاتھ ہمارے غبار کا (چیرز)

ولایت والوں کی سی لیاقت - اونکی سی معلومات - اونکی سی روشندماغی - اونکی سی تلاش - اونکی سی راستی - اونکی سی بلند حوصلگی - اونکی سی مستقل مزاجی - اونکی سی

تونشی - اُن کا سار بط ضبط - اونکی سی جان نثاری - اونکی سی ٹکسالی خیر خواہی اور ملی سی نہیں - بلکہ اوسکا عشر عشیر بھی ہندوستانیوں میں ہوتا تو ایک کانگرس صبح اور ایک کانگرس شام - چشم ما روشن دل ما شاد -

کانگرس والے جیسی غلطی اپنے بارے میں کرتے ہیں کہ اپنی وقعت زائد از واجب ٹھہرا لیتے ہیں - اسی طرح کی غلطی انسے گورنمنٹ کی نسبت بھی ہوتی ہے - لارڈ ڈفرن دورہ کرتے کرتے کراچی میں گئے تو وہاں کے عمائد نے ایک سڑک کے لئے اونکو لپٹے اور اصرار کیا کہ اوسکی منظوری نکریں تو ڈیرا نہ اٹھائیں (اب نہیں تو پھر کسیوقت) وعدہ تو کرلیں - لارڈ صاحب نے یہ کہکر اپنا پنڈ چھوڑایا کہ میں وعدہ تو کرلوں - لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ کلکتہ پہونچکر اسی طرح کی دوسری ضرورتیں پیش ہوں اور میری بھی رائے بدلے - کراچی کے عمائد کی نظر ایک محدود خطے میں محصور تھی - اور لارڈ صاحب کی نگاہ سارے ہندوستان پر حاوی -

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست -

یہی حال ہے کانگرس اور گورنمنٹ کا - میں نے تو کانگرس میں کبھی کوئی نیا انوکھا مسئلہ پیش ہوتے نہیں دیکھا - وہی پرانی باتیں ہیں جنکو برسوں سے اخباروں میں دیکھتے ہیں کانگرس کے ممبر اہل غرض ہیں - وہ اہل غرض بجنوں - (چیرز) انکی رائے غرضمند انہ رائے ہے - گورنمنٹ کا بالکل دوسرا حال ہے - اوسکو پولیٹیکل اور عام ملکی مصلحتوں پر بھی نظر رکھنی پڑتی ہے - الغرض یہ دو مخالف و مختلف حیثیتیں رکھتے ہیں اور جب تک حیثیتوں کا اختلاف باقی ہے - اختلاف رائے رفع ہو نہیں سکتا - مگر اختلاف رائے کو کسی غرض فاسد پر محمول کرنا کیا ضرور ہے - اپنا عقیدہ تو یہ ہے کہ گورنمنٹ ہماری کسی حاجت کے برلانے میں بخل اور مضائقہ نہیں کرتی - مگر بمجبوری اور فرض کیا کہ بعض باتوں میں گورنمنٹ برسر غلط ہے تو کیا رعایا بھی زیر بار احسانات گوناگوں اور چند در چند ہونیکی حیثیت سے ہمارا ڈیوٹی نہیں ہے کہ ہم خوشدلی کے ساتھ گورنمنٹ کے حکم کو انگیز کریں - ۵

آنرا کہ بجاے تست ہر دم کرمے
عذرش بنہ ار کند بعمرے ستمے (چیرز)

ابتک مینے عام طور پر کانگرس کی قباحتوں کی طرف اشارہ کیا وہ بھی مجملاً اس خیال سے کہ میرے بعد اور چند صاحب بھی کچھ کہنے والے ہیں اور وہ یقیناً مجھ سے بہتر کہیں گے - بس اب میں اخیر میں مختصر طور پر اتنا اور کہنا چاہتا ہوں کہ کانگرس کی شرکت اگر ہندوؤں کے لئے مضر ہے تو ہم مسلمانوں کے حق میں مہلک - (چیرز) ہم جس جس پہلو سے ہندوؤں کے ساتھ اپنی حالت کا موازنہ کرتے ہیں - ہندوؤں ہی کا پلہ جھکا ہوا ہے - سب سے پہلے وہ شمار میں ہم سے اضعافاً مضاعفہ زیادہ ہیں - کیونکہ وہ ٹھہرے ملک کے اصلی باشندے اور ہم تو ملک گیری کے لئے گھر سے نکلے آئے لڑے - فتح پائی شامت جو آئی رہ پڑے (چیرز) ہم تھوڑی بھی ہندوؤں پر بھاری تھے مگر بے مقدوری اور تہیدستی نے ہمکو رہا سہا اور بھی پست کر دیا - لوگ ہمکو بیقدوری کا ملزم ٹھہراتے ہیں - لیکن میں اسکو بھی اضطراری سمجھتا ہوں - ہم لوگوں نے بغرور سلطنت ذرائع معاش کی کچھ قدر نہ کی - زوال سلطنت کے ساتھ بے معاش رہ گئے - اب رہی لیاقت تو پہلے اسکا مفہوم متعین ہونا چاہئے کہ لیاقت ہے کیا چیز؟ اگر لیاقت سے مراد تعلیم کا اسٹینڈرڈ (سلسلہ) ہے جسکا امتحان پاس کرنے سے ڈپلومہ ملتا یا ڈگری حاصل ہوتی ہے - تو بیشک اس خصوص میں ہندوؤں کو مسلمانوں پر ترجیح ہے - جب کبھی بی - اے - ایم - اے کی فہرست نظر پڑی - جھاڑ ہندو الا ماشا اللہ شاذ و نادر اکا دکا مسلمان - لیکن میری نظر میں اس لیاقت کی کچھ بہت وقعت نہیں - مجھکو کئی بی - اے - ایم - اے ڈگریداروں کے ساتھ طبع آزمائی کا اتفاق ہوا ہے باوجودیکہ مینے کسی کالج یا اسکول میں انگریزی نہیں پڑھی - اور میں انگریزی کا عطائی ہوں نہ کلاونت - لیکن میں اسکو خودستائی کی راہ سے نہیں کہتا - بلکہ حکایت نفس الامری ہے کہ استنباط مطلب میں میری طبیعت اونسے زیادہ لڑتی تھی - لیاقت حقیقت میں اسکا نام ہے کہ انسان میں مادہ قابل ہوا اور جسطرف

توجہ کرے کچھ کرنکلے - ولایت میں بی۔اے - ایم۔ اے کے درجہ کو پہونچکر لائق ہوجاتا ہوگا کیونکہ انگریزی اونکی مادری زبان ہے اور بڑی معلم توسوسائٹی ہوتی ہے - انگریزی سوسائٹی کا کیا کہنا - مگر ہمارے یہاں ایک تو ملکی زبان کی پچر لگی ہے - جسکو انگریزی سے کچھ بھی مناسبت نہیں اور سوسائٹی کی روایت ناگفتہ بہ یہ سبب ہے کہ ہمارے ڈگریدار ہم لوگوں کی نظروں میں اپنی وقعت نہیں بٹھا سکتے - اور پھر پڑے لکھے پڑھ لینے سے وقعت نہیں ہوتی - اسکو چاہئے ماڈل کریج سوشیل پوزیشن ہم ان ڈگریداروں کی اتنی ہی عزت کرتے ہیں کہ انکو نوکری کا حاصل کرنا آسان ہے ڈگراپیچ ابھی تھوڑی دیر پہلے مینے کہا تھا کہ سرکار کے بہت سے انتظام اصلاح طلب ہیں جنمیں سے ایک بڑا ضروری انتظام لیاقت کے اسٹینڈرڈ کا ٹھہرانا ہے - انگریزوں نے اپنی ولایت پر قیاس کرکے صرف یونیورسٹی کی ڈگری کا معیار لیاقت ہونا تسلیم کرلیا - جسنے ہماری سوسائٹی کو زیروزبر کررکھا ہے - جو لوگ سوشلی ادنی درجہ کے ہیں یونیورسٹی کی ڈگری سے بڑی خدمتوں پر پہونچ جاتے ہیں اور اونکے تعزز خدمتی اور سوشیل پوزیشن میں عجب کشمکش واقع ہوتی ہے - ہم بمقابلہ ہنود شمار میں - تمول میں اتنے بیٹھے نہیں جتنے کہ اس زمانہ کی لیاقت میں یا یوں کہو کہ انگریزی دانی میں - اسپر مسلمانوں کو دوست اور دشمن ایسا ایسا لتاڑتے ہیں کہ معاذاللہ لیکن میں اس خصوص میں بھی مسلمانوں کو کسیقدر معذور سمجھتا ہوں صدہا سال کی محکومی نے ہندؤں کو ایسا گرا دیا کہ اگر سچ پوچھو تو اون میں سینس اوف آونر (حمیت) باقی نہیں - نہ اون کے پاس مذہب ہے نہ لٹریچر نہ کوئی علم جسپر وہ فخر کرسکیں - میرے کہنے کا یہ مقصد نہیں کہ ہندؤں میں یہ چیزیں سرے سے تھی ہی نہیں - تھیں اور بہت عمدگی کے ساتھ تھیں مگر محکومی ایسی بڑی بلا ہے کہ سب فضیلتوں کو خاک میں ملا دیتی ہے - لوگ کہتے ہیں "پیری و صد عیب" میں کہتا ہوں "محکومی و ہمہ عیب" (چیرز) مسلمانوں کی عملداری میں ہندو ہماری زبان سیکھتے - ہمارے علوم پڑھتے - ہماری تقلید کرتے - ہمارے تہوار مناتے - یہانتک کہ ہمارے بزرگوں کی پرستش کرتے تھے - جب آئے انگریز

تو ہندؤں کے پاس اپنا تو کچھ اثاثہ نہ تھا - لگے انگریزوں ہی کا کلمہ پڑھنے - خرابی اور بڑی خرابی ہم مسلمانوں کی ہے کہ ہم مذہب رکھتے ہیں محکم - مضبوط - استوار - اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (چیرز) کہ انقلاب دنیا کی آندھیاں اس کو جنبش بھی تو نہیں دے سکتیں - ہمارے پاس لٹریچر ہے - جسنے ایک وقت تمام روئے زمین کو ہلا مارا تھا - (چیرز) وہ ہمارے دلوں کی تسلی ہے - ہماری جانوں کی توانائی - ہماری آنکھوں کا نور - ہماری روحوں کا سرور - ہمارے پاس علوم ہیں - اگرچہ اون میں سے اکثر انگریزوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کر لئے ہیں مگر آخر ہیں تو ہمارے غرض ہماری عظمت کے نشان ماند پڑ گئے ہیں مگر مٹے نہیں (چیرز) ہمکو یہ دشواری پیش آ رہی ہے کہ اگر انگریزی نہ پڑھیں تو تن کو کپڑا اور پیٹ کو روٹی نہیں - اپنے علوم نہ پڑھیں تو اپنی ہی سوسائٹی میں عزت نہیں وقعت نہیں - دونوں پڑھیں اتنی مہلت نہیں وقت میں گنجایش نہیں - غرض ہم اپنے پرانے کمالات کو تھوڑا بہت نباہے لئے چلے جاتے ہیں - تو ہم اپنی طبیعتوں سے مجبور ہیں - لیکن کیا اتنی ہی بات سے کہ ہمنے ہندؤں کی طرح انگریزی کو اوڑھنا بچھونا نہیں کر لیا - ہم نالایق ہوگئے ؟ ہیکڑی کا تو کچھ جواب نہیں - زبردست کا ٹھینگا سر پر مگر میرا ایز ملیف یہ ہے اور یہ ایز ملیف (دلی یقین) مبنی ہے ساری عمر کے تجربہ پر کہ کارفرمائی جیسی ایک مسلمان کر سکتا ہے ہندؤں سے نہیں ہو سکتی نہیں ہو سکتی !! ہرگز نہیں ہو سکتی !! (چیرز) کارفرمائی کی شرط اعظم ہے خودداری ذاتی تعزز فورس آف کیرکٹر (نیک چال چلن) ہمت جرأت اور یہ حرارت مسلمانوں کے خون سے ابھی تک تو نکلی نہیں - الغرض ہمارا کیس ایک اسپیشل کیس ہے اسکی روئداد کسی طرح ہندؤں کی روئداد سے نہیں ملتی - ہندو جب زور دینگے کثرت اور انگریزی دانی پر ! اور یہی جگہ ہمارے یہاں پانی کے مرنے کی ہے (چیرز) پس ہمکو ہندؤں کی رفاقت ضرور نقصان پہونچا ئیگی - میری صلاح مانو تو روٹھ نہ تجھینکو متوکلاً علی اللہ چپ چاپ بیٹھے رہو - وہ کارساز ہمارے لئے سامان مہیا کر رہا ہے - ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ؂ (چیرز)

اسی کانگریس نے ضرور گورنمنٹ کو چوکنا کیا ہوگا کوئی دن جاتا ہے کہ لیاقت کے اسٹینڈرڈ میں ترمیم ہوگی۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ تعلیم انگریزی کی لٹون مدہم کردی جائیگی مگر گورنمنٹ کو اسکی تدبیر تو چار و ناچار کرنی پڑیگی کہ ہندوستانیوں کو ایسی تعلیم دی جائے کہ اونکے خیالات سوشیل۔ فارم۔ لوکل امپروینٹ کی طرف مصروف ہوں جس سے ملک کو فائدہ پہونچے اور ایسے کیڑے ان کے مغز میں نہ کلبلانے پائیں کہ اسٹیٹین بجٹ کی دھونی بدون اونکو چین نہ پڑے (بڑے زور سے چیرز)

چہ دانی تو اے بندہ کار خدا ؂

نیشنل کانگریس کا انتظام کچھ ہی کیوں نہو۔ ہماری حمیت تو گوارا نہیں کرتی کہ ہندوں کے طفیلی بنکر کوئی دنیوی مفاد حاصل کریں گو وہ مفاد کتنا ہی بڑا کیوں نہو ؎

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن بپاے مردیٔ ہمسایہ در بہشت

ہمکو جو کچھ فائدہ اِس عملداری میں ہونے والا ہے۔ ہم اوس کو لیں گے۔ کوئین وکٹوریہ سے۔ وایسراے سے۔ لفٹنٹ گورنر سے۔ کمشنر سے۔ ڈپٹی کمشنر سے اور انشا اللہ بے مانگے لینگے۔ تم نے نہیں سُنا "بن مانگے موتی ملیں اور مانگے ملے نہ بھیک" (چیرز) ہمکو ان کانگریس والونکی یہ دبڑ و گھسڑو کارروائی بالکل پسند نہیں کہ ہمیں بجٹ دکھا لیا کرو۔ بدون ہماری منظوری کے کوڑی خرچ نہ کرو۔ وضع قوانین ہم سے متعلق رکھو۔ یعنے ہمکو گورنمنٹ کا ڈکٹیٹر بناؤ ؎

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہاویں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا (چیرز)

آخر تو جرأت کی یہی تھی تو طیہ و تمہید طرف ایکدم سے یہی درخواست کیوں نہ کی کہ سلطنت ہمارے حوالہ کرو اور چلتے پھرتے نظر آؤ (چیرز)

"ہر گرفتش بگو بتا با تمہید را نشی شدہ"

کیوں بھائیو ایسی درخواست پر کوئی تم میں سے دستخط کرتا؟ نہ کرتا ہرگز نہ کرتا! (چیرز) بس تو کانگرس کے پاس ہو کر بھی نہ پھٹکنا۔ "کہ این ہم بچہ شتر است"۔ ؎

(قہقہہ اور بڑے زور سے چیرز)



لکچر نمبر ۲

مسلمانون کی حالت تعلیم

پر

جو جناب ممدوح نے

محمڈن ایجوکیشنل کانگرس

کے

تیسرے سالانہ جلسہ میں ۲۷ دسمبر ۱۸۸۸ء کو بمقام لاہور دیا

معہ

بندہائے مسدس مصنفہ جناب ممدوح جو اونہون نے اپنی تصنیف قصہ مبتلا سے اس جلسہ مین پڑہے

غالباً آپ صاحبوں نے اسی حیثیت سے مجھکو جانا اور پہچانا ہوگا کہ آنریبل سر سید احمد خانصاحب کے فالورز میں میں بھی ہوں - اگر فالورز سے وہ لوگ مراد ہوں جو اس کانگرس میں شریک ہونے کے لئے اونکے ساتھ آئے بلکہ اگر وہ لوگ بھی مراد ہوں جو سر سید احمد خان کو بڑا انلائٹنڈ بڑا عالی خیال بڑا مآل اندیش بڑا مدبر بڑا مستقل مزاج بڑا متحمل اور مسلمانوں کا بڑا بہت بڑا اور سچا خیر خواہ باور کرتے ہیں فانا اولھم واقدمھم (تو میں سب سے اول اور سب آگے ہوں) لیکن اگر فالورز سے مراد ہوں جو اونکی تمام تحقیقات اور تمام خیالات کے تسلیم کرنیوالے اگرچہ وہ خیالات مذہبی ہی کیوں نہوں تو میں اس بھرے مجمع میں پکار کے کہتا ہون -

انپی براءۃ (میں بری ہوں) مسٹر سید احمد خان کی طلب کے علاوہ مجھکو اس کانگریس میں شریک ہونے کے لئے ایک وجہ اور بھی داعی ہوئی کہ میرے نزدیک ایسے مجمع کے لئے تمام ہندوستان میں پنجاب سے اور تمام پنجاب میں لاہور سے بہتر کوئی موقع نہیں ہو سکتا اسوقت کیا رعایا کیا سرکار سب کی ہمتیں پنجاب کیطرف مصروف ہیں اور جس روز سے ڈفنیو (ملکی حدود کی حفاظت کی) کارروائیاں سرحد پر ہو رہی ہیں آپ سب صاحبوں کو معلوم ہیں مگر تعلیم سے بڑھکر کوئی ڈفنس نہیں بشرطیکہ مناسب طور پر ہو - یونیورسٹیاں اور کالج تو بجائے خود میں کہتا ہوں ہر ضلع بلکہ ہر تحصیلی اسکول ایک فورٹ آف اسٹرنگتھ (قلعہ مستحکم و استوار) ہے اگر اس میں تعلیم اچھی ہو - رعایا گورنمنٹ کی دولت ہے اور اوسکی رضامندی گورنمنٹ کی قوت - رعایا اور گورنمنٹ کے اغراض ایسے وابستہ ہو گئے ہیں کہ اگر رعایا گڈ (اچھی) رعایا ہو اور گورنمنٹ گڈ گورنمنٹ تو رعایا ہی گورنمنٹ ہے اور گورنمنٹ ہی رعایا - مگر افسوس بڑے سخت افسوس کی بات ہے کہ ہماری بدنصیب ہندوستان کی رعایا اور گورنمنٹ میں وہ گاڑھا اتحاد نہیں ہے اور اسکے ہونے میں ابھی بہت دیر معلوم ہوتی ہے جسکا ہونا رعایا اور گورنمنٹ دونوں کے حق میں مفید بلکہ ضروری ہے - برٹش گورنمنٹ کو ہندوستان میں حکومت کرتے ہوئے قرن ہو گئے - بھلا پھر کونسی چیز رعایا اور گورنمنٹ میں اتحاد کے پیدا ہونے کی مانع ہے - کیا گورنمنٹ جابر اور سخت گیر ہے - توبہ توبہ ماں باپ سے بڑھکر شفیق - تو کیا رعایا سرکش ہے ؟ نہیں نہیں - ایسی منقاد اسقدر مطیع کہ ایک چرواہے کو بھیڑ بکری کے ریوڑ کا روکنا مشکل - اور ایک نہتے کانسٹیبل کو انبوہ رعایا کا سنبھالنا آسان - پھر کسکا قصور ہے ؟ رعایا کا - کیونکر آن ایجوکیٹیڈ (ناتعلیم یافتہ) ان بدبختوں کو گورنمنٹ کا منشا معلوم نہیں - گورنمنٹ کے پرنسپلز (اصول) سے آگہی نہیں ابتک جتنی انہوں نے دیکھی ہیں ڈسپاٹک (شخصی خود مختار) حکومتیں ان کے ذہنوں میں متوارث طور پر یہ بات مرتکز ہو رہی ہے کہ سلطنت اسی واسطے موضوع ہوئی ہے کہ حاکم وقت کی آسائش کے لئے رعایا مصیبت اوٹھائے - رعایا کمائے حاکم اوڑائے - رعایا اپنی انتڑیوں کو مسوسے تا کہ بادشاہ کے

نوکروں کے چاکروں کے پیشکاروں کو تحفہ ہو - رعایا جاڑے میں سکڑتے تاکہ شاہی مخمل کے پتلے کے ٹٹو کشمیری شالوں کی گدڑیاں اوڑھیں - پس اسے ممبران ایجوکیشنل کانگرس میں آپ صاحبوں کو صمیم قلب سے مبارکباد دیتا ہوں ولیبلغ عنی الشاھد الغائب (جو شخص حاضر ہے میری طرف سے اسکو جو حاضر نہیں ہے یہ پیام پہونچاوے) کہ آپ صاحبوں نے زمانہ کی رمز کو خوب سمجھا - کوئی شخص جسکو عقل سے ذرا سا بھی بہرہ ہے اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ تعلیم ہی رعایا ہندوستان کو شایستہ اور مہذب بنائیگی - تعلیم ہی اُن کو دولت کی کیمیا سکھائیگی - تعلیم ہی انکی نظر میں برٹش گورنمنٹ کی قدر بڑھائیگی - تعلیم ہی اون کو برٹش گورنمنٹ کی برکتوں سے متمتع ہونے کی حرص دلائیگی - تعلیم ہی بدگمان رعایا اور رُکی ہوئی گورنمنٹ کے دلوں میں صفائی کرائیگی - اور جب وہ زمانہ آئیگا (خدا جانے ہم میں سے بھی کیکو وہ دن دیکھنا نصیب ہوگا یا نہیں) کہ رعایا اور گورنمنٹ ایک جان دو قالب ہونگی تو ہندوستان کو جنت نشان کہنا حکایت نفس الامری ہوگا نہ ایشیائی شاعروں کا سا مبالغہ - اوس وقت ہندوستان کی سلطنت پوری پوری مطمئن سلطنت ہوگی مستحکم کانّھا بنیان مرصوص (گچ کی ہوئی عمارت) بیرونی دشمنوں روس وغیرہ سے بےخطرا ور اندرونی ڈسٹربنس (فسادات) مجامع ناروا دا مثالہا سے فارغ -

تعلیم یعنے ہندوستانیوں کی تعلیم ایک ایسا مضمون ہے جسپر سالہا سال سے غور کیا جارہا ہے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یوروپ میں بھی - میں نہیں سمجھتا کہ تعلیم کے متعلق میں کوئی نئی انوکھی بات کہہ سکونگا جو کسیکو نہ سوجھی ہو یا جو کسی کی زبان یا کسی کے قلم سے نہ نکلی ہو - میں اسی کو اپنی بڑی کامیابی سمجھونگا کہ اونہی مطالب کو نئے پیرایہ میں آپ صاحبوں کے روبرو پیش کرسکوں - میری مثال اس زمانہ کے ایک شاعر کی سی ہے کہ بیچارہ کوئی نیا مضمون نہیں پاتا جسطرف ذہن کو دوڑاتا ہے دیکھتا ہے کہ وصل اور ہجر اور انتظار اور واسوخت اور سراپا اور بہار اور خزان اور استخفاف مذہب اور بزرگان دین کے ساتھ استہزا وغیرہ وغیرہ کوئی خیال نہیں جسمیں اوروں نے اینڈا اور

اگین" (بار بار) سیکڑوں ہزاروں نے طبع آزمائی نہیں کی ناچار ہار کر تھک کر بندش پر قناعت کرتا ہے' وہ بھی ہر ایک کو نصیب نہیں - جسطرح ایک کسان ہل جوتنے میں اپنے مٹھو بیل کی کبھی دُم مڑوڑتا کبھی اسکو شٹکاری دیتا کبھی اسکے گدگدی کرتا اور کبھی سانٹا مارتا اور آر بھی چبھوتا ہے اسی طرح وہ لوگ جو مسلمانوں کی رفارم کے درپے ہیں مسلمانوں کو کبھی انکے بزرگوں کی شان وشوکت انکی عظمت انکی فتوحات انکے ہر طرح کے کمالات یاد دلاتے - کبھی مسلمانوں کی حالت موجودہ کی تباہی ا ب ان کی مفلسی اقوام معاصر کے مقابلے میں انکی بے وقعتی کا مرثیہ اُن کو سناتے - اور کبھی انکو کاہلی اور تعصب پر ملامت کرتے اس غرض سے کہ مسلمانوں کی غیرت کو تازیانہ ہو - میں بھی یہی کچھ کرونگا اور اسکے سواے کر بھی کیا سکتا ہوں -

یہ بات مسلمات سے ہے کہ مسلمان فی زمان عروجہم (اپنے عروج کے زمانہ میں) کسی قوم سے علوم میں پیچھے نہیں رہے - وہ تحصیل علم پر اسقدر حریص تھے کہ جہاں سے اور جس مذہب سے جو کچھ لگا لے اوڑے - جسطرح مسلمانوں کی ملک گیری حیرت انگیز ہے کہ ایک ہی صدی میں تمام روئے زمین پر لمن الملک الیوم کا (آج کوئی اور بھی ہمارے سوا ملک کا مالک ہے) ڈنکا بجا پھرے - اوسی طرح بلکہ اوس سے زیادہ انکی علمی فتوحات محل استعجاب ہین - شروع شروع میں بعض متعصبین نے انگریزی کی مثل "گیو دی ڈاگ اے بیڈ نیم اینڈ دین ہنگ ہم اوٹ" (کتے پر پہلے کچھ الزام لگاؤ پھر اسکو لات مار کر باہر کرو) کے مطابق مسلمانوں پر بہتان بندی کی تھی کہ انہوں نے اپنے مذہب کے ضعف کی پردہ داری کے لئے علوم کو معدوم کرنا چاہا - مگر فیکٹس (واقعات) کیکے رہا ئے دبتے ہیں - آخر کار ہسٹری (تاریخ) پکار اُٹھی کہ جھوٹ ہا - اب تمام یورپ میں شاید ایک متنفس بھی اس سے انکار کرنے والا نہیں کہ علم کی روشنی ان مین ابتداءً مسلمانوں ہی نے پھیلائی - ایک منصف مزاج اور محقق انگریز کا یہ مقولہ کسی آرٹکل (مضمون) میں نظر پڑا تھا کہ مسلمانوں کی تعلیم میں کوشش کرنا حقیقت میں انکے بزرگوں کا دیا ہوا قرضہ اُتارنا ہے - میں سچ کہتا ہوں کہ یہ فلیٹرنگ لینگویج (الفاظ مدح) پڑھکر تھوڑی دیر

دیر کے لئے میں بھی شیخی میں آگیا تھا ۔ مگر اوسی وقت یہ شعر یاد آگیا ؎

ان الفتی من یقول ھا انا ذا	لیس الفتی من یقول کان ابی

(مرد وہ ہے جو کہے میری ذات میں یہ ہنر ہے ۔ وہ مرد نہیں ہے جو باپ پر فخر کرے) پھر تو وہ کامپلیمنٹری (توصیفی) الفاظ ہجو ملیح کی نشتر کی طرح چبھنے لگے ۔ ہم اپنے علمائے متقدمین کو اوسکے زمانے کے لحاظ سے اور بھی زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں اون وقتوں میں علم کچھ ایسی بہت بکار آمد چیز نہ تھی ۔ یونانی جو علم کے اعتبار سے سب میں سربرآوردہ تھے اونکے سارے کمالات کا خلاصہ تھا حکمۃ نظری ۔ وہ ذہنی احتمالات کی بھول بھلیاں میں بھٹکتے پھرنے کو عقل انسانی کی معراج جانتے تھے لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ (اگر اعتبارات نہوں تو فلسفہ بیکار ہو جائے) عملیات کی طرف ملتفت ہونا انکی چڑ تھی اور یہی وجہ تھی کہ اکثر فلاسفہ اہل تجرید سے تھے ظاہر ہے کہ دنیاوی کوئی سی ضرورت بھی ایسے علم کے بدون اٹکی نہیں رہ سکتی باینہمہ جو علمائے متقدمین اہل اسلام فارغ البالی کے زمانہ میں یونانیوں کے علوم کو طالب ہوئے تو اس سے صاف ثابت ہے کہ انہوں نے علم کو طلب کیا لا لجلب منفعۃ بل رغبۃ الی نفس العلم (کوئی مفاد حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ نفس علم کے لئے) اللہ اللہ اونہی کے اعقاب ہم ہیں فخلف من بعدھم خلف (اونکے بعد ایسے لوگ ہوئے) ع

برنام کنندۂ نکو نامے چند

کہ علم شرط زندگی قرار پا گیا ہے اور پھر اوس سے گریز کرتے ہیں ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

میں اسی مطلب کو دوسری طرز پر کسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں ۔

سلطنت کے معنے ہیں غلبہ جسکے ذرائع اب سے زیادہ دور نہیں ڈیڑہ دو سو برس پہلے تک بہادری اور گاؤزوری میں منحصر تھے ۔ قومیں آپس میں زور آزمائیاں کرتیں ۔

جس قوم کے لوگ بچھڑنے پچھاڑنے والے آپس میں لڑائی کرنے لگتے - پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں عرب کا قریب قریب ویسا ہی حال تھا جیسا افغانستان کا - اوس جزیرے میں سیکڑوں قبیلے رہتے تھے وحشی - خودسر جنگجو - زشت خو جنگ کندہ تھے شائستگی جو رہنے سہنے سے بالکل ناآشنا تھے - یہ لوگ ذری ذری سی بات پر ایک دوسرے سے لڑ بیٹھتے - جب ایک دفعہ لڑ بیٹھے تو جانو کہ اونکی نسلوں میں بنی آدم اور سانپ کی سی عداوت ہمیشہ قائم ہوئی - وہ سرزمین ہی کسی طرح سویلیزیشن (تہذیب) کے مناسب نہ تھی - ریگستان اور جھلسے ہوئے پہاڑوں کے سوا کوسوں پانی کا نام نہیں - کھیتی کیا خاک ہوتا چار پانی اور چارے کی تلاش میں خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرنی پڑتی تھی - وہ تو خدا نے کچھ اپنی قدرت سے اونٹ کو پیدا کر دیا تھا کہ وہ بحساب وجعلنا من الماء کل شيئ حي (ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے بنایا) مستثنٰی ہے ورنہ آدمی کا تو کیا مقدور تھا کہ اوس سرزمین میں ٹھہر سکے - اونٹ کیا تھا اہل عرب کے حق میں زنبیل عمرو تھا کھانا - پینا - کپڑا - مکان ایندھن - باربرداری سواری غرض اونکی اکثر ضرورتوں کی سربراہی اونٹ سے ہوتی تھی - اونٹ کی رسد اونکی ضرورتوں کو کافی نہوتی تو وہ اوسکی تلافی کرتے شکار سے اور ستے پر چڑہ گیا - تو کسی قافلہ کی لوٹ مار سے - الغرض سرزمین کی حالت اور اونکی اپنی عادت دونوں نے اہل عرب کو چست و چالاک جفاکش اور بیباک بنا دیا تھا جن صفتوں کا مجموعہ سپاہی کہلاتا ہے - یوں جزیرہ عرب فی حد ذاتہا گویا جرار خونخوار فوج کی چھاونی تھی - جیسے افغانستان - اگر آپس کی خانہ جنگیاں اون کو نہ مشغول کئے رہیں تو ان کے پڑوس سے پناہ مانگنی چاہیے ؎

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنون
رکھ دیگا ورنہ عقل کے بخیے ادھیڑ تو

مکینک (علم جر ثقیل) کا یہ مسئلہ بچپن کا پڑھا ہوا ابھی تک میرے خیال میں ہے - کہ جب برابر کے دو محرک مقابل کی سمتوں سے ایک جسم کو ہلانا چاہیں تو دونوں کا اثر

ضائع - یہ قاعدہ کچھ اسطرح کا عام ہے کہ فزکس (جسمانیات) مئشل (ذہنیات) مارل (اخلاق) پولیٹیکل (نظم ممالک سیاست مدن) وغیرہ سبھی جگہ چلتا ہے - بناءً علیٰ ذالك عرب کی ساری بہادری اور تمام فوجی قوت اکارت تھی - جو چاہے اسکو بخت و اتفاق سمجھے مگر ہم تو ایسی سرزمین اور ایسی سوسائٹی میں پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیدا ہونے کو آیت اللہ و معجزہ اور خرق عادت ہی مانتے ہیں - آنریبل سر سید احمد خان نے جس رفارم کا بیڑا اوٹھایا ہے بہلا وہ بھی اشاعت اسلام کے مقابلہ میں کچھہ رفارم ہے - مسلمان یوماً فیوماً مفلس اور ذلیل و خوار ہوتے چلے جاتے ہیں - یہ بیچارے سید آل رسول دوسری قوموں کے نمونے دکھا دکھا کر مسلمانوں کو ہرچند سمجھاتے ہیں مگر مسلمان ہیں کہ پتہ پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دیتے - جلشانہ وہ کیا دل تھا الم نشرح لك صدرك (مگر کیا ہمنے تیرے سینہ نہیں کھول دیا) جسنے عرب کے بگڑے دلوں کے رفارم نہیں قلب ماہیت کا ارادہ کیا - ہم اون وقتوں اور مزاحمتوں کا اندازہ کر ہی نہیں سکتے جو پیغمبر صاحبؐ کو اس ارادہ کی تکمیل میں پیش آئیں - دستور کی بات ہے کہ کوئی کام کیسا ہی مشکل کیوں نہو ہو جانے کے بعد لوگوں کو آسان دکھائی دینے لگتا ہے ؎

کل ما لم یکن من الصعب فی الانفس -
سہل فیہا اذا ھو کانا

(جو چیز نہیں ہوئی لوگوں کو مشکل معلوم ہوتی ہے اور وہی چیز ہوئے پیچھے آسان دکھائی دینے لگتی ہے) ہرچند ان باتوں کے بیان کرنے میں مجھکو مزہ ملتا ہے مگر میں اپنی لائن سے باہر ہوا جاتا ہوں - ان حالات میں میرے مطلب کی اتنی ہی بات ہے کہ جب تک پیغمبر صاحب (صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم) نے اوس فوجی قوت کو جو عرب کے لوگوں میں تھی اور اعلےٰ درجہ کی تھی مگر ضائع اور رائگان حسن تدابیر سے بکار آمد نہیں بنا لیا اونکو کامیابی نہیں ہوئی - انہوں نے مذہبی تعلیم کے ذریعہ سے پچھلی رنجشوں کو لوگوں کے دلوں سے نکالا - یکدلی اور اخوۃ اسلامی کا قایم ہونا تھا -

کہ اہل عرب کی مجموعی شجاعت اور سپہگری کا نزلا اطراف پر گرنا شروع ہوا - پس اگر اسلام کو طائر سے تشبیہ دیں تو اوسکا داہنا بازو مذہب تھا اور بایاں سپہگری - اسلام کی ابتدائی حالت ایک اُبال کی سی تھی جسنے دیگچی کی تہ تک کے پانی کو اچھال ڈالا - یہ تو عروج اسلام کی حقیقت ہے اب رہا تنزل - لوگ اپنے اپنے پندار کے مطابق اوسکے گوناگون اسباب قرار دیتے ہیں - ع

ہرکس بخیال خویش خبطے دارد

مجھکو دوسروں کے خیالات سے اسوقت بحث کرنے کی ضرورت نہیں - البتہ جہانتک تعلیم کو تنزل اسلام میں دخل ہے میں اسپر چند ریمارکس کرونگا - تنزل اسلام سے مراد ہے ضعف سلطنت - میں ایسا سمجھتا ہوں کہ ترقی اسلام ہی اوسکے تنزل کا باعث ہوئی - اور قوت کے ساتھہ ساتھہ ضعف بڑہتا گیا - دنیا کے کارخانہ کا بھی عجیب انتظام ہے اضداد میں علاقہ علیۃ و معلولیۃ ہے

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

عروس سلطنت آئی تو آسائش آرام طلبی کاہلی عیش وعشرت سستی اور غفلت اپنی سہیلیوں کو ساتھہ لائی - رفتہ رفتہ سلطنت کی صلاحیت سلب اور اوس کے ساتھہ سلطنت منتزع ہوگئی - اگرچہ ابھی تک چند اسلامی سلطنتیں باقی ہیں مگر نا منتظم - ضعیف - محتاج - مغلوب - اور جو لوگ زمانے کی آلاپ سے اوس کے راگ کو پہچانتے ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان سلطنتوں کا ثبات و قیام اب صدیوں اور قرنوں کے نہیں بلکہ برسوں کی بات ہے - ع

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

اہل یوروپ کے باہمی معاہدات وقع ہوئے اور یہ نقش باطل کی طرح صفحہ روزگار سے مٹے انا للہ وانا الیہ راجعون جو اسباب عموماً اسلامی سلطنتوں کے انتزاع کے باعث ہوئے وہ سب کے سب قرآن سلطنتوں میں تھے ہی تھے اب گزشتہ صدی کے اندر

ہی اندر مجموعہ اسباب کا جدا مجدا ایک سبب جدید اور پیدا ہوا - سائنس (علوم) دیکھیے یہ دوزی اہل اسلام کو زوسٹے زمین پر رہنے بھی دیتا ہے یا نہیں - سائنس نے ایسا سر اوٹھا رکھا ہی کہ زور جسمانی اور بہادری اور پہلوانی کسی کی کچھہ حقیقت باقی نرہی - ورزش باقساہا کشتی داؤ پیچ پھکیتی پھینٹی پٹہ بانک سپہگری کے جتنے کرتب تھے اب تعزیہ داری کے جلوس کے سواے اور بھی کسی مصرف کے ہیں ؟ کیا زمانے کے انقلاب ہیں! ایک وقت وہ تھے کہ یہی کرتب سلطنتوں کے فیصلے (فیصلے) کرتے تھے اب وہی کرتب بازیچہ بازاریاں ہیں دگرہیچ - میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ اہل یوروپ کے مقابلے میں بہادری کے معنے ہیں خودکشی - ہر روز آلات حرب میں ایسی ایسی ایجادیں ہوتی چلی جاتی ہیں کہ اہل یوروپ ہی ایک دوسرے کی مقاومت کریں تو کریں ورنہ دوسری قوموں کا ایسی لایعنی توقعات کو دل میں جگہہ دینا - ہے

این خیال ست ومحال ست وجنوں ✽

اہل یوروپ کی ملکی فتوحات تو سب کی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اور ہکو سارے اہل یوروپ سے کیا غرض کیا مطلب انگریزوں ہی کی فتوحات کو دیکھہ ہیں - جب سے ہوش سنبھالا ہے میری یاد میں باعتبار اوسط بیس برس بھی ایسے نہیں گذرے جن میں کوئی نہ کوئی نیا ملک سلطنت انگریزی میں شامل نہوا ہو الم یروا انا ناتی الارض ننقصہا من اطرافہا (کیا نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو ہر طرف سے لیتے چلے جاتے ہیں) ہرچند یہ فتوحات بھی بجاے خود معظمات الامور ہیں - مگر ان سے معظم تر انگریزوں کی سائنٹفک (علمی) فتوحات ہیں - ملکی فتوحات کے ذریعہ سے انگریز ہکو اسیقدر مطیع کر سکتے تھے اس سے ایک انچہ بھی زیادہ نہیں کہ طوعاً کرہاً ہم اونکو خراج دیں - لیکن سائنٹفک فتوحات کے ذریعہ سے انہوں نے یہانتک ہکو اپنے بس میں کر لیا کہ وہ کپڑا بنیں تو ہم پہنیں - وہ ریل چلائیں تو ہم کانگریس میں آئیں - وہ تار دیں تو ہکو خبریں ملیں - وہ گھڑی کے کیل پرزے ڈھالیں -

تو ہمکو وقت کی پہچان ہو - دیو اسلائی بنائیں تو ہم چراغ جلائیں - یا بعض چرٹ یا سگرٹ سلگائیں - لنکے ہاں سے سوئی آئے تو ہماری پوشاک سی جائے - میں کہاں تک کھڑا گنوایا کروں گا جنے انگریزی وضع اختیار کرلی ہے وہ تو پہلا خیر او وہ بدا کر انگریزی ساز و سامان رکھے ہی گا - جنکو انگریزی وضع کی چڑ ہے اور اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں - وہی ذرا سوچکر انصاف سے بتائیں کہ نماز کے بوریئے اور وضو کے بدھنے اور تانبے کے پرانے باسنوں کے سوائے اور بھی کوئی چیزان کے گھروں میں ہے جسکو انگریزکا دستِ صنعت نہیں لگا الاماشاء اللہ گڑ کھاؤں گلگلوں سے پرہیز یہ لوگ اپنی پندار میں انگریزوں سے پرہیز کرتے ہیں اور انگریز ہیں کہ من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ومن فوقھم ومن تحت ارجلھم (آگے سے اور پیچھے سے دائیں اور بائیں سے اور اوپر سے اور تلے سے) ہر طرف سے اُن کو گھیرے ہوئے ہیں - جاؤ تو بچکر کہاں جاتے ہو ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان (اگر تمکو قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگو تو چلے جاؤ مگر بے قدرت تو نہیں جا سکوگے) یہ ہی سائنٹفک حکومت جسنے تمام رعایا کو جکڑ بند کر رکھا ہے - ہندوستان میں اس طرح کی اضطراری حکومت انگریزوں سے پہلے اور کسی کو تو نصیب ہی نہیں ہوئی - نہیں معلوم ۱۸۵۷ء کے غدر میں میں اپنے دل ہی دل میں کہا کرتا تھا کہ انگریز بھلے سے ہوں تو سہی کہ تھوڑے دنوں کے لئے سمندر میں جو رہیں - تاکہ باغیوں کو کافر نعمتی کا اچھی طرح مزا مل جائے - باوجودیکہ اوسوقت تک انگریزوں کا سائنٹفک تسلط ایسا قوی نہ تھا - جیسا آب ہے مگر جیسا اور جسقدر تھا میرے اس خیال کو کافی تھا کہ جو آسایش ہمکو انگریزی عملداری میں میسر ہے کسی دوسری قوم میں اسکے مہیا کرنے کی صلاحیت نہیں - پس یہی باغیان ناعاقبت اندیش بزعم خود غلط جو عملداری کے تزلزل سے خوش ہیں چند روز میں عاجز آکر منت انگریزوں کو منا کر لائیں تو سہی - میں اپنی معلومات کے مطابق اوسوقت کے

ہندوستانی والیان ملک پر نظر ڈالتا تھا اور برما اور نیپال اور افغانستان بلکہ فارس اور مصر اور عرب تک خیال دوڑاتا تھا۔ اس سرے سے اوس سرے تک ایک متنفس سمجھ میں نہیں آتا تھا جسکو میں ہندوستان کا بادشاہ بناؤں۔ امیدواران سلطنت میں سے اور کوئی گروہ اوسوقت موجود نہ تھا کہ میں اوسکے استحقاق پر نظر کرتا۔ پس میرا اوسوقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریزہی سلطنت ہندوستان کے اہل ہیں۔ سلطنت انہی کا حق ہے انہی پر بحال رہنی چاہئے۔ دعوے مدعیان منع عسرچہ ڈسمس۔ ہوں تو میں غریب آدمی کسی کا نوکر نہیں چاکر نہیں۔ مگر اپنے جھونپڑے میں پڑا ہوا اب بھی سلطنت کے فیصلے کیا کرتا ہوں۔ میں نے اپنے ذہن میں ایک ایسا قاعدہ ٹھیرالیا ہے کہ شاید مدتوں تک مجھکو تجویز کی زحمت نہیں اوٹھانی پڑیگی۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ فی زماننا ہذا سلطنت کوئی حق مستقل بالذات نہیں بلکہ سائنٹفک سوپیریارٹی۔ (علمی برتری) کا تابع اور اوسکی فرع ہے۔ پس جو شخص سائنٹفک سوپیریارٹی سے بے نصیب ہو اوسکا دعوے سماعت نہ کیا جائے۔ ہماری تیرہویں صدی میں دنیا کی تمام حالتیں اسقدر متغیر ہوئیں کہ اگر آج سے سو برس پہلے کے مردے کا جلایا جانا ممکن ہوتا تو وہ دنیا کو دیکھ کر ضرور تعجب کرتا۔ سب سے بڑا عظیم الشان تغیر جس پر تمامتر دوسرے تغیرات متفرع ہوئے علمی تغیر تھا۔ جب مسلمان ہندوستان پر حکمران ہوئے تو جیسا اقتضائے حکومت ہے۔ رفتہ رفتہ ہندوں کے علوم نسیاً منسیاً ہوکر آخرکار مسلمانوں کے علوم رواج پاگئے۔ متعصب ہندوں نے جو مسلمانوں کے مظالم کی بڑی لمبی فردبنا رکھی ہے۔ اوس میں یہ بات بھی ضرور ہوگی۔ لیکن میرے نزدیک اون کو مسلمانوں کا شکرگزار ہونا چاہئے۔ اے کاش جس طرح مسلمانوں کی عملداری میں ہندو اپنے علوم بھول گئے انگریزی عملداری میں مسلمان اپنے علوم بھول گئے ہوتے تو کیوں سیکڑوں ہزاروں مسلمان اس کانگریس میں حاضر ہونے کی سرگرانی اوٹھاتے۔ اب جو انگریزی سرکار دربار میں ہندو استقدر پیش پیش ہیں کہ

گویا تمام سرکاری خدمتوں کے ٹھیکہ دار ہیں اور یوں بھی اس عملداری میں انکو ہر طرح کے بھاگ لگ رہے ہیں ؎

خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھے گیسو بڑھے

حُسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

یہ سب ترقی و خوشحالی اپنے قدیم علموں کے بُھلا دینے کی وجہ سے ہے - ہندوؤں اور مسلمانوں کی کچھ تخصیص نہیں - روے زمین کی تمام قوموں کے پُرانے علوم اسی قابل ہیں کہ انکو بُھلا دیا جاسئے - کل قوموں کے پُرانے علوم تھوڑی کمی بیشی کے ساتھ گو وہ اختلاف سرزمین وغیرہ کی وجہ سے ہونے ضرور تھے - باعتبار مآل کار قریب قریب ایک ہی طرح کے تھے - اگر مائی نیوٹلی (شرح و بسط کے ساتھ) علموں کی تفصیل کرنی چاہو تو بڑی بھاری فہرست بن سکتی ہے - مگر میرے دیکھنے میں تو پُرانے علم متداول دو ہی طرح کے تھے زباندانی اور معقولات - فن زباندانی ہر زمانے میں ہر سرزمین میں ہر دل عزیز رہا ہے - اب بھی ہے اور آیندہ بھی رہیگا - لیکن ہر دلعزیز ہونا ہونا اَور چیز ہے اور قوم اور ملک کے حق میں مفید ہونا اَور چیز - بیشک ایسی مثالیں بھی ہیں کہ بعض اوقات شاعروں کو ایک ایک قصیدے کے صلے میں لاکھ لاکھ روپیہ ملا ہے - مگر یہ شخصی فائدے تھے اور وہ بھی شاذ و اتفاقی - ان گئے گذرے وقتوں میں بھی ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے تک دلی میں ایسے ایسے شاعر موجود تھے کہ ہر شخص اپنی طرز کا اوستاد تھا - مگر بچارے محتاج مفلس تنگی معاش کی وجہ سے پریشان - اور جتنے نامی اور مستند شعرا متقدمین و متاخرین ہندی اور عجمی ہو گذرے ہیں سبھی کے کلام سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ شاعروں کو گویا کسی فقیر کی بد دعا ہے کہ ہمیشہ تنگدست رہیں - ہمارے ملک میں کلب علی خان ایک شاعر تھے اون کے شعر سے اسکی تصدیق ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں ؎

لوگ کہتے ہیں کہ فن شعر گوئی نحس ہے

شعر کہتے کہتے میں ڈپٹی کلکٹر ہو گیا

خیر یہ دعا تو کیا ہوگی مگر اسکا سبب یہ ہے کہ شاعری کی ایسی بڑی چاٹ ہے کہ آدمی کو دنیا اور دین دونوں جہان کے کاموں سے معطل کر دیتی ہے - ناچار شاعروں کو امیروں کا بھاٹ بننا پڑتا ہے جو ایک طرح کی گداگری ہے - غرض خود شاعروں کے ذاتی فائدے کے لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو شعر و سخن امیروں کے پیٹ بھرنے کا شغل تھا - اب نہ پہلے سے امیر رہے نہ انکی سی فراغتیں - ع

آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

کس توقع پر کوئی خون جگر کھائے - نتیجہ یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سے کسی طرف کوئی نیا شاعر بڑے نام و نمود کا سننے میں نہیں آیا - لکھنؤ والوں میں کسی قدر گدگری ہے سو وہ بھی یوماً فیوماً گھٹتی چلی جا رہی ہے - جوں جوں لوگوں پر یہ بات منکشف ہوتی چلی جاتی ہے کہ پرانی تعلیم سے معاش میں مدد نہیں ملتی وہ آپ ہی اوس سے دست کش ہوتے جاتے ہیں - سر سید احمد خان کو اور اون کے لوگوں کو جو اُن کا سا خیال رکھتے ہیں صبر نہیں آتا ورنہ کیسے لکچر اور کہاں کا کانگریس پیٹ ایسی بڑی بلا ہے کہ اسکی خاطر سب کچھ کرنا پڑتا ہے - میں نے مدتوں سر رشتہ تعلیم میں نوکری کی اون دنوں کوالیٹی (صفت) کو تو کوئی پوچھتا نہ تھا - کوان ٹٹی (مقدار) بڑی کارگزاری سمجھی جاتی تھی - یعنی جہاں تک ممکن ہو رپورٹ میں مکتبوں اور طالب علموں کا شمار زیادہ دکھایا جائے وہ گورنمنٹ کی غلطی تھی واذ لیکہ ہر سال مکتبوں اور طالب علموں کا شمار [illegible] گورنمنٹ جانتی تھی کہ لوگ پبلک انسٹرکشن کی [illegible] بڑھتے جاتے ہیں - ایک مدت دراز تک گورنمنٹ کو یہی غلط خیال رہا - یہاں تک کہ نوکری کے لئے مڈل کے امتحان کی قید لگا دی گئی اوس وقت سے البتہ لوگ سرکاری تعلیم کی طرف راغب ہوئے - لہٰذا اس وجہ سے کہ اس تعلیم کو پسند کرتے ہیں بلکہ صرف نوکری کی طمع سے - تو میں نے [illegible] ہوئے غلط کیا - مجھکو کہنا چاہیئے تھا کہ مجبور ہوئے - پھر یہی تماشا وکالت اور منصفی کے امتحانوں میں دیکھا - اِن باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لوگ معاش کی طرف سے مضطر ہیں جدھر توقع پاتے

ہیں جو تامل دوڑ سے چلے جاتے ہیں - مذہبی تعصب یا غلط فہمی یا اور کوئی خیال جسنے شروع شروع میں مسلمانوں کو انگریزی تعلیم سے باز رکھا ہو میرے نزدیک جہاں تک مجھکو معلوم ہے اب اون موانع میں سے کوئی مانع باقی نہیں اب مسلمان سمجھ گئے - ہیڈ نیشن وہین نیوز (جدید ہو تو اس سے بہتر ہے کہ کبھی نہو) کہ پچھلے ڈھرے پر چلنے سے انکی دنیاوی کاروباری نہیں ہوسکتی - اب سرکاری مدرسوں میں انکا شمار بہت بڑھ گیا ہے اور اوس حمیت سے جو مسلمانوں کا خاصۂ مذہبی ہے - میں تو یقین کرتا ہوں - کہ مسلمانوں نے جبتک نہیں کیا تھا نہیں کیا تھا لیکن اب کرنے پر آئے ہیں تو ایسا کرینگے جو کرنے کا حق ہے - خدا انکو توفیق دے کہ ایسا ہی کریں - میں پہلے علوم کے سلسلے میں یہ بات بیان کر رہا تھا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد کسی طرف کوئی نیا شاعر بڑے نام و نمود کا نکلنے میں نہیں آیا - یعنی ہمارے لٹریچر (علم ادب یا انشاپردازی) کی ترقی مسدود ہو گئی - آپ صاحبوں میں سے کوئی صاحب ایسا نہ سمجھیں کہ میں لٹریچر کا نوحہ پڑھ رہا ہوں - نہیں نہیں - میں تو اس خیال کا آدمی ہوں کہ علوم قدیمہ کو مسلمانوں کی ترقی کا سد راہ جانتا ہوں اور علوم قدیمہ میں سے بھی خاصکر لٹریچر کا سخت مخالف ہوں مسلمانوں میں ایز اے نیشن (بحیثیت قومی) جتنی خرابیاں ہیں کل تو نہیں اکثر اسی لٹریچر نے پیدا کی ہیں - یہ لٹریچر جھوٹ اور خوشامد سکھاتا - یہ لٹریچر واقعات اور موجودات کی اصلی خوبی کو دباتا اور مٹاتا - یہ لٹریچر مبالغات اور مغز خرافات سے اصل کو فکشن (واقعات) بناتا - یہ لٹریچر نالایق و طول کو سوسائٹی میں [illegible] دلاتا - اگر کسی نے اس زہر کو چکھا ہے تو جینے چاہیے اور اگر کسی نے سانپ کو کھلایا ہے تو جیسے آپ [illegible] اسکے کٹوایا ہے - اگرچہ بڑی عمر میں بوڑھے طوطے کی طرح آپ ہی آپ تھوڑی سی انگریزی بھی پڑھ لی تھی لیکن میری طبیعت میں ایشیائی تعلیم کا رنگ رچ چکا تھا - انگریزی پڑھنے سے اتنا تو ہوا کہ مجھکو ایشیائی لٹریچر کے عیوب معلوم ہونے لگے - مگر مذاق عمر بھی کا وہی رہا - اب بھی کوئی برجستہ شعر سن پاتا ہوں چاہے اسمیں کتنا ہی مبالغہ خلاف قیاس کیوں نہو بے اختیار پھڑک اوٹھتا ہوں - یہ سامنے کی خرابی بحیثیت فارسی کی

پھیلائی ہوئی ہے - خیالات اور مضامین کے اعتبار سے تمام دنیا کے لٹریچروں میں
اس زبان کے لٹریچر سے بدتر اور کوئی لٹریچر نہیں - اسنے قومی مذاقوں کو ایسا
بگاڑا اور اسقدر تباہ کیا کہ ہم لوگوں کو واقعات میں مزہ نہیں ملتا اور چونکہ طبیعتوں
سے مناسبت سلب ہوگئی ہے سرکاری تعلیم مسلمانوں کو غذا اسے نامرغوب کیطرح
پچتی نہیں شاید سو طالب العلموں میں ایک بھی ایسا نہیں نکلیگا جو تاریخ اور جغرافیہ
اور طبعیات پر دل لگاتا ہو - ایک ڈائرکٹر نے رپورٹ میں لکھا کہ مسلمانوں کے سر ہی
خدا نے ریاضی کے مناسب نہیں بنائے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر مسلمان طالب العلم
ریاضی میں فیل (ناکامیاب) ہوتے ہیں - مسلمانوں کی تعلیم کی اصلاح میں مجھکو
سب سے زیادہ خدشہ اسی کا ہے کہ اونکی طبیعتیں کہیں مدتوں میں جاکر تعلیم جدید
سے مناسبت پیدا کرینگی - لٹریچر جسکی نسبت میںنے چند ریمارک کئے - مسلمانوں کی
تعلیم مروجہ کا جزو اعظم ہے - بعض وقلیل ہم (اور ایسے لوگ تھوڑے ہیں) جنکو سر پر
دستار فضیلت کے لادنے کا شوق ہوتا ہے - زبان کے علاوہ کچھ علوم بھی پڑھتے
ہیں جنکا خلاصہ ہے معقولات - سو ہمارے یہاں کا معقول ایسی نامعقول چیز ہے کہ
اسکے پڑھنے سے انسان مخبوط العقل ہوجاتا ہے - میں اسکو تسلیم کرتا ہوں کہ ایک
حد تک معقول کا پڑھنا مفید اور کارآمد ہے - اس سے فکر نا مرا اور ذہن تیز ہوتا مطلب
کے ماله اور ما علیہ اور اطراف و جوانب پر نظر احاطہ کرنے لگتی - مگر اوس میں تو
غل کرنا انسان کو تشکی - جھگڑالو - اور کٹھ حجتی بناتا اور تحقیق حق سے باز رکھتا ہے
لٹریچر کی تو خیر ترقی ہی مسدود ہوئی ہے - معقولات کو میں دیکھتا ہوں عملی شفا
جرعہ ھا ہیا (معدوم ہونے کے ترکیب) بڑے بڑے چھاپے خانے والے
جنکو اپنا چھاپہ خانہ چلانے کے لئے خشک و تر ہر طرح کے ایندھن کی تلاش رہتی ہے اب تو
وہ بھی معقولات کی کتابوں کو ہاتھ نہیں لگاتے کیونکہ انکی نکاسی نہیں پاتے - غرض نہ
کسی کے سمجھانے سے نہ کسی کے بہکانے سے نہ کسی کے ڈرانے دھمکانے سے بلکہ دیکھنے
اور آزمانے سے مسلمانوں پہ خود بخود پرانی تعلیم کا بھنڈا کھل گیا اور انگریزی پڑھیں یا نہ

پڑھیا مگر ٹیپو اانی تعلیم کو تو خیرباد کہہ چکے - غدر کے بعد سے ہم تو برابر یہی دیکھتے چلے آتے
ہیں کہ جب کسی فن کا کوئی صاحب کمال مرا وہ فن بھی اوسی کے ساتھ رخصت ہوا - اب سے
زیادہ نہیں بیس برس پہلے کسکو توقع تھی کہ تعلیم کے متعلق مسلمانوں کے خیالات اسقدر جلد
روبراہ ہو جائیں گے - جب سر سید احمد خان نے ابتداً مسلمانوں کے رفارم کی چھیڑ چھاڑ
شروع کی - باستثنا سے معدودے چند جنکو سر سید احمد خان کے ساتھ زیادہ اختلاط تھا
اور وہ ایمانًا اور صداقتہً انکے ارادوں کو مسلمانوں کی سچی خیرخواہی کے سوا سے دوسرے
موٹو (اغراض) کیطرف منسوب کر نہیں سکتے تھے تمام ہندوستان کے مسلمان کنفس
واحدۃ انکی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور جو نہ کہنا تھا سو کہا اور جو نہ کرنا تھا سو کیا -
اون دنوں مسلمانوں کی عام شورش دیکھکر یہ خیال تو کئی بار میرے دل میں بھی آیا تھا کہ جب
مسلمان رفارم کے ساتھ اسقدر مخالف ہیں تو بہتر ہوگا کہ اونکو اونکی حالت پر چھوڑ دیا جائے
یہاں تک کہ زمانہ اونکی اصلاح کرے فان الدھر احسن المودبین (یعنے زمانہ سب سے
اچھا سکھلانے والا ہے) لیکن غور کرنے سے مجھکو اپنی غلطی پر تنبہ ہوا اور میں نے سوچا
کہ زمانہ یا دہر یا وقت ہے کیا چیز - تو وہ کوئی موجودہ منظر یا فی مستقل بالذات ہے اور نہ
اوسمیں تصرف کی قدرت ہے جو کچھ ہوگا اور جب کبھی ہوگا ہمارے ہی کرنے سے ہوگا
چنانچہ سر سید احمد خان اپنی دھن میں اپنا کام کئے چلے گئے - اول تو ہمارے یہاں رفارمر ہی
ایسے کوڑیوں ہو گزرے ہیں کہ اون کے ساتھ سر سید احمد خان کا مقابلہ کیا جائے
لیکن جہانتک مجھکو رفارمروں کا حال معلوم ہے یہیں کے نہیں بلکہ دوسرے ملکوں کے
بھی - میں تو سر سید احمد خان کو بڑا خوش نصیب اور کامیاب رفارمر سمجھتا ہوں - انہوں نے
ایسی جگہ ایک بیج بویا جہاں کی سرزمین اور آب و ہوا کسی طرح اس بیج کو سازگار نہ تھی -
انکی آبیاری سے وہ بیج جما اور اسکو نشو و نما ہوا اور انشاء اللہ وقت پر پھولے اور پھلیگا
بھی کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ
یعجب الزراع (جیسے کھیتی کہ کونپل نکلی پھر اوس میں جان پڑی پھر پنپی پھر کھڑی ہو گئی
کہ کاشتکار لگے دیکھکر خوش ہونے) اور یہ سب کچھ انہی کی زندگی میں - علیگڈھ میں ابہات

ثبوتِ مرئی موجود ہے۔ محمڈن کالج کا ایک متنفس کرنے پر آئے تو کیا کچھ کر سکتا ہے
اب ہمکو اور ہم ہی کو نہیں جو اس ہال میں جمع ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو سوچنا چاہیئے۔ کہ
سر سید احمد خان میں کاہے کی خصوصیت ہے۔ کیا انکی لال ٹوپی میں پھندنے
کی جگہ سرخاب کا پر لگا ہے؟ نہیں۔ کیا یہ بڑے عالم متبحر ہیں؟ نہیں۔ کیا یہ بڑے
مالدار ہیں؟ نہیں۔ کیا انکو گورنمنٹ سے کوئی اقتدار خاص عطا ہوا ہے؟ نہیں پھر
انکے پاس وہ کیا لٹکا ہے جس سے مسلمانان ہند کی کایا پلٹ دی اور انکی ہسٹری ایک
نیا ایرا (واقعہ عظیم جس سے برسوں کا شمار کیا جائے جیسے مسلمانوں میں ہجرت)
شروع کرادیا۔ وہ لٹکا ہے دل جوان کے سینہ میں لٹکا ہوا ہے۔ کسی کے
پاس ایسا دل ہو تو وہ بھی علیگڈہ کے محمڈن کالج کا سا شعبدہ کر سکتا ہے

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

ابھی قوم کو ایسے بہت سے دلوں کی ضرورت ہے مقلب القلوب توفیق عطا
کرے۔ اگرچہ محمڈن علی گڈہ کالج فی حد ذاتہ بڑے فخر ونمود کی چیز ہے اور ابداً
موبداً فخر ونمود کی چیز رہیگا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ تعلق وہ قومی تعلق جو
سر سید احمد خان کو اس کالج کے ساتھ ہے کم سے کم بیس پچیس برس سر سید احمد خان کو
اگر مرنا چاہیں بھی تو نہیں مرنے دیگا۔ مگر میری نظر میں علیگڈہ محمڈن کالج سے کئی درجہ
زیادہ سر سید احمد خان کے لئے فخر ونمود کی چیز یہ ہے کہ اونہوں نے مسلمانوں کو
ڈوبتا ہوا دیکھکر غل مچایا اور اونکو ورطۂ ہلاکت سے نکلنے کا راستہ بتایا یارے شکر ہے
کہ مسلمان بدیر سمجھے مگر سمجھے سے

لائے اوس بت کو التجا کرکے
کفر توڑا خدا خدا کرکے

اَب مسلمانوں کو انگریزی سے نہ اگلی سی وحشت ہے نہ پہلا سا گریز ہے۔ الغرض جو کچھ
ہوا اور جتنا کچھ ہوا بہت ہوا۔ امید سے زیادہ۔ توقع سے بڑھ کر۔ مگر ہائے اَب بھی

مسلمانوں کے درد کی دوا نہیں - اسوقت تک جتنی انگریزی پڑھائی جاتی ہے اسکی غرض وغایت بجز سرکاری نوکری - انگریزی پڑھنے پر بھی مسلمانوں کو سرکاری نوکریوں میں سے جو حصہ ملنے والا ہے وہ ایسا ہی ہوگا جیسے اونٹ کے مونہہ میں زیرہ - اول تو وہ نوکریاں ہی کتنی ہیں ایک انار اور پھر اونکے دعویدار صد بیمار - کہ نہ ذات کی قید نہ پیشہ کا لحاظ نہ مذہب کی خصوصیت نہ ضرورت پر نظر - ایک عالم ہے کہ نوکری کے خبط میں گرفتار ہے - انگریزوں کے سارے انتظام اچھے ہیں مگر وضع الشی فی غیر محلہ (بے جگہ چیز کو رکھنا) راونڈ بال ان اے اسکوئر ہول (چوکور سوراخ میں مدور گولی) انہوں نے اپنے ملک پر قیاس کرکے نوکری کو عام کردیا اور یہ نہ سمجھا کہ یہاں نوکری ایک پیشہ ہے اور پیشہ دخل ذات - پس نوکری کا عام کرنا گویا ذات کے امتیاز کو مٹانا اور سوسائٹی کے قدیم کانسٹیٹیوشن (بناوٹ) کو بگاڑنا ہے - جو اعتراض نوکری کی تعمیم پر ہے وہی مع شیئی زائد تعلیم کی تعمیم پر بھی ہے کنجڑے بھٹیارے - نائی - قسائی - دھوبی - گھسیارے - درزی - خانساماں - خدمتگار - بلکہ بھنگی تک پڑھنے پر اوتر پڑے - لکھ پڑھ جانے سے کمینوں کی تو سوسائٹی میں کچھہ بھی عزت نہ بڑھی - مگر ان نااہلوں نے علم کو ذلیل کردیا - ع

ہرچہ گیرد علتی علت شود

میرے والد مرحوم مجھے بچپن میں سمجھایا کرتے تھے کہ بیٹا علم تمغا ہے شرافت ہے - اونکے یہ الفاظ ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں - اب اوسی تمغاے شرافت کو دیکھتا ہوں چینی کے کھلونوں سے زیادہ بے قدر - جس قلی مزدور نے چاہا ایک پیسے کے درجن بھر خریدے اور کوٹ میں ٹانک پھرا - منجملہ چند در چند قباحتوں کے جو تعمیم تعلیم سے پیدا ہوئیں اور ہوتی چلی جارہی ہیں بڑی قباحت یہ ہے کہ پیشہ نوکری ہندوستان میں ہمیشہ سے رہا ہے معزز - جو شخص ذرا سی بھی شد بد کرلیتا ہے نوکری کے سوا دوسری شئے کو ہاتھ نہیں لگانا چاہتا - نتیجہ یہ ہے کہ دوسرے پیشوں میں پیشہ وروں کی قلت اور برابر گھٹتی چلی جاتی ہے اور جتنے لوگ دوسرے پیشوں کو چھوڑتے جاتے ہیں

وہ سب نوکری میں کھنچتے جاتے ہیں - پس اگر مسلمانوں نے سرکاری نوکری کے لالچ میں آکر انگریزی پڑھنی شروع کی ہے اور مجھے خوب معلوم ہے کہ جنہوں نے پڑھی اسی غرض سے پڑھی اور جو پڑھ رہے ہیں اسی غرض سے پڑھ رہے ہیں - اگرچہ کہتے ہوئے میرا جی کڑھتا ہے مگر بے کہے رہا نہیں جاتا کہ امتحان میں اگر فیل (ناکامیاب) نہ بھی ہوں تو اس موقع میں اکثر ضرور فیل ہونگے کہ اسواسطے کہ اسٹور (گودام) کھچا کھچ بھرا پڑا ہے اور ڈیمانڈ (مانگ) ہے - مگر سپلائی (رسد) کے مقابلے میں گویا کچھ نہیں - اگرچہ خطر ناکامی سبھی کے لئے ہے مگر روپیہ میں دو آنے ہندو تو چودہ آنے مسلمان - کیونکہ مسلمانوں نے انگریزی کے شروع کرنے میں اسقدر دیر کی کہ ہنود چھوٹی بڑی تمام سرکاری خدمتوں پر قابض ہو چکے تھے - علاوہ برین گورنمنٹ سروس کا بڑا حصہ سب آرڈینیٹ سروس (ادنے درجہ کی نوکری) جس میں تھوڑا بہت ابتذال چار و ناچار انگیز کرنا پڑتا ہے - اور ہم مسلمانوں کا حال جلی ہوئی رسی کا سا ہے کہ راکھ ہو گئی مگر بل نہیں گئے - سخت بات کی سہار نہیں - خوشامد قومی شعار نہیں ہے

ہم خستہ جان ہیں تجھ سے بھی نازک مزاج تر
تیوری چڑھائی تو نے کہ یاں دم نکل گیا

غرض جس طرح پر تعلیم اب ہو رہی ہے اسکا لازمی نتیجہ بیدلی جسکو ام المفاسد (تمام خرابیوں کی ماں) سمجھنا چاہئے - بار بار سر سید احمد خان کا نام لیتے ہوئے میری طبیعت مضائقہ کرتی ہے کہ مبادا کوئی کریم النفس خیال کرے کہ جس طرح لکھنؤ کے مرثیہ خوان بناتے ہوئے بسورنے والوں کو مجلسوں میں ساتھ ساتھ لئے پھرتے ہیں کہیں اسی طرح سر سید احمد خان مجھ کو تو اپنے ساتھ نہیں لائے - لیکن اگر خدا کسی کے دماغ میں ایسی برکت دے کہ ہر ایک سفید چیز کی طرف سب سے پہلے اوسی کا ذہن منتقل ہوا کرے تو کیا خدا کا ہاتھ پکڑا جا سکتا ہے

حکمت محض است اگر لطف جہان آفرین
خاص کند بندہ مصلحت عام را

غرضیکہ مسلمانوں کے ریفارم کا مضمون سب سے پہلے سر سید احمد خان کو سوجھا اسیطرح ایجوکیشنل کانگریس کی ابتدا انہی سے ہوئی - اور اگر اوس میں کامیابی ہوئی اور امید ہے کہ ہوگی اور ضرور ہوگی تو میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے اقبال کی صبح کے طلوع کا وقت قریب آگیا کیونکہ تعلیم ہی ایک چیز ہے جو دنیا اور دین دونوں کی درستی کی متکفل ہو سکتی ہے -

اگر تعلیم کو ہم ایک مقدمہ فرض کریں تو اسکی روداد ایسی صاف اور سلیس ہے کہ جو فیصلہ اسپر صادر کیا جائے مختلف فیہ ہو نہیں سکتا - ہمکو چاہئے کہ پہلے اہل یورپ کے ساتھ اپنی حالت کا موازنہ کریں - ہم دیکھتے ہیں کہ جو سامان مبدار فیاض نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کی آسایش کے لئے مہیا کئے ہیں ہمکو اون میں سے اکثر بیشتر کا حصہ عطا ہے - ہماری جیسی سرزمین - ہماری جیسی آب و ہوا - ہمارے جیسے موسم - ہماری جیسی پیداوار - غلے - میوے - درخت - پھول - پھل - ہمارے جیسے حیوانات - ہمارے جیسے معادن کوئی چیز بھی تو اہل یورپ کو نصیب نہیں اس رو سے چاہئے تھا کہ ہم خوشحال ہوتے اور اہل یورپ تنگدست - ہم محتاج الیہ ہوں اور اہل یورپ محتاج - لیکن معاملہ منعکس ہے سلطنت کو بھاڑ میں ڈالو - اور اس کمبخت کا نام نہ لو - یوں دیکھو کہ ہندوستان اور یورپ میں باہمی لین دین کا کیا رنگ ہے - وہ رنگ یہ ہے کہ ایک آدمی ہے نہ زندہ نہ مردہ بلکہ سسکتا ہوا نیم جان ضعیف و ناتوان - اوس بیچارے کو اس کثرت سے جونکیں لپٹی ہوئی اوس کا خون پی رہی ہیں کہ کوئی مسام جونک کے مونہہ سے خالی نہیں اور جونکیں بھی کاغذی نہیں بلکہ بڑے قسم کی جو بھینسا جونک کہلاتی ہیں - آپ سمجھے کہ اس تمثیل سے میری کیا مراد ہے - وہ نیم جان آدمی ہندوستان ہے - خون ملکی دولت - اور جونکیں اہل یورپ - یہ سمجھنا ایک نادان بلکہ بے ایمان آدمی کا کام ہے کہ انگریز بزور حکومت ہماری دولت گھسیٹے لئے چلے جاتے

ہیں - ذرا ٹریڈ اور کامرس (تجارت) اور امپورٹ اور اکسپورٹ (مال کی درآمد برآمد) کی رپورٹیں پڑھو اور فنانشیل سکریٹری سے سالانہ بجٹ (تخمینہ جمع و خرچ) کے نقشے لیکر دیکھو - مگر خبردار نقشے مانگنے جاؤ تو اتنی بات ضرور جتا دینا کہ ہم نیشنل کانگریس والے نہیں ہیں تو معلوم ہو کہ سلطنت کی راہ دولت رس رہی ہے تو ٹریڈ (تجارت) کیطرف بند ٹوٹا ہوا ہے - ہماری اور اہل یوروپ کی تجارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم خریدنے والے ہیں اور اہل یوروپ بیچنے والے - بیشک ہندوستان سے بھی بہت سا مال یوروپ کو چلا جاتا ہے مگر مینوفیکچرڈ (تیار کیا کرایا) نہیں بلکہ راہ میٹریل (غیر تیار شدہ اشیاء) کہ جیسا پیدا ہوا ہوں کا توں یوروپ چلا گیا - اہل یورپ نے اوسکو اپنی ہنرمندی سے بنایا سنوارا اور اضعافا مضاعفہ نفع پر پھر اوٹا ہمارے سر مارا - اہل یورپ نے ساری تجارت کو اپنی مٹھی میں کرلیا ہے جیسے شیر کہ اوس نے شکار مارا اور گودا اور خون جو جو چیزیں عمدہ اور مزہ کی تھیں - آپ کھائیں پین خالی ہڈیاں لومڑی کے لئے چھوڑدیں کہ لے انکو پڑی چچوڑا کر - دلی میں اسوقت غلے کی بڑی بھاری منڈی کھاری باولی ہے - بندہ کا غریب خانہ اسی منڈی کے متصل ہے - صبح ہوئی اور دن چڑھتے چڑھتے رالی برادرز (نام تجاران انگلستان) کے گماشتے بازار میں آ بھرے اِس بازار میں اکثر اوقات اِسطرح کی چہل پہل رہتی ہے کہ راستہ نہیں ملتا - ہجوم کرنے والوں میں وہ محتاج لوگ بھی ہوتے ہیں جو چھاج اور جھاڑو لئے ہوئے گرے پڑے دانے دُنکے سوہرتے پڑے پھرتے ہیں - میں جب جب ان مصیبت مندوں کو دیکھتا ہوں بے اختیار جی میں خیال آیا کرتا ہے کہ ہزارہا من غلّہ تُل رہا ہے - مگر ان کی قسمت کے دانے ہیں - اسی طرح یورپ کی تجارت میں ہر روز لاکھوں کروڑوں کے وارے نیارے ہوتے ہیں - ہمارے حصّے میں کیا آتا ہے کوڑیاں یا خوب گہرے ہو گئے تو پیسے - یورپ کی اصلی اور حقیقی عظمت - اصلی اور حقیقی ہنرمندی - اصلی اور حقیقی دولت کا اندازہ بے یورپ گئے نہیں ہوسکتا - ہرگز نہیں ہوسکتا - وہ صدہا ہزارہا انواع و اقسام کے کارخانے - وہ صدہا ہزارہا انواع و اقسام کی کلیں وہ صدہا ہزارہا عالی شان

عمارتیں سٹرکیں ۔ پل ۔ ٹنل (سرنگ) انڈر گرونڈ (زیر زمین) ریلوے ۔ ڈاکس ۔ اسٹیمرز ۔ مارکٹس (بازار) پلیسز (ایوان) پارکس گارڈنز (باغ) میوزیمز (عجائب خانے) چرچز (گرجاگھر) اور کیا اور کیا کیونکر ہندوستان میں اوٹھکر آجائیں کہ ہم اونکو دیکھیں مگر جسقدر یہاں ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے اس سے تو اتنا بھی کوڑ مغز سے کوڑ مغز اور متعصب سے متعصب بھی کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہم کسی دنیاوی برتری میں انگریزوں کے ساتھہ لگا نہیں کہا سکتی ۔ اچھا اب دوسری بات ہمکو یہ دیکھنی ہے کہ انگریزوں میں یہ ہنرمندی یہ صناعی یہ قوت ایجاد آئی تو کہاں سے آئی اور کیونکر آئی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ انگریزوں کے سارے کمالات اِس ایک صفت پر متفرع ہیں کہ سب کے سب بڑی سرگرمی کے ساتھ واقعات نفس الامری کی ڈوہ میں لگے رہتے ہیں یعنی ان کی طبائع میں قوۃ استقراء بالنسبتہ الی سائرالناس (جزئیات سے کلیہ قاعدہ بنا لینے کی قوت بہ نسبت اوروں کے) غالب ہے اور ہو نہو لوکل سرکمسٹانسز یعنے مقامی حالات نے ان کے اس سنس (حواس) کو تیز کیا ہوگا ۔ نسسٹی از دی مدر آف انونشن (ضرورت مادر ایجاد) انکی سرزمین ضروریات زندگانی کے مہیا کرنے کے قابل نہ پہلے تہی اور نہ جیسی چاہئے اب ہے آیندہ کسی تدبیر سے ضروریات زندگانی کیسی اگر خود شجرۃ الحیات (درخت زندگی) ہی اِس سرزمین میں پیدا ہونے لگے تو تعجب نہیں ۔ کارخانہ دنیا کا انتظام اِسی قاعدہ پر مبنی ہے کہ مخلوقات میں جسقدر جسکی ضرورتیں کم اوسیقدر ڈل (کاہل) اور ضعیف العقل ۔ اگر انسان گھاس پھوس سے اپنا پیٹ بھر لیا کرتا اور گرمی سردی برسات سے متاذی نہوتا تو ایک گدہے جتنی عقل اسکو کفایت کرتی اور اتنی ہی اسکو ملتی بھی ۔ مگر نیچر (فطرت) نے ایک طرف انسان کو سازوسامان زندگی کے عطا کرنے میں مضائقہ کیا تو دوسری طرف عقل سے اسکی تلافی کردی ۔ اگر یہ استدلال صحیح ہے تو ایشیاٹک قومیں خلقۃً اہل یورپ کے مقابلہ میں کاہل اور کم عقل ہیں ۔ میں شاید اپنے بیان کے قصور کی وجہ سے اپنا مافی الضمیر اچھی طرح آپ صاحبوں کے ذہن نشین نہیں کرسکا ۔ ٹو بی مور پلین (زیادہ وضاحت کے ساتھ)

میرا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ قوم کو ایسی تعلیم دینی چاہتے ہیں کہ اسکے ذریعہ سے قوم کی حالت درست ہو جیسی کہ اہل یورپ کی ہوئی تو یہ شکل آپ کی نصیب العین۔ (آنکھ کے سامنے) رہنی چاہیئے کہ میری سمجھ کے مطابق قوم کی طبیعت میں اسکا تقاضا مخمر نہیں یا اگر ہے تو اسقدر ضعیف ہے کہ اسکو قوی کرنا ویسا ہی دشوار ہے جیسا کہ نئے تقاضے کا طبیعت میں پیدا کرنا تعلیم مروجہ سے چاہے وہ سرکاری کالجوں کا ہو یا علی گڈہ محمڈن کالج کی مجھکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شکل کو اسوقت کی نظر سے نہیں دیکھا گیا جسکی وہ مستحق ہے۔ علیگڈہ محمڈن کالج کو سرکاری کالجوں پر کچھ مزیت ہے بورڈوں کا بڑا اہتمام ہے۔ مسلمانوں کے تالیف قلوب کی بھی کچھ رعایت کیگئی ہے۔ مگر ان باتوں کو نفس تعلیم میں جسپر میں بحث کر رہا ہوں کچھ مدخل نہیں۔ جہانتک مجھکو علم ہے علی گڈہ محمڈن کالج کی جماعتوں کا اسٹینڈرڈ اور سرکاری کالج کی جماعتوں کا اسٹینڈرڈ نہ صرف یکسان بلکہ متحد ہے۔ پس تعلیم مروجہ تمام برٹش انڈیا میں قریب قریب ایک ہی طرز کی ہے۔ اس طرز پر جتنے لوگوں نے آجتک تعلیم پائی ہے انکا مجموعی شمار بھی کچھ ایسا کم نہیں۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ ملک کی حالت پر خود تعلیم یافتہ لوگوں کے مائنڈز (دلوں) پر اس تعلیم کا کیا اثر مفید مترتب ہوا ایک کا جواب ہے نل (نہیں) دوسرے کا نن (کچھ نہیں) برٹش انڈیا ماشاء اللہ اتنا بڑا وسیع اور آباد ملک اور مدتوں سے تعلیم کا چرچا لیکن کوئی صاحب مہربانی فرما کر بتائیں کہ شروع سے لیکر آجتک۔ کسی پاس شدہ اسٹوڈنٹ نے کسی قسم کی کوئی کل نکالی؟ کسی چیز کی کان دریافت کی؟ فلاحت کے پرانے دقیانوسی دستوروں میں کسی دستور کو بدلا۔؟ حیوانات میں سے کسی حیوان کی نسل کو درست کیا؟ اپنے بھائی بندوں میں ڈومسٹک اکانومی (خانہ داری میں کفایت شعاری) پھیلائی؟ لوگوں سے سینٹیری رولز (صفائی کے قاعدے) کی تعمیل کرائی؟ تجربہ و استقرا کرکے موالید ثلثہ میں سے کسی ایک چیز کا کوئی نیا خاصہ تحقیق کیا؟ کوئی سی دو چیزوں میں علاقہ علیۃ و معلولیۃ ثابت کر دکھایا؟ یہ نہ سہی اپنی ایجوکیشن (تعلیم) سے کسی اور طور پر پبلک کو نفع پہونچایا ہو تو بتاؤ از برائے خدا

بتاؤ کہ ذرا ایسا بھی جی خوش ہو جائے۔ پبلک کو نفع پہونچانا تو درکنار ابھی سے لوگوں نے جھینکنا شروع کر دیا ہے اور ابھی سے جھینکینگے کہ تعلیم مروجہ سے خود پڑھنے والوں کی کاربراری نہیں ہوتی اور واقع میں یہ پڑھے لکھے تعلیم یافتہ اونچی دوکان پھیکا پکوان۔ سرکاری نوکری کے علاوہ اور ہیں بھی کس مصرف کے۔ اور اگر انکو نوکری نہ ملے اور نہ ملنے کے احتمالات زیادہ اور قوی تر ہیں تو یہہ بیچارے مصیبت کے مارے روٹیوں کو محتاج معاش سے تنگ مرتا کیا نہ کرتا عذاب ہونگے اپنے حق میں۔ اپنے خاندان کے حق میں۔ سوسائٹی کے حق میں۔ اور بھی گورنمنٹ کے حق میں۔

اَب میں اپنے خیال کے مطابق یہ بات دکھانی چاہتا ہوں کہ تعلیم مروجہ میں کس چیز کی کسر ہے اس غایت تک ہی کسر ہے ادہوری اور ناتمام ہے میں اسوقت کے تعلیم یافتوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اون کو ہر طرح کی تحسین اور توقیر کا مستحق بناتا ہوں اور ہر چند ساری عمر پڑھنے ہی پڑھنے پاپڑ بیلے ہیں۔ مگر میں صاف دل سے ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہوں۔ میری طالب العلمی کے زمانے میں تو بی۔اے۔ اور ایم۔اے کے کچھ بکھیڑے تھے نہیں اور خدا نے مجھکو اس دوسری سے بچایا ہے کہ اپنے نام کے ساتہہ کسی خطاب کا دم چھلا لگاؤں لیکن میں اسکا معترف ہوں کہ اگر مجھ سے ایسے کڑے کڑے امتحان لئے گئے ہوتے تو میں ضرور فیل (ناکامیاب) ہوتا۔ میری طبیعت ہی خدا نے ریاضی کے مناسب نہیں بنائی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس زمانے میں میں ڈفرنشل اینڈ انٹگرل کیلکیولس پڑہتا تہا۔ اقلیدس کے ابتدائی مقالوں کے سیدہے دعوؤں اور جبر و مقابلے کی شکل مساواتوں کو حل نہیں کر سکتا تھا کیا یہ بے مناسبتی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ میرا دماغ۔ میرا حافظہ۔ میرا ذہن یعنی میں پورا اور پکا مسلمان ہوں۔ ہاں تو غرض یہ ہے کہ مجھکو تعلیم مروجہ کے نقصان دکھانے منظور ہیں تعلیم یافتوں کی اہانت مقصود نہیں۔ تو کوئی تعلیم یافتہ اس سے برا نہ مانے کہ میں قوم آجکل کے بڑے سے بڑے تعلیم یافتہ کو بھی اس مثل کا مصداق سمجھتا ہوں جیک آف آل ٹریڈ ماسٹر

آف نن (سب کچھ جانتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے) انسان کے مانند (دل) کا حال
بھی قریب قریب اسکے معدے کا سا ہے اگر کوئی شخص اوپر تلے اناپ شناپ کھانا
ٹھونستا چلا جائے تو نہ معدہ اسکے ہضم پر قادر ہوگا اور نہ کھانا تغذیۂ بدن کریگا
اسی طرح اگر کوئی طالب العلم پڑھنے میں اوور کریمنگ (طوطے کی طرح سے حفظ کرنا)
کرتا جائے جیسا کہ آجکل ہورہا ہے یقیناً وہ اسکو ڈائجیسٹ (ہضم) نہیں کرسکیگا اور
نہیں کرسکتے اور نہ ایسا پڑھنا اسکے لئے مفید ہوگا اور نہیں ہوتا۔ کسی کا کیا اچھا مقولہ
کبھی کا نظر سے گزرا ہوا یاد ہے سم تھنگ آف ایوری تھنگ اینڈ ایوری تھنگ آف
سم تھنگ (یعنے ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا اور کوئی چیز ساری ہی)۔ بس مجھ سے
پوچھتے ہو تو تعلیم میں اس قاعدے کی حرفاً حرفاً تعمیل ہونی چاہیے۔ طریقہ مروجہ میں سم
تھنگ آف ایوری تھنگ (ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا) کا نباہ تو خوب کیا جاتا ہے
مگر ایوری تھنگ آف سم تھنگ (کوئی چیز ساری ہی) کا مطلق خیال نہیں۔ اور یہی وجہ ہے
کہ اس طریقے کے مطابق جتنے لوگوں نے تعلیم پائی ان میں کوئی شخص کسی شعبے کا
کامل فن نہوا۔ جسطرح فی المثل درخت مثمر کی رسیدگی کا ایک وقت ہوتا ہے کہ اس سے
پہلے اوس میں پھل نہیں آتا اسطرح درخت علم کو بے کمال کے رسیدگی نہیں ہوتی
اور نہ اس سے کسی فائدے کی امید کی جاسکتی ہے علم شے بہ از جہل مسئلہ
کے اعتبار سے دیکھو تو ادنے سے ادنے درجہ کی تعلیم بھی خالی از منفعت نہیں مثلاً
گروہ کاشتکاران اگر اتنا لکھنا پڑھنا اور لیکھا کرنا سیکھ لیں کہ پٹواری مغالطہ دہی اور
زمیندار زیادہ ستانی نہ کرسکے تو اس سے کسکو انکار ہے کہ اتنی ہی استعداد علمی
کاشتکار کے لئے مفید نہوگی اور کون کہتا ہے کہ کاشتکاروں کو اسقدر تعلیم جسکے کہ
وہ سخت حاجت مند ہیں نہ دی جائے لیکن گفتگو اس میں ہے کہ اگر ہندوستان کو
یورپ کی طرح ترقی دینا منظور ہے تو آیا ویسی ترقی اور ویسی کیا مذکور ہے اسکی آدہی
پاؤ بھی اس تعلیم کے ذریعہ سے ہوسکیگی یا نہیں۔ مجھکو اسکا کامل اذعان ہے [illegible]
علوم جدیدہ کے ہر شعبے کے کامل فن تیار نہوں گے۔ ہندوستان حضیض نکبت سے

ایک انچ کی قدر بھی تو اوپر کو نہیں اُبھر سکتا۔ اور جب ہمارے طالب العلم کمال فن کی لذتوں سے آشنا ہونگے تو سمجھیں گے نوکری کتنی ہی بڑی کیوں نہو خسیس ترین منفعت ہے جسکی ایک کامل فن توقع کر سکتا ہے۔ جو لوگ اسوقت علوم جدیدہ کے حاصل کرنے میں مصروف ہیں۔ انکے بزرگ۔ انکے خیرخواہ۔ انکے اوستاد۔ انکے محسن بہتیری نصیحتیں انکو کرتے ہونگے۔ میں ایک اجنبی آدمی ہوں نہ کچھ غرض نہ مطلب حسبۃً للّٰہ ایک نصیحت میں بھی کئے دیتا ہوں یاد رکھوگے تو یاد کروگے ۵

کسب کمال کن کہ عزیز جہان شوی

کس بے کمال ہیچ نیرزد عزیز من

تعلیم مروجہ کا ایک نقصان اور واتممت علیکم نعمتی نہیں مجھی (انہیں اپنی محبت متیر تمام کرچکا) ہندوستانیوں کی طبیعتیں خلقۃً کانسٹرکٹیو (بنانے والی تو پھر قائم رہنے والی) واقع ہوئی ہیں۔ یہ نقال ہیں نہ موجد۔ نواح دہلی میں ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو ہزار برس پہلے کی عمارتیں موجود ہیں۔ اپر چھکڑوں اور رہلوں کی تصویریں بنی ہیں۔ وہ حال کے چھکڑوں اور رہلوں سے اسقدر مشابہ ہیں کہ گویا انہیں کو دیکھکر بنائے گئے ہیں۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے کہ باوجودیکہ چھکڑا اور رہل روزمرہ کی ضرورت کی چیزیں ہیں مگر کسیکا ذہن منتقل نہیں ہوا کہ ان میں ایک کیل یا ایک کانٹا گھٹا تا بڑھاتا۔ پس بدون پریکٹیکل سائنس (علوم عملی) کے ہرگز توقع نہیں کہ ہندوستانی اُپج کی لیں۔ یہ تو ایسے احدی ہی بنے ہیں کہ لا دو لدا دو ولا دینے والا ساتھ دو۔ ثبت کہیں جگہ سے ہیں تو نہیں۔ تعلیم ہی کا ضمیمہ ایک ایک اختیار سے اوسکا اسقدر مر زبان ہے۔ علوم جدیدہ جسکا ضروری ہونا اب باجماع قوم مسلم ہو چکا ہے ولایت میں پیدا ہوئے اور وہیں اون کا توالد تناسل جاری ہے۔ انکی مادری زبان انگلش ملک کی زبان ہے اور ہونی چاہئے۔ ہم لوگوں کو تو فضول اور لایعنی مباحثات میں بڑا مزہ ملتا ہے۔ مدتوں لوگ اسی بات میں جھگڑتے رہے کہ علوم جدیدہ کو انکی اصلی زبان

میں سیکھا چاہیے یا ترجمے کے ذریعے سے اپنی بولی میں - بہتوں کی یہی راے تھی بعض کی اب بھی ہے کہ انگریزی اجنبی زبان ہے کہ اسکے سیکھنے میں بڑی دیر لگا یہ لوگ قومی خیرخواہی کے جوش میں اسقدر بے تحمل تھے کہ زبان انگریزی کے سیکھنے تک صبر نہیں کر سکتے تھے - مارے گبھراہٹ کے اونہوں نے ترجمے کی مشکلات پر مطلق نظر نکی - انہوں نے دیکھے تھے - شمس العلما خان بہادر مولوی محمد ذکا اللہ صاحب کی اردو کی یوکلڈ (اقلیدس) اردو کا الجبرا (جبر و مقابلہ) کہ اے کی جگہ الف اور بی کی جگہ ب - ایکس کی جگہ لا اور وای کی جگہ می رکھدینے سے خاصی طرح کام چلتا ہے - سمجھے کہ لوگوں کو انگریزی کے انتظار میں تھکانا کیا ضرور - باٹنی (علم نباتات) یا کمسٹری (علم کیمیا) کا کوئی چھوٹا سا رسالہ لیکر بیٹھتے اور ایک دو چیپٹر (باب) کا ترجمہ کرتے تو حقیقت کھلتی کہ علوم جدید کا اردو میں لانا جوئے شیر کا لانا ہے یہ لوگ اپنی راے کی تائید میں یونانیوں اور اہل عرب اور انگریزوں کے شواہد پیش کر کے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب جب کسی قوم نے علم میں ترقی کی ہے اپنی ہی زبان کے پڑھنے سے کی ہے - ہم ایسے ڈھکوسلے نہیں سنتے جن قوموں سے استشہاد کرتے ہو اپنی ترقی کے زمانے میں حکمران بھی رہے ہیں - ہمکو ایسی قوم کی نظیر دکھاؤ - جو ہماری طرح فارنرس (اقوام اجنبی) کی محکوم رہی ہو - میں اسکو تسلیم کرتا ہوں کہ ہندوستانیوں کو انگریزی کا سیکھنا دشوار ہے اور ہماری اور انگریزی کی کچھ خصوصیت نہیں ہر شخص کو فارن لینگویج (اجنبی زبان) کا سیکھنا دشوار ہوتا ہے - انگریزوں پر ہی نظر کرو - کہ پچیس پچیس - تیس تیس برس اس ملک میں آکر رہتے اور ہر وقت گھر پر کچہری میں اردو کے الفاظ سنتے باایں ہمہ شاذ و نادر کوئی انگریز ہوگا بلکہ تلفظ کے اعتبار سے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک بھی نہیں جو ہم ہندوستانیوں کی طرح اردو کا ایک چھوٹا سا جملہ بھی بول سکے - میرے ایک بڑے معزز دوست جو ولایت میں رہ آئے ہیں بیان کرتے تھے کہ ایک صاحب پنشنر کسی کلب میں اپنے دوستوں سے روبرو بیان کر رہے تھے کہ ہندوستان عجیب ملک ہے اور سب سے زیادہ عجیب اسکی زبان ہے

کرایک لفظ کے کئی کئی معنے مثلاً "چہا" (لی - چار) "چہا" (فوز - چار) "چہا" (ول - کنواں) "چہا" (ڈزائر - خواہش) "چہا" (اے کانڈآف بروز - چہا) "چہا" (ٹوکوز - چہانا) "اچہا" وتہہ اسے سلائٹ ڈفرنس (تھوڑے اختلاف سی) (پکل - اچار) اینڈگڈ - اچہا - لیکن فارن لینگوج (اجنبی زبان) میں جو دشواری ہوتی ہے کمال زبان دانی کی ہوتی ہتے - جتنی انگریزی علوم کے سمجھنکو درکار ہے میرے نزدیک چنداں مشکل نہیں - مینے ترجمے کا کام کیا ہے اور مجھکو اردو کی وسعت معلوم ہتے - میری ہمت تو قصور کرتی ہے کہ انگریزی کی کسی علمی کتاب کا ترجمہ کردں -

میرانشا اللہ خان جہاں اور سخراپن کیا کرتے تھے ایک مرتبہ اون کے سر میں یہ خبط سمایا کہ لاؤ عربی کے منطق کو اردو کریں تو مصطلحات کے کیسے کیسے ترجمے مغز سے اوتارے ہیں موجبہ کلیہ پورا جوڑ - سالبہ کلیہ - پورا توڑ - عموم وخصوص مطلق اکہری اونچ نیچ عموم خصوص من وجہ دوہری اونچ نیچ وقس علے ھذا میں نہیں سمجہتا کہ انگریزی کے مصطلحات العلوم کا کسی نے ایسا بھی ترجمہ کر سکے - بہلا مصطلحات جوں توں کرکے گہڑے بھی تو آلات اور کلوں کے کیل پرزوں اور چیزوں کے ناموں کا کیا علاج - آخر اون کو تو چاروناچار ہو ہو کہنا ہی پڑے گا - پھر طرز کتابت ماشاءاللہ ایسا عمدہ کہ انگریزی پرونسی الیشن (تلفظ) کی کسی طرح اوسمیں کھپت ہی نہیں - الغرض جس شخص نے انگریزی علوم کو اردو کرنیکا ارادہ کیا ع

دماغ بیہدہ پخت وخیال باطل بست +

میں سمجہتا ہوں کہ ترجمے سے زیادہ تو یہ آسان ہے کہ کہیں سے کوئی میجک وانڈ (جادو کی چھڑی) ہاتھ آجائے تو لنڈن کو ہی یہاں اوٹھا لائیں - میں ترجمے کا کچھ بیہودہ سے مخالف نہیں ہوں کہ ترجمہ ہو نہیں سکتا - یا بہتر نہیں ہو سکتا - اگر ترجمہ عمدہ سے عمدہ اور بہتر سے بہتر بھی ہو سکتا تاہم میں انگریزی علوم کا انگریزی ہی زبان میں پہا

پسند کرتا - انگریزی الیسی بڑی طرح پیچھے جہاڑ کر ہمارے پیچھے چمٹی ہے کہ آپ اس سے تحرز ممکن نہیں ہے - ع

درلستانی به ستم میرسد

دیا سلائی کے بکس پر - چاقو پر - مقراض پر - پنسل پر - قلم کے ہولڈر پر - نبز پر - خط لکہنے کے کاغذ پر - لفافہ پر - کارڈ پر - غرض ہر انگریزی چیز پر - کسی انگریزی آفس مثلاً ریلوے سٹیشن میں جاؤ تو دروازے دروازے پر ریل کی گاڑیوں پر جدہر دیکہو انگریزی منی آرڈر - ٹیلیگرام - ویلیو پے ایبل پارسل - بلٹی - سب کے فارم انگریزی بہلا تو انگریزی عملداری ہے - انگریزی جسقدر پاؤں پہیلائے اسکا گھر ہے تعجب سخت تعجب کی بات تو یہ ہے کہ روم اور فارس کے اخباروں میں اسقدر انگریزی الفاظ ہوتے ہیں یا فرانسیسی کہ وہ بھی انگریزی کے قریب قریب ہے کہ جسکو انگریزی نہیں آتی ان اخباروں کو سمجھ نہیں سکتا - حضرت شاہنشاہ ایران سیر انگلستان کو تشریف لیگئے تھے - حضرت کا روزنامچہ شاید فارسی کے کورس میں بھی داخل ہے اس کا بھی وہی حال ہے جو خاص طہران کے اخبار فارسی "اختر" اور جو خاص قسطنطنیہ کے اخبار عربی "الجوائب" کا ہے - ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

تو جب ہمکو انگریزی چار و نا چار سیکہنی ہے کیا فائدہ کہ علوم انگریزی کو اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کا قصد کریں - جبکہ اس قصد کا انجام معلوم ہے - ٹوٹل فلیور (ناکامی محض) -

ہر چند میں نے آپ صاحبوں کی سامعہ خراشی بہت کی اور سیکیولر ایجوکیشن (دنیوی تعلیم) کے متعلق جو کچھ مجھ کو کہنا تھا کہہ چکا - لیکن مجھکو مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کے بارے میں کچھ کہنا چاہئے - اگرچہ تھوڑی ہی کیوں نہو - اگر مذہبی تعلیم محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے پروگرام میں داخل ہے تو میں سمجھتا ہوں سکنڈری کوسچن کے طور پر ہوگی جیسے طالب العلموں کے کورس میں سکنڈ لینگوج - یعنی کانگریس کا اصلی مطلب تو یہ ہے

کہ مسلمانوں کی دنیاوی تعلیم کی اصلاح ہو مگر دیکھتے ہیں کہ دنیاوی تعلیم کا پہیہ مذہبی تعلیم کی چکنائی کے بدون آسانی اور تیزی کے ساتھ چل نہیں سکتا۔ ناچار مذہبی تعلیم کو بھی اپنے نامۂ اعمال میں بڑھا لیا۔ ع

این ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو میرے نزدیک کانگریس کی کارروائی ناقص ہے۔ اور اسکی تدبیر ناکافی۔ مسلمانوں کی دنیاوی تعلیم سے کئی درجے بڑھکر انکی مذہبی تعلیم محتاج اصلاح ہے۔ مذہب اسلام ایسا ٹرکیٹ بر لجن ہے کہ اسکو دنیاوی امور سے کچھ سروکار نہو۔ شارع اسلام اتاہ اللہ الفضیلۃ والدرجۃ المرفیعہ (اللہ نے اوسکو بزرگی اور بہت عالی درجہ دیا ہے) ہمکو ایک کوڈ (مجموعہ قوانین) حوالہ کر گئے ہیں کتاب اللہ مدون بین الدفتین (اللہ کی کتاب دو دفتوں کے بیچ میں) جو مشتمل ہے معاش اور معاد۔ اور اوامر۔ نواہی اور معتقدات اور عبادات۔ اور معاملات۔ اور اخلاق۔ اور آداب معاشرت و سیاست مدن۔ اور سیاست منزل۔ اور تاریخ۔ اور مواعظ۔ سب پر لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (کوئی تر و خشک نہیں ہے مگر قرآن میں ہے) اب میں سب سے پہلے ان مسلمانوں سے جنکا روان روان فوارۂ حمیت اسلامی ہے پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے فی عمرہم ایک بار کتاب اللہ کو شروع سے آخر تک سمجھکر پڑھا۔ تم کہو سو میں ایک۔ میں کہونگا ہرگز نہیں۔ تم کہو ہزار میں ایک میں کہونگا ہرگز نہیں۔ تم کہو دس ہزار میں ایک میں کہونگا نہیں۔ اسی طرح تم بڑھتے جاؤ اور میں نہیں نہیں کہتا جاؤں۔ یہاں تک کہ تم کہو پچاس ہزار میں ایک میں کہونگا شاید۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کے بعد بھی مسلمانوں کی مذہبی تعلیم میں مجھکو کسی اور نقصان کے بیان کرنے کی ضرورت باقی ہو۔ کیسی تعلیم اور کہاں کی تلقین جبکہ سرے سے ان کے مذہب کی بنیاد ہی درست نہیں۔ ع

دامن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہے گریبان سے

خاص خاص لوگوں کا مذکور نہیں ہے۔ بلکہ ہندوستان کے عام مسلمانوں کے حالات ہیں

بحث یکجائی ہے - غور سے دیکھو تو ان کے دین کا ماخذ ہے - رسم و رواج باپ دادوں کی تقلید پیشواؤں کا فرمودہ اور یہ وہی عادتیں ہیں جنپر قرآن میں جگہ جگہ یہود کو ملامت کی گئی ہے - ایک شخص جسکو واقع میں اپنے اسلام پر ناز ہے وہ مسلمان ہے مگر کیوں ؟ اس سبب سے کہ وہ مسلمان کے گھر پیدا ہوا اور مسلمانوں کی سوسائٹی میں رہتا ہے - باوجودیکہ قرآن جیسی کتاب مسلمانوں کے ہاتھوں میں رہتے - اور اوس میں فطرت بشری کے لحاظ سے اخلاق کا اسٹینڈرڈ (درجہ) بہت ہی ہائی (اونچا) رکھا گیا ہے - مگر چونکہ عام مسلمان اسکو سمجھہ نہیں سکتے - اسکی عمدہ تعلیم سے متاثر نہیں ہوتے - نتیجہ یہ ہے کہ ان کے معاملات اور عادات بیدین لوگوں کے معاملات اور عادات کی طرح خراب ہیں - اسلام میں بہترین عبادات نماز ہے اور وہ عربی زبان میں ادا کی جاتی ہے - میری سمجھہ میں نہیں آتا کہ جو شخص تکبیر و تہلیل و تسبیح تک کے معنے نہیں سمجھتا - کیونکر دل کو خدا کی طرف متوجہ کرلیتا ہوگا - اپنا حال تو یہ ہے کہ عربی سمجھنے پر حضور قلب نصیب نہیں ہوتا ؎

توکے بدولت ایشاں رسی کہ نتوانی

بجز و درکعت و آن ہم بصد پریشانی

علمائے دین تو خدا جانے کیا فتوے دیں - میں ایک دنیا دار آدمی ہوں وما ادری ما یفعل بی ولا بکم (میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھہ کیا معاملہ کیا جاوے گا اور نہ معلوم کہ تمکو کیا پیش آئیگا) مگر دیکھتا ہوں کہ ادہر قانون مشتہر ہوا اور اوسی وقت سے فرض کرلیا گیا کہ نزدیک و دور - شہری و دیہاتی - مقیم و مسافر - خواندہ و ناخواندہ - سب کو اوس سے آگہی ہوگئی - اسی پر قیاس کرکے میری رائے یہ ہے کہ کوئی مسلمان فہم قرآن کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں - بہلا جاہل تو جاہل جو لوگ لکھے پڑہے ہیں وہی کون سے اسکے اہتمام میں لگے ہیں - دنیا کے خسیس اور بے ثبات منفعتوں کی موہوم توقع پر انگریزی سیکھیں - قانون یاد کریں - اور ایسی ایسی زحمتیں اوٹھائیں کہ جب تک جئیں تندرستی کو روتے رہیں - ذرا تو

اپنے دل میں انصاف کرو کہ کبھی کلام اللہ کو مشغلے کے طور پر چند منٹ کے لئے لیکر بیٹھتے ہو کہ لاؤ بھائی ہمارا دین ایمان ہے زیادہ نہیں تو ایک ہی دفعہ شروع سے آخر تک دیکھ تو لیں کہ اس میں کیا لکھا ہے ما قدروا اللہ حق قدرہ (انہوں نے نہیں سمجھا اللہ کو جیسا سمجھنا چاہیئے تھا) مجھ کو مسلمانوں کی بے مبالاتی پر ذرا بھی تعجب نہیں آتا ہے

ورنہ سزاوار خداوندیش
کس نتواند کہ بجا آورد

مگر جیسا میں انکو اپنے اسلام پر ناز بیجا اور دوسرے مسلمانوں کی توہین کرتے سنتا ہوں بیشک سخت تعجب کرتا ہوں - بھائیو اس زمانے میں کیسا دین اور کہاں کا اسلام مسلمانان در گور - مسلمانی در کتاب - اب تو اسلام امتیاز قومی رہگیا ہے - اور اتنا بھی ٹھہرا ہے تو غنیمت ورنہ عام انگریزی خوانوں کی طبیعت کا رجحان دہریت اور لامذہبی کی طرف ہے نہ تحقیق و تفتیش کی وجہ سے - بلکہ استخفاف و استہزا کے سبب - ہاں تو غرض یہ ہے کہ قرآن جو اصل دین ہے - بہت ہی تھوڑے مسلمان اسکو سمجھتے ہیں - اسکا بڑا سبب اور سبب نہیں بلکہ حیلہ جو مسلمانوں نے اپنے نزدیک ٹھہرا رکھا ہے یہ ہے کہ اسکی زبان عربی ہے اور وہ آسانی سے آ نہیں سکتی - بے شک مسلمان قرآن کو اتنا عزیز رکھتے ہیں کہ جنکو اور زیادہ علم حاصل کرنا منظور نہیں ہوتا وہ بھی کم سے کم قرآن ناظرہ ضرور پڑھ لیتے ہیں اور علی الاکثر قرآن کا ناظرہ پڑھنا شرط اسلام سمجھا جاتا ہے - علاوہ بریں مسلمانوں کو قرآن کے زبانی یاد رکھنے کا اسقدر شوق ہے کہ کسی دوسری قوم میں اوسکی نظیر نہیں - معتقدات اہل اسلام کی رو سے قرآن کا زبانی یاد رکھنا فی نفسہ اعلی درجہ کی عبادت ہے کاش یہ شوق فہم معنی کی طرف متوجہ ہو تو مسلمان پکے رجسٹرڈ مسلمان ہو جائیں - دیندار - خداترس - خوش معاملہ - راست باز نیک دل - خدا کے اچھے بندے - حاکم وقت کی اچھی رعایا - سوسائٹی کے اچھے ممبر قرآن کا عربی ہونا اسکے نہ سمجھنے والوں کے لئے عذر ہے مگر سخیف - اگر صرف و نحو

عربی کے صرف سیدھے سادے کثیر الاستعمال مسائل پڑہائے جائیں تو میرے نزدیک جتنے دنوں میں ایک متوسط الذہن لڑکا قرآن حفظ کرتا ہے اتنے ہی دنوں میں قرآن کے سلیس عبارتوں کو بتعلق عبارۃ سمجھ لینے پر قادر ہو سکتا ہے - بھلا کوئی اسکو اپنی جگہ آزما کر تو دیکھو - خدا معقول کو شرمائے آپ تو بگڑے ہی تھے بے موقع بے محل منقولات میں دخل دیکر انکو بھی غارت کیا - منطقیانہ لایعنی کٹھ حجتوں کے ڈر کے مارے کوئی صرف نحو کے پاس نہیں جاتا کہ کون جھمیلے میں پڑے - ہر چند علوم قدیمہ کے مرگ طبعی کا وقت آ لگا تھا مگر ہم سمجھتے تھے کہ یہ گراں جان کہیں مدتوں میں سسک سسک کر مریگا اب اسقدر جلد مرگیا تو اسکی یہ وجہ ہوئی کہ احمق سنے دروازے پر صرف و نحو کے دو پاسبان بٹھائے تھے - انکی بے جا روک ٹوک سے کوئی خبر گیر بیمار تک نہ پہونچ سکا خیر علوم قدیمہ اگر مرے تو انکا ردفتہ تھے - عذاب ٹلا - یہ کیسی خرابی کی بات ہے کہ انہی دو پاسبانوں کی سختی کی وجہ سے مسلمان کلام الٰہی کے فیضان سے محروم ہیں - فہم قرآن کا ایک آسان طریقہ ہے ترجمہ - امام ابو حنیفہ نے تو فارسی میں قرآن تک کی اجازت دیدی تھی - مگر میرے مذہب میں قرآن کا ترجمہ تک گناہ ہے - کیونکہ ترجمہ میں معجز بیانی آ نہیں سکتی - اردو فارسی کے ترجمے دیکھے - پھیکے - بدمزہ - بے رونق - ان میں سے اصلی قرآن کی سی چستی اور برجستگی اور متانت اور قوت اور فصاحت اور بلاغت اور تاثیر کا کہیں پتہ بھی نہیں ملا اور بجائے اسکے کلام الٰہی کی عظمت ذہن نشین ہو - ترجموں سے تو یہ تو بہ اولٹی سخافت ظاہر ہوتی ہے - اسمیں بچارے ترجموں کا کچھ قصور نہیں - بلکہ ترجمہ ہی فی نفسہ امر محال ہے - دوسری آسمانی کتابوں کے ترجموں کا نتیجہ دیکھ چکے ہیں - اگر باب ترجمہ مفتوح ہوا تو قرآن کا بھی وہی انجام ہونا ہے کوئی اس سے اتفاق کرے یا نہ کرے اپنا تو مستحکم عقیدہ یہ ہے کہ سحر کہو - معجزہ کہو - تسخیر کہو - جو کچھ ہے قرآن کے لفظوں میں ہے - جسدن مسلمان ان لفظوں کو جوڑنے اور بولنے سے میری مراد ہے سمجھنا بس جان لینا کہ اسلام کی آب و تاب گئی - ایک شخص کی طبیعت تھی ناموزون - اسنے مولوی الطاف حسین حالی کے ہم پیشہ کسی شاعر سے

درخواست کی کہ اگر اصلاح دیدیا کرو تو میں بھی شعر کہنا شروع کردوں۔ شاعر کو اسکی ناموزونی طبیعت کا حال معلوم تھا۔ کہا پہلے طبع موزون پیدا کرو۔ اسی طرح جو شخص مسلمان بننا چاہتا ہے پہلے فہم قرآن کی استعداد پیدا کیے اور نہیں کر سکتا تو لا اکراہ فی الدین (دین میں دباؤ ڈالنا نہیں ہے) کبیر پنتھی اور سکھ بہتیرے گروہ ہیں جن میں انکی زبان کے ذریعہ سے مذہبی تعلیم ہوتی ہے۔ عربی مشکل بھی لیکن مسلمان ہی اگر اسکی روک تھام نہ کریں گے تو اس دیار اجنبی میں اسکے قیام کی کیا صورت ہے۔ درس تدریس کے اعتبار سے علم دین کے دو بڑے حصے ہیں۔ فقہ اور حدیث۔ سو فقہ جہانتک اسکو معاملات سے تعلق ہے اور وہی معظم بالشان ہے متفرع تھی سلطنت پر کیونکہ فقہ نہیں ہے مگر قانون اور وضع قانون اختیار لازمی سلطان وقت۔ سلطنت گئی تو آگے آگے سلطنت پیچھے پیچھے فقہ۔ اب معاملات کے بڑے بڑے فتاوے عمدہ ویسے ہی بیکار دبنے مصرف ہیں جیسے اب سے دو برس پہلے کی جنتریاں۔ ہمنے مانا کہ مسلمانوں کے بعض باہمی معاملات مثلاً نکاح اور طلاق اور میراث اور وصیت میں فقہ کی رعایت کیجاتی ہے مگر جب ساری کتاب کو دیمک چاٹ گئی۔ دو تین ورق بچے تو کیا ان کو دیکھ دیکھ کر اور جی کڑھتا ہے۔ اور پھر وہ دو تین ورق بچے بھی تو انگریزوں نے میعاد اور شہادت وغیرہ کے قوانین اور پریوی کونسل اور ہائیکورٹ کے نظائر اور کمشنر کشن کے حواشی چڑھا چڑھا کر اصل کو مسخ کر دیا۔ یہ ہے حقیقت فقہ کی۔ وہ انتظام دنیا کی تدبیر تھی۔ اب انتظام دنیا خدا نے دوسروں کے حوالے کیا وہ تمہاری فقہ کی کچھ پروا کرتے نہیں تمکو انتظام دنیا میں دخل نہیں۔ اسپر بھی تمکو فقہ میں کوئی مفاد دکھائی دیتا ہو تو پڑھو۔ اب رہی حدیث۔ مسلمانوں کے سوا روے زمین پر کوئی اور قوم نہیں جسنے اپنی مذہبی تاریخ کو ایسی تلاش اور جستجو کے ساتھ جمع کیا ہو۔ وہ بے انتہا فخر اور عزت اور قدر اور وقعت کی چیز ہے جو لوگ احادیث کے اختلاف کو دیکھ کر بعض حدیث سے بدعقیدہ ہوتے جاتے ہیں انکو منصب محدث پر نظر نہیں ہوتی۔ محدث حقیقت میں امانت گزاری ہے کہ پیغمبر صاحب کے نام سے جو کچھ

اسکو جس ذریعے سے پہونچا ہے جوں کا توں دوسرے کو پہونچا دے۔ حدیث کی تنقید محدث ہونے کی حیثیت سے اسکا کام نہیں۔ جمع احادیث میں ہر ایک مصنف نے ایک شان خاص اختیار کی ہے۔ جو شخص تنقید کی مشکلات سے آگاہ ہے وہی سمجھ سکتا ہے کہ متقدمین نے اس کام میں کیسی کیسی زحمتیں اوٹھائی ہیں۔ آج کسی مشہور سے مشہور شخص کی لائف لکھنی چاہو تو ایک عمر صرف کرو تب کہیں ہزار دقت میٹریل (سامان یا مواد) مہیا ہو۔ تو ان لوگوں کی صدہا مختلف الازمنہ۔ مختلف الامکنہ راویوں کی لائف (حالات) کے محقق کرنے میں کیسی کچھ جانفشانی کرنی پڑی ہوگی۔ اگر فلاح عاقبت کی دہن نہوتی تو میں نہیں سمجھتا کوئی دنیاوی بڑی سی بڑی ترغیب بھی اس کام کا سرانجام کرا سکتی۔ بہر کیف جو کچھ ہے جوہر شناس کی نظر میں بے بہا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ حدیث عہد نبوت کی نہایت عمدہ تاریخ ہے۔ میں اسکو اس وجہ سے اور بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن بمنزلہ متن قانون کے ہے اور حدیث اسکا ضابطہ کارروائی باینہمہ حدیث بیچاری تو ایسی کس مپرسی کی حالت میں ہے کہ مولوی بھی سب نہیں بلکہ معدودے چند جو دین کا پیشہ کرتے ہیں وہی اوسکو پڑہتے پڑہاتے ہیں ورنہ اور کسی مسلمان کو اس سے سروکار نہیں۔ ذرا مسلمانوں کی مذہبی سرگرمی کو تو دیکھو کلام خدا کے ساتھ وہ بے اعتنائی۔ قول رسول سے ایسی بے تعلقی ؎

بہت شور سنتے تھے سینے میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

پھر ایک بڑی قباحت فن حدیث میں یہ ہے کہ احادیث کے جمع کئے جانے کے میرے نزدیک دو سبب ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ صحابہ کو جناب رسالتمآب کے ساتھ محبت نہیں بلکہ عشق تہا۔ جبتک پیغمبر صاحب زندہ رہے ہر وقت صحابہ کو ان کو گھیرے رہتے تھے۔ جب پیغمبر صاحب نے انتقال فرمایا۔ صحابہ کو ہر وقت انہی کی یادگار تھی۔ دوسرے پیغمبر صاحب کی حیات میں جس صحابی کو دنیا یا دین کی کوئی

ضرورت پیش آتی تھی گیا اور پیغمبر صاحب سے پوچھ آیا - جب پیغمبر صاحب کو خدا نے اپنے پاس بلا لیا صحابہ کو بڑی مشکل پڑی کیونکہ اپنی ضرورتوں کے علاوہ اب پیغمبر صاحب کے ذمہ کا کام بھی انہی کو کرنا پڑا تو بات بات میں ایک سے ایک پوچھتا - بھلا کوئی ایسا واقعہ پیغمبر صاحب کے روبرو پیش آیا تھا اور حضرتؐ نے کیا فرمایا تھا سلطنت پیغمبر صاحب کے زندگی کے زمانے سے اضعافا مضاعفہ بڑھ گئی تھی اور بڑھتی چلی جا رہی تھی - پس پہلے اور شدید ضرورت جو جمع احادیث کا باعث ہوئی ملک داری کی ضرورت تھی - حدیث کی کوئی کتاب اوٹھا کر دیکھو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اکثر احادیث احکام فقہی سے متعلق ہیں اور انہی احکام فقہی کے استنباط کی غرض سے انکو جمع کیا گیا ہے - اور چونکہ انقلاب زمانے نے فقہ کو بیکار کر دیا جیسا کہ میں ابھی تھوڑی دیر ہوئی بیان کر چکا ہوں تو جہانتک احادیث کو احکام فقہی سے تعلق ہے وہ بھی ہم مسلمانان ہند کے حق میں بیکار ہیں - حدیث پر اگرچہ میری نظر بہت ہی قاصر و محدود ہے مگر جسقدر ہے اوس سے مجھے یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ حدیث کا ہیڈنگ یا عنوان یا خلاصۂ مضمون جسکو اصطلاح میں ترجمہ کہتے ہیں بدلنے سے بہت سی احادیث جو اسوقت احکام فقہی سے متعلق ہیں ہماری حالت موجودہ کے مطابق لکار آمد کرلی جا سکتی ہیں - مگر کس میں اتنی ہمت ہے کہ تراجم الاحادیث کے بدلنے کا نام لے اور کوئی کرے بھی تو مسلمانوں کے فائدے کی غرض سے سو مسلمان ایسے شکی اور ضدی ہیں کہ ایسی کتاب کو ہاتھ بھی تو نہ لگائیں - عام لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب ایک سانچہ ہی جسمیں دل ڈھالے جاتے ہیں اور میں بالکل اسکے خلاف سمجھتا ہوں میرے نزدیک دلوں کے سانچوں میں مذہب ڈھلتا ہے - ایک اسلام تو اوس شخص کا تھا جسنے درخت بیعۃ الرضوان کو اوکھڑوا کر پھکوا دیا - جسنے یہ کہکر حجر اسود کو ڈانٹا انی اعلم انک حجر لا تضر و لا تنفع و لولا انی رایت رسول اللہ قبلک ما قبلتک (میں جانتا ہوں کہ ایک پتھر ہے نہ تو نقصان پہونچا سکتا ہے نہ نفع اور اگر میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے بوسہ نہ دیتا)

جنٹے کانتا علی عہد رسول اللہ وانا احرمہما (دونوں تھے رسول خدا کے زمانہ میں اور میں اون کو حرام کرتا ہوں) کا دعوے کرکے متعۃ النکاح - اور متعۃ الحج دونوں کو منا ہی کردی - اور ایک اسلام ہمارا ہے کہ زوال سلطنت اسلامیہ کی وجہ سے گویا مذہب کو لقوہ مار گیا ہے - اور آدھے سے زیادہ اسکے دھڑ میں جان نہیں اتنا نہیں کرسکتے کہ بیمار کی کروٹ تو بدلوا دیں -

مذہبی تعلیم اور میرے لکچر دونوں کا خاتمہ ہے - حدیث کی سند جسکو اجازت بھی کہتے ہیں - حدیث کی کم سے کم چھہ بڑی ضخیم کتابیں جو صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں حرفاً حرفاً بسم اللہ سے لیکر تمت بالخیر تک ہر دو غایتہ معنیا میں داخل شیخ یعنے اوستاد کو سنائی جاتی ہیں - اکثر یوں ہوتا ہے کہ تلامذہ حلقہ کرکے شیخ کے گرد بیٹھتے ہیں اور شیخ اور دوسرے شاگرد مستمع سبق کا تماشا قابل دید ہوتا ہے - کہ کیا شاگرد کیا اوستاد ایک سے ایک مستعجل کہ جلد سے جلد اور بہت سے بہت ہو ایسی بھاگا بھاگ میں کسے فرصت کہ تصحیح الفاظ یا حل لغات یا تنقید اسنا د یا تحقیق طالب کی طرف متوجہ ہو - پالا چھوا چھٹی پائی - اتنا غنیمت ہے کہ تمام درسی علوم سے فارغ ہونے کے بعد حدیث کی سند لی جاتی ہے اور حدیث کے پڑہنے والے اکثر کامل الاستعداد ہوتے ہیں - اُن کو پڑہنے کی تو حاجت ہوتی نہیں صرف ادائے رسم کے لئے سینگ کٹا کر بچھڑا بننا پڑتا ہے - یہ رسم نمونہ ہے مسلمانوں کے (اور مسلمان بھی عالم) مذہبی خیالات کا - مدتوں میری سمجھہ میں ہی نہیں آیا کہ حدیث کی سند کیا چیز - اور ایک شخص جو بے مدد اوستاد حدیث سمجھہ سکتا ہے اور کوشش کرے تو تیسیر اور اسما الرجال کی کتابوں اور شروح اور حواشی کے سہارے سے حدیث کا کھوٹا کھرا بھی پرکھہ سکتا ہے پہر وہ محتاج اجازت کیوں ہے - ڈر کے مارے کسی سے پوچھا تو نہیں آپ ہی غور کرتے کرتے یہ بات خیال میں آئی کہ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمہ تن اور ہمہ وقت اُمت کی ہدایت مصروف رہتے تھے - یعنے انکے تمام افعال و اقوال اور حرکات کی علت غائی تھی امت کی اصلاح امت کی تعلیم اس طور پر حدیث جزو حرکات

ہے اور اسکی روایت میں وجہ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خلافت ۔
احادیث نبوی تو پیغمبر صاحبؐ کے کہیں ڈیڑھ سو برس بعد جاکر لکھی جانی شروع ہوئین ۔
اسوقت تک روایت سامعاً عن سامعٍ ہوتی رہی اور آب تک اسی طریقہ کی تقلید ہوتی
جارہی ہے ۔ ماخذ تو سمجھ میں آیا ۔ مگر طریقہ درس اسوقت تک بچوں کا کھیل ہی
معلوم ہوتا ہے ۔



مسدّس

خود اپنا تصنیف کیا ہوا مشمولۂ قصّہ مبتلا جسکو مولوی حافظ نذیر احمد صاحب نے حسب درخواست جناب خان بہادر سردار محمد حیات خان صاحب صدر انجمن و سر سیّد احمد خان سکرٹری کے اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانگرس منعقدہ ۲۸ر دسمبر ۱۸۸۸ء میں بمقام لاہور اپنے لکچر کے بعد پڑہا۔

دنیا عجیب مرحلۂ بے ثبات ہے — ہر ایک ذی حیات کو آخر ممات ہے
یاں امن ایک لحظہ نہ دن ہے نہ رات ہے — جسکو فنا نہیں ہے وہی ایک ذات ہے
بیٹھی ہے موت تاک لگائے کمین میں
لیجائیگی یہ کھینچ کے آخر زمین میں

ایسا مکاں بناؤ کہ بنکر گرا نہ ہو — پیدا ہوا ہے کوئی بشر جو مرا نہ ہو
ہے کونسی حال جس میں تغیر ذرا نہ ہو — حادث نہو تو داخل چون و چرا نہ ہو
فانی ہر ایک چیز ہے فانی جہان ہے
مقصود اس فنا سے مگر امتحان ہے

اعمال نیک ہیں تو نہ مرد کے ہیں قصور — خدمت کو لونڈیوں کی جگہ دست بستہ حور
ہر طور کا ہے عیش تو ہر طرح کا سرور — یعنی خلاصہ یہ ہے کہ راضی ہوئے حضور

خوشنودیٔ خدا ہی عبادات کا دام ہے
جنت بھی اک رضائے الٰہی کا نام ہے

اور ہیں عمل بُرے تو ہوی عاقبت خراب — ایذائیں طرح طرح کی اقسام کے عذاب
اور سب سے بڑھ کے خالقِ کونین کا عتاب — گر پوچھنے پر آئے تو کیا بن پڑی جواب

حق کو جو ناپسند ہو تُف ایسے کام پر
مالک ہی خوش نہیں ہے تو لعنت غلام پر

توفیق کار نیک ہمیں اے کریم دے — دل میں صلاح دے ہمیں طبع سلیم دے
شوقِ سلیم جادۂ مستقیم دے — ایمان درمیانۂ امید و بیم دے

ہمکو نہیں ہے بحث عذاب و صواب سے
تیری رضا ملے ہمیں تیری جناب سے

اٹھ جائے دل کی آنکھ سے اسباب کا حجاب — دنیا دکھائی دینے لگے نقش سطح آب
ذرے میں رونما ہو حقیقت کا آفتاب — لاریب[1] فیہ ہو خبرِ ذٰلک الکتاب

کھل جائے اصل راز حیات و ممات کا
ہو ایک حال ماضی و مستقبلیت کا

دل لوثِ حبِ دولت دنیا سے پاک ہو — دے وہ غنا کہ آنکھ میں اکسیر خاک ہو
لالچ ہو فایدے کا نہ نقصان کا باک ہو — دین سے شغف[2] ہو دین میں ہی انہماک[3] ہو

فرش نیاز فرش زمیں پر پڑا ہوا
ہمت کا پاؤں عرش بریں پر گڑا ہوا

ہردم[4] خیال موت کا پیش نظر رہے — جبتک نہ جئے جب اجل آئی مر رہے
رہ رو ہمیشہ چاہئے باندھے کمر رہے — دنیا وطن نہیں ہے کہ آ کے بسر رہے

ع۱ یعنی قرآن میں جو کچھ ہے اسمیں شک و شبہہ نہو۔
ع۲ شیفتگی ۱۲ ع۳ مصروفیت ۱۲
ع۴ اسمیں اشارہ ہے طرف حدیث نقال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل و عد نفسک فی اہل القبور رواہ البخاری ۱۲

آئے ہیں ہم جہاں میں تو جانا ضرور ہے
سارا ہی قافلہ سرِ راہِ مرور ہے

پھر بعد مرگ کیسی بنے کچھ خبر نہیں — یہ وہ خطر ہے جس سے کسیکو مفر نہیں
پر کیا ہی ڈھیٹ ہم ہیں کہ اسکا بھی ڈر نہیں — عقلِ معاد سے ہمیں بہرہ مگر نہیں

ربّ العباد نعمتِ فکرِ معاد دے
شکرِ معاد دے ہمیں ذکرِ معاد دے

کیا جانتے[1] خدا سے ہدایت ہمیں نہیں — یا سوچنے کو عقل و درایت ہمیں نہیں
فی الاصل کچھ ضرورتِ حاجت ہمیں نہیں — پر ہاں سے غور کرنے کی عادت ہمیں نہیں

ہم دیکھتے نہیں کبھی فائر نگاہ سے
سنتے نہیں ہیں بات کوئی انتباہ سے

غفلت کرا رہی ہے یہ ساری شرارتیں — ہموار ہی ہے رہنے کو پکی عمارتیں
اللہ سے دلیریاں بل بے جسارتیں[2] — دنیا کمائیں دین کی کرکے خسارتیں[3]

غفلت کا کر علاج کہ اصل مرض ہے یہ
تیرا ہی کچھ بھلا ہو ہماری غرض ہے یہ

غفلت نہ ہو تو کینہ و بغض و حسد نہ ہو — جھگڑا نہ ہو لڑائی نہ ہو ردّ و کد نہ ہو
بھائی کی پیٹھ پیچھے کبھی ذکرِ بد نہ ہو — انسان مشارکِ صفتِ دام و دد نہ ہو

غفلت سے اس جہان میں سارا فساد ہے
غفلت کو آؤ مار مٹائیں جہاد ہے

مخلوقِ ذی شعور ہے تو ہوشیار رہ — مت مستندِ زندگیِ مستعار رہ
دنیا کا کار و بار کر اور دھیان دار رہ — امیدوارِ رحمتِ پروردگار رہ

---

[1] اسمیں اشارہ ہے طرف کرنا بنی آدم اور بعثت نبی صلعم اور نزول قرآن مجید کے ۱۲

[2] جسارت بفتح دلیری و بمعنی تجاوز و گزشتن ۱۲

[3] خسر بمعنے زیان و نقصان ۱۲

کس نے کہا ہے تجھ سے کہ دنیا کو چھوڑ بیٹھ
بس ایسی باتیں اپنی طرف سے نہ جوڑ بیٹھ

کیا حال تھا رسول علیہ السلام کا ۔ اصحاب کا ائمہ عالیمقام کا
سرکردے امت خیر الانام کا ۔ سکہ بٹھا گئے جو محمدؐ کے نام کا
ان میں سے ایک بھی کبھی راہب ہوا کوئی
دنیا کو کھو کے دین کا طالب ہوا کوئی

دنیا بھی کچھ ہماری طرح کی نہیں ذلیل ۔ گر سو گھروں میں دیکھو تو ننانوے رذیل
روٹی کی ہا ہزار شقت ہوئی سبیل ۔ کپڑے کے واسطے وہی تنار ہو کفیل
گرمی کے دن تو خیر کسی ڈھب گذر گئے
جاڑا جو آیا رات کو سکڑے ٹھٹھر گئے

افلاس سے زیادہ جہاں میں نہیں وبال ۔ افلاس ہے مقدمۂ قہر ذی الجلال
افلاس کرہی دیتا ہے انسان کو پائمال ۔ اور لوگ پست ہمت و سست و دنی خیال
مفلس کہ اوس غریب کی دنیا نہیں درست
مشکل کہ اوسکے ہاتھ سے ہو کار دین درست

اور شاذ اگر ہوا کوئی محتاج دل غنی ۔ سمجھا کہ یہ جہان ہے جہان گزشتنی
گنتے دن کی زندگی کے لئے اتنی سرزنی ۔ اوسکو نہ دوستی ہے کسی سے نہ دشمنی
ایسا بزرگ شک نہیں اسمیں کہ نیک ہے
پر قوم کو ہوا نہ ہوا دونوں ایک ہے

سوچو تو کچھ بھی نیت کو نسبت ہے دست سے ۔ تم چاہتے ہو کام بلندی کا پست سے
کیا خیر ہو سکے گی بھلا تنگدست سے ۔ کوڑی تو لے اوڈھار کوئی فاقہ مست سے

لہ نصاری میں جو لوگ ہندو جوگیوں سنیاسیوں کیطرح ترک دنیا کرتے تھے انکو راہب کہتے تھے اسطرح کی ترک دنیا کی اسلام میں سخت ممانعت ہے لا رھبانیۃ فی الاسلام -

کیا اوس سے فیض ہو کہ نہیں آپ جسکو پاس
دنیا میں چیل سے بھی ملا ہے کسیکو ماس

گر مجھ سے پوچھتا ہے حقیقت میں ہمنشین | ایصال نفع ہے مری نزدیک اصل دین
پر چاہئے ہے اسکے لئے نقد آستین | خرمن بہار خواجہ کہ بسیار خوشہ چین

دین کے درست کرنیکو دنیا ضرور ہے
دنیا نہیں تو دعوی دیں مکروزور ہے

دنیا نہو تو دین کی رونق کہاں سے ہو | اعلاے شان قادر مطلق کہاں سے ہو
ایثار و بذل و جود محقق کہاں سے ہو | مصدر ہی جب نہیں ہے تو مشتق کہانسے ہو

دنیا کو جب کسی نے عموماً برا لکھا
میں اوسکے مونہہ کو دیکھنے لگتا ہوں کیا کہا

ممکن نہیں کہ دین میں دنیا نہو دخیل | ایسا خیال کر نہیں سکتا کوئی عقیل
پروردگار جس کا نہیں ہی کوئی عدیل | کیوں چاہئے لگا کہ مسلمان رہیں ذلیل

عزت ہے سب خدا کی خدا کے رسول کی
پھر اوسکی جسنے دعوت ایمان قبول کی

اسواسطے جو معشر[۵۱] خیر القرون تھے | اور کلہم عمارت دین کے ستون تھے
امت کو کالنجوم[۵۲] سبھی رہنمون تھے | اور مرجع ضمیر ہم المہتدون سے تھے

دنیا میں رہ کے دین کا برتنا سکھا گئے
دونوں کے جمع کرنے کا رستا دکھا گئے

راوی نے یوں لکھا ہی جناب عمر کا حال | جن روزوں آپ امیر تھے با ہیبت و جلال
اپنے ہی دست خاص سے پاتھا کئی سفال | تاریخ میں دکھاؤ ایسی کوئی مثال

---

۵۱ اس حدیث خیر القرون قرنی کی طرف اشارہ ہے معشر بمعنی گروہ - پس معشر خیر القرون سے پیغمبر صلعم کے اصحاب کرام مراد ہیں ۱۲

۵۲ یہ مضمون اوس حدیث مشہور کا ہی اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم ۱۲

شاگرد تھے نبی کے پیمبر کے تھے جلیس
دنیا کو جانتے تھے پر پشۂ خسیس

تیسرا اون کا تھا فراغ عبادت کیواسطے | کی سلطنت فلاح رعیت کے واسطے
عزت طلب تھے دین کی عزت کیواسطے | القصہ جو وہ کرتے تھے اُمت کیواسطے

اون کو کسی طرح طمع سیم و زر نہ تھی
ہرگز اُنہیں مفاد پر اپنے نظر نہ تھی

فیضان صحبت نبوی سے تھے مستفید | دیکھا اُنہوں نے نور رسالت کو چشم دید
پیدا ہوئے معید تھے اور مرے سعید | تھی اون سے خواستگاری دنیا بہت بعید

لیکن یہ انتظام الٰہی ہے مہربان
چڑھتا ہے بام پر کوئی بے وضع نردبان

زاہد تھے اور ملک ستانی کا اہتمام | دیکھو اگر یقین نہ آئے فتوح شام
دنیا میں اون کے دیں کا تھا کالملح فی الطعام[۱] | دونوں کا پاس کرتے تھے قصہ ہوا تمام

بدلا اسی سبب سے زمانہ کا طور ہے
اسلام جب کا اَور تھا اَور اب کا اَور ہے

دنیا سے اون کو ہوتی ذرا بھی اگر گریز | اسلام کی تو ہو ہی چکی ہوتی رستخیز
کھا جاتے لوگ گھور کے آنکھوں کو تیز تیز | تب دیکھتے زمانہ کی کج دار اور مریز[۲]

پھر کون پوچھتا تھا خدائے یگانہ کو
پاتا نہ کوئی زندگی جاودانہ کو

اَب بھی جو دیکھتے ہو اُنہیں کا طفیل ہے | کم بیش سب کو جانب توحید میل ہے
اعمال و شرک جون خس و خاشاک و نیل ہے | اتنا بھی گر نہ سمجھے تو انسان بیل ہے

۱؎ جیسے کھانے میں نمک ۱۲

۲؎ کجدار و مریز سے مراد ہے ۔ تکلیف ما لا یطاق ۔ کیونکہ ٹیڑھا رکھو اور گرنے نہ دے طلب محال ہے ۱۲

شرک کی کوئی شے نہیں کرتا خدا قبول
اوسکی دعا قبول نہ کچھ التجا قبول

القصہ اک وہ دین تھا دنیا کا دوستدار — واعظ ادیب ناصح مشفق صلاح کار
مونس رفیق موجب تسکین غمگسار — ہمدرد بے ریا و ہوا خواہ جاں نثار
وہ کھینچتا تھا بار امیر و فقیر کا
دنیا میں اوس میں ربط تھا شاہ و وزیر کا

اب ہم نے اپنے دیں کو بنایا چھوئی موئی — دنیا میں اور دیں میں لگانے لگے دوئی
پھر قاصر اسقدر نظر نارسا ہوئی — شہتیر بنگیا جو حقیقت میں تھی سوئی
دیں کے عوض تعصب و اوہام رہ گئے
دیندار اصل مر گئے بدنام رہ گئے

دنیا گئی کہ ہم نہ ہوئے اُسکے خواستگار — اور کیونکہ ہوتے مولوی[1] جنت کا چوبدار
مسجد میں وعظ کہتا تھا منبر پر آشکار — مفلسی بہر[2] مومن و دست از طلب بدار
دنیا و دیں کے ربط کی رسّی کو کاٹ کے
دھوبی کے کتے ہو گئے گھر کے نہ گھاٹ کے

ادبار کا یہی تو ہے سب سے بڑا سبب — دنیا میں اور دیں میں ہیں عداوت اور غضب
دنیا بغیر سخت مصیبت ہے روز و شب — لازم ہے دین کا بھی کماحقہٗ ادب
خستہ ہوئے خراب ہوئے ہائے ست گئے
ان دونوں کی لڑائی میں ہم مفت پٹ گئے

ف[1] یعنی وہ مولوی جو ریا سے وعظ کہتا ہے اور رہبانیت کی تعلیم کرتا ہے اور خود حصول دنیا میں غرق ہے کبھی تعمیر مسجد کو ذریعہ حصول مال کا کرتا ہے اور کبھی تعمیر مدرسہ کو۔ یہ مولویوں کے کرتوت ہیں جیسا کہ صوفیوں کی ترکیب یہی ہے کہ تعمیر خانقاہ و عرس کو ذریعہ حصول مال کا کرتے ہیں۔ یا ایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ ۱۲۔

ف[2] ترک دنیا بمردم آموزند۔ خویشتن سیم و غلہ اندوزند ۱۲

دل بجھ گیا ہے دیکھ کے دنیا کا انقلاب — افسوس کیا تباہ ہوئی قوم انتخاب
دیں کے خدا پرست وہ دنیا کی فتحیاب — آپس میں[1] رحم و لطف عدو کیلئے عذاب

مسجد میں سر بہ سجدہ پڑے ہیں زمین پر
میدان میں ڈٹے ہوئے گھوڑوں کے زین پر

لوگوں کو گر مناصب دنیا گناہ ہوں — داخل محرمات میں اعزاز و جاہ ہوں
دنیا کی آبرو سے اگر دیں تباہ ہوں — اُن[2] کا تو دیں یہی تھا کہ ہم بادشاہ ہوں

اگلے بزرگ لوگ تھے خاص امتیاز کے
پیشانیوں پر اونکی تھے گھٹّے نماز کے

معمور ہیں خزائن انعام کردگار — بے انتہا و بے حد و بے حصر و بے شمار
وہ[3] چھینتا نہیں ہے کبھی دیکے ایکبار — شایاں اوسے نہیں ہے کہ بندونکو دیکے لے

دنیا بدل گئی ہے نعمت بدل گئی
اسواسطے کہ قوم کی ہمت بدل گئی

افسوس قوم میں عصبیّت نہیں رہی — ہم میں کسی طرح کی مزیّت نہیں رہی
مضبوطی ارادہ و نیّت نہیں رہی — جرأت کہاں سے ہو کہ حمیت نہیں رہی

ہم میں ہر اک بشر کے خیالات پست ہیں
پس لاجرم ذلیل ہیں اور تنگدست ہیں

اے قوم یہ تباہی و افلاس جائے شرم — یہ تعصّب و وسواس جائے شرم
اس درجہ ضعف قوت احساس جائے شرم — تقصیر فی مقابلۃ[4] الناس جائے شرم

---

[1] اشارہ ہے قرآن مجید کی اس آیت کی طرف - محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تریٰہم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ و رضواناً سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود ۱۲

[2] یعنے اصحاب کا ۱۲ [3] اشارہ ہے طرف آیت ما کان اللہ مغیراً نعمۃ انعمہا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسہم کے ۱۲ [4] یعنے لوگوں کے مقابلہ میں ہیٹا ہونا شرم کی بات ہے ۱۲

تم اور تمہاری نسل ہو مشغول کھیل میں
اور لوگ چل رہے ہیں ترقی کی ریل میں

کیا خوب کہہ گیا ہے کوئی شخص خوش خصال
لفظ عرب میں نحن رجال[۱] و ہم رجال

اب اے عزیز و تم سے ہمارا ہی یہ سوال
کیوں آگیا ہے قوم کی حالت میں اختلال

اقوام روزگار میں بیٹھے ہو کس لئے
بے وقعتی کی خاک پہ لیٹے ہو کس لئے

کثرت سے تم میں صاحب مقدور کیوں نہیں
دنیا تمہارا مانتے جمہور کیوں نہیں

منہ پر تمہارے حسن نہ ہو نور کیوں نہیں
دل قوم کے شگفتہ و مسرور کیوں نہیں

آخر تمہاری قوم پہ یہ کیا وبال ہے
جس شخص پہ خیال کرو خستہ حال ہے

جبتک ہماری قوم میں تاج و نگین رہا
ہم میں کسی کو فکر معیشت نہیں رہا

کس کس کا نام لیں کہ چناں اور چنیں رہا
ہر فرد عافیت سے غنا سے قرین رہا

ہم مالک خزائن روئے زمین تھے
اہل زمانہ قاطبتہً خوشہ چین تھے

ہمکو خراج دیتے تھے دنیا کے بادشاہ
تھی مرجع انام کبھی اپنی بارگاہ

اس میں بقدر ذرہ نہیں شک و اشتباہ
تاریخ ہے ترقئ اسلام کی گواہ

جنکو ہمارے ساتھ دریغ التفات ہے
ہم آپ پہ حکمراں تھے ابھی کل کی بات ہے

ہمنے بنایا اہل جہاں کو خدا پرست
ہمنے دلایا یاد انہیں وعدہ الست[۲]

ہمنے کیا بتوں کے تئیں سرنگون و پست
ہمنے اتارا نشۂ صہبائیان مست

---

[۱] ہم بھی آدمی ہیں اور وہ بھی آدمی ہیں ۱۲

[۲] اشارہ ہے اسکی طرف کہ خدا نے سب آدمیوں کی روحوں سے پوچھا - کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں ۱۲

شائستگی کی جان بہ ترقی ہے کسکے ساتھ کی
پروا اسکی ہے ندی موسی اپنے ہاتھ کی

کچھ ایسی اپنی بات بن آئی تھی اُن دنوں | ساری زمیں پہ اپنی دُہائی تھی اون دنوں
گر دوستی تھی یا کہ لڑائی تھی اُن دنوں | ہر حال میں ہماری بڑائی تھی اون دنوں

کیا فضل کردگار رکھتا کیا اُسکی شان تھی
اسلام تھا کہ دولت و ثروت کی کان تھی

بسرو فراغ دولت و حشمت ہزار حیف | وہ شوکت اور لوازم شوکت ہزار حیف
عزت ہزار حیف حکومت ہزار حیف | صد حیف قابلیت نعمت ہزار حیف

گو حور[1] بعد کور اشد العذاب ہے
یاد از قبیل لیت یعود الشباب ہے

کیا فائدہ جو تذکرۂ ما مضے کریں | کیوں یاد رفتگان میں ماتم بپا کریں
بے سود گرچہ تا بہ قیامت بُکا کریں | اک امر اختیار سے خارج ہی کیا کریں

فرہاد[2] وار در صدد جوئے شیر کیا
اب جا چکا ہے سانپ تو پیٹیں لکیر کیا

پھر بھی ہے ایک وجہ تسلی بہت بڑی | قسمت ہمارے ملک کی اچھوں سے جا لڑی
جنکو فلاح خلق ہے منظور ہر گھڑی | لیکن یہ مشکل ایک بڑی سخت آ پڑی

نا واجب اڑ کے بیٹھے ہیں ہم اپنی بات پر
پیاسے تڑپ رہے ہیں کنار فرات پر

---

[1] حدیث ۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور ۔ یعنے ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں اس کمی سے جو زیادتی کے بعد ہو حور بعد کور بڑا عذاب ہے مگر اوسکا یاد کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی گئی ہوئی جوانی کی پھر تمنا کرتا ہے۔

[2] یہ ایک مشہور قصہ ہے کہ فرہاد اپنی معشوقہ شیرین کی فرمائش سے پہاڑ کاٹ کر دودھ کی نہر لانے کی فکر میں تھا۔

دروازہ کونسا ہے جو ہم پر کھلا نہیں ناممکن الحصول کوئی مدعا نہیں
مذہب کا قوم و ملک کا یاں تفرقہ نہیں آزادی اسقدر ہے کہ کچھ انتہا نہیں
بے جوتے بوئے آپ اُگے گا اناج کیا
ہم ہی اگر نہ چاہیں تو اسکا علاج کیا

اس ضدِّ احمقانہ کو بہتر کم کرو جانوں پر اپنی بہر خدا مت ستم کرو
چاہو ہمیں بُرا کہو یا متہم کرو پر روٹیوں کا فکر تو بہر شکم کرو
ہم دیکھتے ہیں قوم کی حالت تباہ ہے
بیمار کو دوا نہ بتائیں گناہ ہے

پھر بھی تم ہی تم ہی ہو اگر دل پہ ٹھان لو وہ وقت اب نہیں ہے کہ سیف و سنان لو
ہے علم پر مدار اسے خوب جان لو اتنی سی ایک بات ہماری بھی مان لو
رکھتی ہے اپنا وقت مناسب ہر ایک شے
تسویف تا کجا و پس و پیش تا بکے

لیکن مراد علم سے علم جدید ہے یورپ میں جس سے رونق اہل مزید ہے
ثروت کی سلطنت کی یہی اک کلید ہے یہ ہو تو پھر تمام زمیں زر خرید ہے
ایسی کلیں چلیں کہ طلسمات کر دیا
ان کافروں نے سب کے تئیں مات کر دیا

یہ علم گر نہیں ہے تو فضل و کمال ہیچ منشی ادیب شاعر شیریں مقال ہیچ
داب مناظرات و جواب و سوال ہیچ تحقیق میر زاہد و ملّا جلال ہیچ
ہمنے تو قیل و قال میں کی عمر رائگان
یورپ نے ہائے لوٹ لیا گنج شائگان

ہم میں سے آج جو علمائے فحول ہیں مخدوم ہیں کہ خادم شرع رسولؐ ہیں
عابد ہیں باخدا ہیں ثقہ ہیں عدول ہیں لیکن معاملات میں ایسے جہول ہیں

سمجھیں نہ وہ حساب کا اور نے سوال بھی
پھر بار وہ ایسے پڑھنے کا کوئی مآل بھی

ان کے سکے تلافیٔ مافات ہو چکی   در ماندہ سے امید شفاعت ہو چکی
بیمار جاں بلب سے مداوات ہو چکی   بس ٹوٹ دو بساط کہ یاں مات ہو چکی

دیندار مدعی تمہیں دنیا سے کھوئیں گے
یہ نا خدا جہاز تمہارا ڈبوئیں گے

واللہ سارے اپنی خرابی کی ڈھنگ ہیں   کل صنعتیں بہ قبضۂ اہل فرنگ ہیں
بیٹھے ہوئے دلوں پہ تعصب کی زنگ ہیں   محتاج ہیں غریب ہیں مفلس ہیں تنگ ہیں

ہم اپنا پیٹ پالتے ہیں پیٹ پیٹ کر
انگریز سارے لیگئے دولت گھسیٹ کر

یورپ اگرچہ لے گیا بازی تو خیر ہے   ہمکو خدا نخواستہ کچھ اس سے بیر ہے
وہ صاحب کتاب ہے ہر چند غیر ہے   مسجد نہو تو صومعہ[لہ] بہتر ز دیر[کہ] ہے

ہندو اوٹھائے بیٹھے ہیں سر آسمان کو
ہم پوچھتے ہیں رو و گرکس کس کی جان کو

کوشش کرو تو غیب سے ہوں جاتیں روا   بے جہد کے کسی کو کبھی کچھ نہیں ملا
ہمکو تو قناعت نہ رکہنے کی وجہ کیا   یورپ نے کچھہ خدائی کا ٹھیکہ نہیں لیا

دو تین چار ہاتھ کہسکنا ضرور ہے
مانا کہ ہم سے منزل مقصود دور ہے

قسمت کی خوبی دیکھو کہ اب بھی خبر نہیں   سمجھانے اور کہنے کا مطلق اثر نہیں
جس سے رفاہ قوم ہو ایسا ہنر نہیں   کیوں بھائیو کسی کی توجہ ادہر نہیں

لہ معبد نصاریٰ ۱۲
کہ ہندوؤں کا مندر ۱۲

کرو ارنا صواب پر اصرار کس لئے
آنکھوں سے دیکھتے ہو تو انکار کس لئے

یارب[۱] قلوب عصبتنا بین اصبعیک — الرشد والہدایت والفوز فی یدیک
تستشفع[۲] النبی باکرامہ لدیک — لما قضیت سائر حاجاتنا الیک

ہوں برسر عروج خیالات قوم کے
شایان شان قوم ہوں حالات قوم کے

سب جانتے ہیں عالم اسباب ہے جہان — ہر واقعہ نتیجۂ علت ہے بے گمان
اس قاعدے سے بھاگ کے جائے کوئی کہاں — جاری ہے یہ زمین سے لے تا آسمان

یہ ضابطہ جدید نہیں سرسری نہیں
اسلام بھی عموم سے اسکے بری نہیں

دیں کا عروج بے سبب معتبر نہ تھا — تھا مزد سعی صرف دعا کا اثر نہ تھا
راہ خدا میں جان تلک کا بھی ڈر نہ تھا — مومن نہ تھا کہ جسکا ہتھیلی پہ سر نہ تھا

ان معرکوں میں کتنے عزیزوں کا خوں بہا
اک سلطنت اور اتنے شہیدوں کا خوں بہا

تھی نار شرک سارے زمانہ میں مشتعل — روئے زمیں پہ نور ہدایت تھا مضمحل
اہل کتاب تک اسی آفت میں پابگل — پس دو طرح کے لوگ تھی یا ضال یا مضل

شیطان کی جہان میں دوہائی پھری ہوئی
یعنے خدا سے ساری خدائی پھری ہوئی

---

[۱] اے میرے رب ہماری قوم کے دل تیری دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں سیدھے راستہ پر چلانا اور مطلوب پانا تیرے ہی ہاتھ میں ہے ۱۲

[۲] ہم اپنے نبی کو (چونکہ تیرے نزدیک انکی عزت ہے) شفیع لاتے ہیں ہماری تمام حاجتیں جو تجھ سے متعلق ہیں ضرور پوری کرو ۔ ۱۲

اہل[1] عرب کا حال تھا سب میں بہت خراب ۔ جیسے بلا مبالغہ چیونٹی بھرا کباب
بارود سے زیادہ مزاجوں میں التہاب[2] ۔ گر بات پوچھئے تو ملے جبنیہ[3] جواب
اتنے سے لفظ پر کہ چلو یا ہٹو پرے
لڑنے پہ مستعد ہوئے حتّے کہ کٹ مرے

سفاک کینہ توز ستمگر ستیزہ جو ۔ بے رحم سنگدل متمرد درشت خو
غارت گروں کو اہل قوافل کی جستجو ۔ اس ٹوہ میں سدا پڑے پھرتے ہیں چارسو
صحرا نورد وحشئ و خانہ بدوش تھے
اونٹوں کو پالتے تھے بس اتنی ہی ہوش تھی

اُن کو نظر نہ تھی نہ زیاں پر نہ سود پر ۔ گھر بار سب لٹا دیں گر آجائیں جود پر
جانیں نثار کرتے تھے اپنے وفود[4] پر ۔ مرتے تھے فخر و عزت و نام و نمود پر
برداشت کر نہ سکتے تھے ازبسکہ ہتیاں
کمبخت مار ڈالتے تھے اپنی بیٹیاں

محکوم تھے بھی بعض تو صرف از براے نام ۔ کیا جانیں ایسے لوگ سیاست و انتظام
ایک رنگ میں رنگی ہوئی چھوٹے بڑے تمام ۔ دادوں کا لیتے پوتوں پڑوتوں سے انتقام
ہر قوم سے طناب عداوت تنی ہوئی
بارہ مہینے اون میں لڑائی ٹھنی ہوئی

تھے اگرچہ علم و فضل لیاقت سے بے نصیب ۔ لیکن ہر ایک باغ فصاحت کا عندلیب
ترکیب اونکی بول کی واقع ہوئی عجیب ۔ جادو اگر نہیں ہے تو جادو کے ہے قریب
وہ دل کو موہ لیتے تھے طرز بیان سے
باتوں میں پھول جھڑتے تھے اونکی زبان سے

---

[1] یہ حال اہل عرب کا تواریخ سے ظاہر ہے ۱۲

[2] افروختہ شدن آتش ۱۲

[3] جبنیہ ایک ارقل ہے ۱۲ [4] ایلچی ۱۲

باآنکہ شہر مکہ میں تھا کعبۂ خلیل — نالائقوں نے اسکو کیا اسقدر ذلیل
گھر میں خدا کے سیکڑوں بت ہوگئے دخیل — جیسے کہ آن بیٹھے ہما کی جگہ میں چیل

کیا انقلاب گردش چرخ کہن سے ہیں
یہ بُت پرست[1] خلف اُسی بت شکن کے ہیں

غالب صفت تھی انکی خشونت بانی جال — اس طرز میں شریک تھے کیا اہل کیا عیال
وہ خانہ داریاں تھیں بجائے خورش وبال — ایک مرد جتنی عورتیں چاہے کرے حلال

منکوحہ چھوٹ باپ کی تھی عذر خفیف پر
نزلہ گرا ہی کرتا ہے عضو ضعیف پر

ناگفتہ بہ ہے انکا طریق معاشرت — شرم و حیا سے اُنکو نہ تھی کچھ مناسبت
کرتا[2] زنان بیوہ کی ارث و مقاسمت — دو بہنیں اور حقوق زنی میں مشارکت

ظاہر خراب اُس سے زبوں تر سریرتیں
انسان ہوکے ان میں بہائم کی سیرتیں

سب اہل روزگار تھے گمراہ یک قلم — مستوجب عذاب الٰہی عرب عجم
پر اوس[3] نے عین وقت پر اپنا کیا کرم — پیدا ہوئے نجات[4] دہندۂ امم

بنیاد شرک و کفر ضلالت سے ہل گئی
بھٹکے ہوؤں کو منزل مقصود مل گئی

کیا عقل تھی جناب رسالت مآب کی — شرمندہ جسکے آگے ضیا آفتاب کی
تدبیر سوچتے تھے مگر فتحیاب کی — آخر کو راہ ڈھونڈ نکالی صواب کی

---

[1] یعنی اہل عرب حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلعم کی اولاد اور ان کے دین کے مدعی تھے اور پھر کعبہ میں بت رکھکر بت پرستی کرنے لگے ۱۲

[2] جبراً ۔ ۱۲

[3] یعنی خدا تعالےٰ نے ۱۲

[4] پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲

وہ گم رہی وہ خوے جہالت نکل گئی
تھوڑے دنوں میں ملک کی حالت بدل گئی

ہرچند انکو ذات خدا کی پناہ تھی — پر مقتضاے وقت پہ ہر دم نگاہ تھی
تدبیر صلح و جنگ کی شام و پگاہ تھی — جو دوسروں کی راہ ہے وہ انکی راہ تھی
تقصیر کب درست ہے تدبیر کار میں
ہم اُن کے سامنے ہیں بھلا کس شمار میں

جاگو کہ شرط باندھکے مردوں سے سو چکے — خار قنوط راہ ہمت میں بو چکے
جو کچھ تمہیں خدا نے دیا تھا سو کھو چکے — سُن لینا ایک دن کہ مسلمان ہو چکے
قسمت میں قوم کی ہے لکھی صبح و شام موت
بے غیرتی کے جینے سے بہتر حرام موت

جو لوگ ہیں سعادت عظمیٰ سے بہرہ مند — کرتے ہیں بات بات سے وہ اکتساب پند
پرواز کو خیال کے رکھو ذرا بلند — مت ہو لذائذ حیوانی کے پابند
میری اگر سنو نہیں سمع قبول کر
غفلت کبھی نہ کیجیو زنہار بھول کر

تمت

لکچر نمبر ۳

جو جناب ممدوح نے

انجمن حمایت اسلام لاہور

کے

چوتھے سالانہ جلسے میں دیا

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم صلعم

ابر و باران کی وجہ سے پچھلے دو دن موسم ناسا عد رہا کہ جس قدر اژدہام کی توقع کی جا سکتی تھی شاید اس میں کسی قدر کمی ہوئی ہے - لیکن یہ کمی ممبران انجمن حمایت اسلام کی دل شکنی کا موجب نہیں ہونی چاہئے -

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا ہم کیا ہیں کہ کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

حمایت اسلام ایسا دلکش اور پیارا لفظ ہے کہ جس کے دل میں اسلام کی ذرا سی بھی گدگدی ہے - ممکن نہیں کہ یہ آواز اسکے کان میں پڑے اور اس کے شوق کو تحریک نہو - چاہئے تھا کہ مسلمان اس انجمن پر ایسے گرتے جیسے شہد پر مکھیاں یا شمع پر پروانے لیکن اگر ایسا ہوا ہوتا تو آج انجمن کے ممبروں کی فہرست کتاب ہفت قلزم کے حجم سے کم نہوتی - اچھا پھر اس مجلس کی شرکت - اعانت - سرپرستی میں مسلمانوں کیطرف سے

وہ سرگرمی کیوں نہیں ظاہر ہوئی جسکی توقع کی جاتی تھی - کیا لوگوں کو اس انجمن کی خبر نہیں یا اسلام محتاج حمایت نہیں یا جسقدر ہو چکا ہے اسلام کی ضرورتوں کو کافی ہے - یا انجمن کی کارروائی اصلاح طلب ہے - یہ ہیں چند سوالات جو انجمن کے اس جلسے میں شریک ہونے کے قصد کے ساتھ میرے ذہن میں گذرے - اون کے جوابات بہم پہونچانا - اُنپر غور کرنا - سوچنا - موانعات کو دفع کرنا میرا نہیں بلکہ انجمن کے اُن ممبروں کا کام ہے جو انتظام کو اُٹھائے ہوئے ہیں - میں تو صرف نفس حمایت اسلام پر چند ریمارکس کرونگا - مجھکو صرف اتنی بات کا ظاہر کرنا منظور ہے کہ ہندوستان میں اسلام کو کسطرح حمایت درکار ہے -

شروع میں اسلام کو ایسے ناملائم اتفاقات پیش آئے کہ جناب پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چار و ناچار بڑی آزمائی کرنی پڑی - حضرت نے بڑے صبر بڑے تحمل اور بڑے استقلال کے ساتھ بارہ برس تک اس پہلو کو بچایا - اور صرف خدا کے واسطے تمام دنیاوی ایذاؤں کو برداشت کیا - گو عرب کے لوگ لاتوں کے بھوت باتوں سے کیوں سیدھے ہونے لگے تھے - عرب کے لوگوں کو حضرتؐ کے ساتھ صرف اسوجہ سے عداوت تھی کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک خدا کی پرستش کو قائم کرنا چاہتے تھے وہ لوگ دینی دشمنی کے سبب طرح طرح پر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو زبانی ایذائیں دیتے اور کہتے دیوانہ ہے جھوٹا ہے - شاعر ہے - ہیں کہیں مرزا ارشد یا الطاف حسین حالی - ان صاحبوں کے واسطے شاعری مایۂ ناز ہو - مگر پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے واسطے یہ خطاب باعث عزت نہ تھا - بلکہ اون کو تو عالم ہونا بھی موجب عار و منقصت تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اُمّی تھے اگر وہ ڈگری ایم - اے یا ایل ایل ڈی کی ڈگری رکھتے ہوتے تو لوگ کہتے کہ پڑھا ہوا اپنے خیالات ظاہر کر رہا ہے - زبانی تکلیفوں کے سوا گستاخی - بیہودگی - بے ادبی اس درجے کی تھی کہ کفار نے ایک دفعہ سجدہ کی حالت میں اونٹ کا بوجھ گردن مبارک پر ڈالدیا - بوجھ سے اٹھ نہ سکے - حضرت فاطمۃ الزہراء نے آنکر اوٹھایا - کافران بیدین راہ میں

کاٹنے بچھا دیتے کہ آہستہ جاتے تھے پائے مبارک میں چبھیں - آتش عداوت یہانتک بھڑکی
کہ مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہلاک کرنے کے درپے ہو کر قتل کی
تدبیریں کرنے لگے اور پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اُن کے رفقا و انصار
پر عرصہ زیست کو تنگ کر دیا - ناچار سب نے گھربار جائداد سب کچھ چھوڑ کر جلاوطنی
اختیار کی جسکو ہجرت کہتے ہیں - لڑائی کی آگ کا قاعدہ ہے کہ لگی اور بھڑکی اور
بھڑکی اور پھیلی - اسطرح پر اسلام کو معرکے پیش آئے - اسلام کو اگر درخت سے
تشبیہ دیں تو وہ ایسا درخت ہے کہ تلواروں کی چھاؤں میں اُسکا نشوونما ہوا اور
آدمیوں کے خون نے اُسکے لئے پانی کا کام دیا - اسلام خدا کی خالص اور
بے لاگ و لپیٹ توحید کی وجہ سے یوں بھی بت پرستوں اور مشرکوں یعنی دنیا
کے تمام لوگوں کی نظروں میں کھٹکتا تھا - لڑائیوں کی وجہ سے اور بھی مبغوض ہو گیا
سلطنت اسلام کے قائم ہو جانے کے بعد مسلمان بادشاہوں نے اشاعت اسلام
کو توسیع ملک کا حیلہ ٹھہرایا - یہ روداد مخالفین اسلام کے لئے حجت ہو گئی اور حجت
ہونے کی بات تھی کہ دیکھا یہی کوئی مذہب ہے جو ہیکڑی اور زبردستی اور دھینگا مشتی
سے لوگوں کے دلوں میں اسطرح اوتارا گیا جیسے کڑوی دوا بچوں کے گلے میں - جو
شخص واقعات تاریخی کی تکذیب پر دلیر ہو - ہو اپنا مسلک تو یہ ہے کہ بیشک جہانتک
اسلام کو ہندوستان کے ساتھ تعلق رہا ہے وہ ایسا ہی مذہب رہا ہے بلکہ یوں کہو کہ
تھا کیا کہ - اوس کے مخالف کہتے ہیں کہ جبر و اکراہ کے ساتھ اسکی اشاعت ہوئی
مگر اس سے نفس اسلام پر کوئی الزام کیونکر آنے لگا - الزام اگر ہے تو ان لوگوں پر ہے
جنہوں نے جبر و اکراہ کے ساتھ اسکی اشاعت کی - اگر کسی مدرسے کا ایک احمق لڑکا
ایسی بدیہی بات نہ سمجھے کہ مثلث کے دو ضلعوں کا مجموعہ تیسرے سے بڑا ہوتا ہے
لیکن جب پوچھا جاوے تو ماسٹر کے ڈر سے کہدیا کرے کہ ہاں ہوتا تو ہے - اس
صورت میں ماسٹر قصوروار ہے کہ اسنے لڑکوں پر اپنی ہیبت ناواجب حد تک بٹھا رکھی
ہے - یا لڑکا قصوروار ہے کہ وہ ڈرپوک اور دل کا بودا ہے کہ نہیں سمجھتا اور ہاں کہتا ہے

کہاں سمجھ گیا - لیکن اصل مسئلہ کہ مثلث کے دو ضلعوں کا مجموعہ تیسرے سے بڑا ہوتا ہے ہر حالت میں صحیح ہے - بعینہ یہی حال ہے اسلام کا - کسی نے اسکو طوعاً تسلیم کیا تو اور کرہاً تسلیم کیا تو - وہ فی حد ذاتہ مذہب صحیح تھا اور ہے اور رہیگا - ہاں تو میں اس بات کو مانتا ہوں ولا یختلج فی صدری منہ شیٔ[۱] کہ اسلام کو متقدمین مسلمانوں نے زبردستی سے ہندوستان میں پھیلایا - مسلمان ہرگز ہندوستان میں مہمان نہ تھے - جیسا کہ الطاف حسین - حالی نے شکوہ ہند میں لکھا ہے - بلکہ غاصب اور دخیل بیجا سمجھے جاتے تھے - ہندوستان کے باشندوں یعنی ہندوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی سوسائٹی میں اڈمٹ نہیں کیا اور نہ انہیں اپنا مہمان سمجھا - نہ ان کے ہاتھ کا چھوا کھانا کھایا نہ پانی پیا - شادی بیاہ کا تو کیا مذکور ہے - پس مسلمان اگر مہمان تھے بھی تو مہمان ناخواندہ - غرض ہندو مسلمانوں میں جو بگاڑ شروع شروع میں پیدا ہو گیا تھا کسی زمانے میں کم نہوا - اکبر نے ہندو مسلمانوں میں ربط وضبط پیدا کرنے کی کچھ کوشش کی تھی مگر فریقین کی طرف سے وہ ایک شخصی سی بات تھی نہ ثبات - شاید اوسکی تدبیر کے مرہم سے زخم اختلاف کچھ بھر چلا ہو تو اوس کے بعد ٹانکے ٹوٹ ٹاٹ کر وہ گھاؤ پہلے سے بھی بدتر ہو گیا - اور جب فاسد زخم تمام جسد ہندوستان میں پھیل گیا تو پولیٹیکل سرجری کے قاعدے سے قطع عضو فاسد لازم آیا یعنی انتزاع سلطنت - میں جہاں تک خیال کرتا ہوں اصول اسلام ایسی عمدہ اور سلیس اور عام فہم اور ہر دل عزیز اصول ہیں کہ ان کے ماننے والے یعنے مسلمان دنیا میں بہت زیادہ ہونے چاہئیں سب سے بڑی خوبی جو اسلام میں ہے یہ ہے کہ اسمیں تکلف نہیں - تصنع نہیں - ادعا نہیں - طلب محال نہیں - تکلیف مالا یطاق نہیں - کسی طرح کا اشکال نہیں -

بڑے اصول مذہب کے تین ہیں -

---

[۱] میرے سینے میں اسکی طرف سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا -

اوّل - توحید

دوم - رسالت

سیوم - احکام یعنے اوامر و نواہی -

جن وجوہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ خدا کا ہونا ضروری ہے انہیں وجوہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ایک ہے - قرآن شریف میں حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کا ذکر ہے کہ کس طرح سے اونہوں نے توحید کا سراغ لگایا - موجودات میں سے اولی قسم جمادات ہیں کہ جو حرکت بالارادہ نہیں کر سکتے - اس سے آگے نباتات کا درجہ ہے - مثل گھاس و روئیدگی و درخت - انمیں نمو ہے - مگر حرکت پر قادر نہیں - ہوا کا جھکولا آیا تو ہل گئے ورنہ کھڑے ہیں ان میں اور جمادات میں صرف بالیدگی کا فرق ہے - بعدہ حیوانات جو اپنے ارادے سے نقل و حرکت کرتے ہیں جنمیں سب سے اعلے درجہ انسان کا ہے - انسان میں سب باتیں مثل دوسرے جانوروں کے ہیں مگر اسکو فضیلت ہے بسبب عقل کے - جسکی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات کہلاتا ہے - ہندؤں کو ہم افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ جانور - آگ - تلسی - پیپل کے سامنے سر جھکاتے ہیں گویا انسان سب سے بدتر ہے - اسلام انسان کو کیا سکھاتا ہے کہ دنیا میں سب چیزیں مجھ سے کم ہیں - اگر خدا دنیا میں ہوتا تو میں ہی ہوتا - انسان اشرف المخلوقات تھا اور اسکی حالت اس شرافت کی متقضی تھی لیکن اس شرافت پر انسان کو اسلام نے جمایا اور اس اعتبار سے تمام بنی نوع انسان کی گردن پر اسلام کا بڑا حق ہے مگر ہندو دھرم نے انسان کو سب سے بدتر بنایا - حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں علم نجوم کو بڑی ترقی تھی اور تمام تصرفات نجوم کی طرف منسوب کئے جاتے تھے - ایسے گھر میں پیدا ہوئے جہاں بت بنائے جاتے - اور پوجے جاتے تھے - مگر چونکہ فطرت وحدانیت کی طرف پوری پوری توجہ تھی اُنہوں نے خیال کیا کہ وہ خدا کیا کہ جنمیں ہم خود تصرف کر سکتے ہیں - یعنی بت کہ ان کا بنانا بگاڑنا ہمارے اختیار میں ہے اس زمانے کے تقاضے سے وقت سے آپ نے اجرام فلکی کی طرف خیال

گیا۔ جنگل میں کھڑے ہوکر کہا کہ خدا کہاں ہے۔ اتنے میں ایک چمکتا ہوا ستارہ عرصۂ فلک پر نمایاں ہوا۔ آپ نے خیال کیا شاید یہی خدا ہوگا۔ کواکب کی تاثیرات کو سب لوگ مانتے ہیں۔ مگر دیکھا کہ ستارہ طلوع ہوا پھر ترقی ہوئی بعدہ تنزل۔ معلوم ہوا کہ یہ خود مجبور ہے خدا کیونکر مجبور ہوسکتا ہے۔ [1] حتی اذا رای کوکبا قال هذا ربی فلما افل قال لا احب الافلین تھوڑی دیر کے بعد چاند کو دیکھا اوسکا بھی انجام ویسا ہی ہوا پھر ناامید ہوکر فرمایا کہ میری کوشش یہی ہے۔ کہ میں تلاش کروں۔ آفتاب نکلا۔ کہا کہ اسکے سامنے سب ماند پڑ گئے یہ خدا ہے۔ مگر وہ بھی آخر کو غروب ہوا تو بے اختیار بول اٹھے افسوس میری غلطی ہے خدا وہ ہے جسکو میں نہیں دیکھ سکتا۔ جسکے دیکھنے کے واسطے چشم بصارت اور بصیرت [2] دونو کافی نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ ہندوؤں کی بڑی غلطی ظاہر کرتا ہے۔ اب عیسائیوں کو لو یہ لوگ بھی گمراہ ہوگئے۔ ان کے یہاں دس احکام ہے۔ ایک حکم یہی کل کے واسطے بالکل ذخیرہ مت کرو۔ ایک حکم یہ ہے کہ اپنے دشمن کے واسطے دل سے بہتری چاہو۔ جیسے اپنے اکلوتے بیٹے کے لئے۔ ایک حکم یہ ہے کہ اگر کوئی تمہاری دائیں گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی پھیر دو۔ مگر آدمی کے لئے یہ احکام ممکن التعمیل نہیں ہیں۔ کہ کوئی اس پر ظلم کرکے تھپڑ مارے اور وہ کہے کہ اور مار۔ یا جانی دشمن کے ساتھ محبت کرے مثل اپنی اولاد کے یا فکر فردا سے فارغ ہو بیٹھے۔ احکام ہیں از قسم محالات۔ احکام اسلام ایسے ہیں کہ جن پر ہم عمل کرسکتے ہیں بدی کی جزا اسی طرح کی سزا۔ اگر کوئی معاف کرے اسکی مزدوری اللہ پر وجزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی اللہ یہ ہے وہ حکم جو فطرت

---

[1] یہاں تک جب دیکھا ستارے کو کہا یہ ہے رب میرا جب وہ غروب ہوگیا۔ کہا میں غروب ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

[2] دیکھو سورہ حم

انسانی سے ملتا ہے اور جسکو دل مان لیتا اور جو مقدور بشر ہے۔

عیسائی مذہب عیسوی کا ایک مسئلہ کفارہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا میں دو صفتیں متناقض کیونکر جمع ہو سکتی ہیں۔ عدل اور رحم۔ عیسائی کہتے ہیں کہ خدا مجبور ہو گیا ہے اگر کسیکو معاف کرے نہیں کرسکتا۔ مگر فطرت انسانی کیا گواہی دیتی ہے۔ اگر بندے سے کوئی گناہ ہو جاوے تو سوا توبہ اور استغفار کے کیا کرتا ہے۔ عیسائی ذات میں عدالت اور نصفت کو یوں جمع کرتے ہیں کہ خدا اسنے حضرت مسیح بن کر ذلتیں اور مصیبتیں جھیلیں اور یوں گناہگاروں کی سزا کو خود بھگت کر عدل اور رحم دونوں کو پورا کیا جیسے ہمارے معزز دوست **محمد برکت علی خان صاحب** کسی مجرم پر جرمانہ کریں اور اپنے پاس سے بھر دیں۔ اسکو تو یہ سے لا کر دیکھو اب میں رسالت کے لحاظ سے دکھانا چاہتا ہوں کہ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیونکر عرب کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ انسان کے تمام کام معلل بالغرض ہوتے ہیں۔ کوئی سفر کو جاتا ہے۔ کسی سے ملنے کے واسطے۔ کھیت جوتتا ہے اناج کے واسطے۔ اگر پیغمبر صاحب نے دعوے رسالت کیا تو کوئی مطلب تو ہو گا آیا وہ غرض یہ تھی کہ میں بادشاہ ہوں۔ میں بھی احد من الملوک ہو جاؤں۔ یہ احتمال بالکل غلط ہے اسکے برخلاف آپ نہایت متواضع۔ نہایت منکسر المزاج تھے۔

ایک دفعہ صحابہ جمع ہوئے۔ حضرت کو دیکھا کہ کھردرے بوریئے پر لیٹے ہوئے ہیں اور تیلیوں کے نشان پسلیوں پر نمایاں ہیں اصحاب نے عرض کی یا حضرت اگر آپ بوریئے پر کپڑا ڈال لیا کریں تو کیا اس میں کچھ حرج ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تنعم نہیں چاہتا۔ دعوے رسالت کا دوسرا باعث شاید یہ ہو کہ مجھکو لوگ مقدس سمجھیں۔ جیسے بعض شیوخ اور ریاکار عالموں کا حال ہوتا ہے لیکن آپ نے فرمایا انا بشر مثلکم میں بھی تمہیں جیسا آدمی ہوں تم میں اور مجھ میں اگر فرق ہے تو صرف اسقدر ہے کہ یوحی الی مجھ پر خدا کی وحی آتی ہے جو میرے اختیار کی چیز نہیں۔ پھر فرماتے تھے لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سی بھلائی سمیٹ لیتا اور مجھے کوئی اتفاق بد پیش نہ آتا۔

کوئی شخص پیشوایان دین میں سے ہے جو اسطرح کہے۔ پھر اس سیدھے سادے منکسر متواضع نبی کے اس کہنے کو دیکھو ما ادری ما یفعل بی و لا بکم۔ مجھکو کچھ خبر نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور نہ یہ معلوم کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا کفار کے جواب میں فرماتے۔ نشانیاں اللہ کے اختیار میں ہیں۔ کفار کہتے چشمہ بہاؤ یا کوئی انگور کا باغ لگاؤ جیسے جہاں مٹی لگاتے ہیں اوس میں نہریں بہاؤ۔ ایک سونے چاندی کا محل بناؤ۔ کوئی عجب بات ہمکو دکھاؤ اور تم تو ہمکو ڈرایا کرتے تھے کہ آسمان پھٹ پڑیگا۔ اب آسمان سے پتھر برساؤ یا اللہ اور اوسکا لشکر لاکر دکھاؤ۔ ان سب باتوں کا آپ جواب دیتے کہ میں کسی اختیار اور تصرف کا دعوے ہی نہیں کرتا۔ پھر پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نسل کے لئے آمدنی کا کوئی ذریعہ قایم نہیں ہونے دیا اونہوں نے آمدنی کے تمام ابواب اپنی نسل پر بند کئے آل ہاشم پر صدقہ اور خیرات اور زکوٰۃ کو ابداً حرام کردیا۔ انحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المال میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر مال التقسیم کررہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام ان دنوں بچے تھے ایک کھجور لیکر موںہہ میں ڈال لی انحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگلی سے نکالکر پھینک دی اور فرمایا کہ یہ صدقات لوگوں کے مال کا میل ہے جن کو خدا نے میری اولاد پر حرام کیا ہے۔ غرض سب سے بڑی خوبی اسلام میں یہ ہے کہ اوس میں تکلیف نہیں طلب محال نہیں تصنع نہیں اس مطلب کو اگرچہ میں زیادہ نہ بیان کرسکا تاہم مختصراً بیان کردیا۔ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں۔ کہ اسلام آہن دل انسانی کے لئے مقناطیس ہے حقیقت میں سخت حیرت ہوتی ہے تیرہ سو برس ہوچکے دنیا کے لوگ سارے نہیں تو اکثر مسلمان کیوں نہیں ہوگئے۔ میں نے اپنے ذہن میں اسکا یہی سبب قرار دے رکھا ہے کہ اسلام کو دوستی و خیرخواہی اور ہمدردی کے پیرایہ پر لوگوں میں عرض کئے جانے کا موقعہ نہیں ملا۔ ورنہ

جس طرح سے پادری لوگ بہلا کر پھسلا کر لالچ دکھا کر رفق و لینت سے۔ خاطر داری و دلجوئی سے۔ منت و خوشامد سے۔ سمجھا کر پرچا کر سینکڑوں برس سے انجیل کی منادی کر رہے ہیں۔ زیادہ نہیں پچاس برس بھی اس طرح لگ لپٹ کر قرآن مجید کی منادی کی جائے تو مسلمان دن دونے اور رات چوگنے میرا ذمہ۔

ان پادریوں کی چالیں کیا ہیں۔ ان کے ہتکھنڈے تو دیکھو سینکڑوں۔ ہزاروں مدرسے کھول رکھے ہیں۔ دھڑلے سے دنیوی علوم پڑھائے جا رہے ہیں مگر ہومیو پیتھک دوا کے ایک قطرہ کی طرح قلیل المقدار قوی الاثر ایک آدھ سبق مذہب کا بھی ہے اور کیوں نہ ہو وہی تو مشن کی تعلیم کے پرسکرپشن یعنے نسخے کا جزو اعظم ہے۔ رہی دنیوی علوم کی تعلیم پیش برین نیست کہ بمنزلہ شربت کے ہے جیسے شربت کی چاٹ سے طبیعت دوا کو گوارا کر لیتی ہے ویسے ہی دنیوی علوم کے لالچ سے لوگ پادریوں کی مذہبی تعلیم کو قبول کرتے چلے جاتے ہیں۔ پھر ہزاروں لاکھوں کتابیں ملکی زبانوں میں مفت پڑی تقسیم ہو رہی ہیں۔ کاغذ عمدہ سے عمدہ۔ چھاپہ عمدہ سے عمدہ۔ جلد عمدہ سے عمدہ۔ کیا پادری نہیں جانتے کہ شب برات میں ان کی کتابوں کے پٹاخے بنائے جاتے اور عطار ان کو پڑیوں میں صرف کرتے۔ لوگ جلدیں اکھاڑ کر اوراق ردی کی طرح پھینک دیتے یا پٹھے کے کام میں لاتے ہیں۔ مگر دھن اسکو کہتے ہیں کہ صرف اتنی توقع موہوم پر کہ شاید کوئی کتاب دستبرد سے بچ جائے۔ تو شاید اسپر کسی کی نظر پڑے۔ شاید وہ متاثر ہو۔ یہ بیدریغ خرچ ہیں اور یہ بے منت زحمتیں ہیں۔ منجملہ تدابیر اشاعت مذہب ایک تدبیر وعظ کی ہے کوئی میلہ۔ کوئی بازار۔ لوگوں کا کوئی مجمع نہ ہوگا جہاں ایک پادری کھڑا ہوا مذہب کی منادی نہ کر رہا ہو۔ ع

بہر زمیں کہ رسیدیم آسمان پیداست

لوگ ہیں کہ بیہودہ کٹھ حجتاں کر رہے ہیں۔ سخت و درشت کہتے ہیں۔ تمسخر و استہزاء سے بھی پیش آتے ہیں۔ مگر یہ پیچھے ہے کہ نہ ملول ہوتا نہ برا مانتا نہ گالی کا جواب گالی

دیتا ہے کیا کوئی پادریوں کی ریس کریگا یہ لوگ جان پر کھیل کر افریقہ اور چین اور تبت اور بڑا ارد دوردست جیسے وحشی و جنگلی اور نامنتظم و خطرناک مقامات میں جانیکی بھی پروا نہیں کرتے - گرفتار ہوتے - مارے جاتے - ناموافقت آب و ہوا سے ہلاک ہوتے ہیں مگر ہمت نہیں ہارتے - غرض مذہب کے پھیلانے اور رواج دینے میں کسی وضع خاص کے پابند نہیں - جس ڈھنگ سے سینگ سماتے دیکھی گھس پڑے - جیسے کہ ایک شکاری شکار کو گیا اونٹ بھی تھا اور راوٹی بھی تھی - ترشح ہونے لگا لوگ راوٹی میں گھس بیٹھے - اونٹ نے بھی راوٹی میں سر رکھ لینے کے لئے جگہ مانگی اور آخر کار ساری راوٹی میں وہی وہی تھا - وہ کسی شان میں ہوں دلجوئی - استمالت و تالیف قلوب ہر پیرایے میں ضرور - ڈاکٹر بن کر بیماروں کو دوا دیں - علاج کریں - سوداگروں کے بھیس میں مال تجارت ہلکے داموں پر بیچدیں وحشیوں کو آئینہ اور جھوٹے موتی اور کھلونے دکھا کر خوش کریں - اور زنان خانوں میں عورتوں کو پڑھنا لکھنا سینا پرونا سکھائیں دائیوں کی طرح بچے جنوائیں - یہ ہیں چند نمونے ان لوگوں کی کوششوں کے جنکو اپنی قومی سلطنت کے ہوتے کسی کوشش کی ضرورت نہیں - اب ہمکو اپنی جگہ آپ سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام کے لئے بھی کبھی کوئی اس قسم کی تدبیر کیگئی ہے ہرگز نہیں یہ سچ ہے کہ ہمارے ہاں وعظ کا دستور ابتدا سے ہے مگر جس طرح ہمارے اور پادریوں کے وعظ کے طریقے مختلف ہیں اغراض بھی مختلف ہیں - ہمارے ہاں کے عالم اکثر اپنی مسجدوں میں وعظ کہتے ہیں اور انکی اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو احکام مذہب سے آگاہ کیا جائے - جبکہ پادری دوسروں کو کنورٹ کرنے کے لئے گلی گلی کوچہ کوچہ وعظ کہتے پھرتے ہیں پادریوں کی دیکھا دیکھی چند روز سے مسلمانوں نے بھی کہیں کہیں سر بازار کھڑے ہوکر وعظ کہنے کا طریقہ اختیار کیا ہے - مگر نام و نمود کے سوا ہی اس طرز کو موجب کسر شان سمجھتے ہیں - حیلے تو بہت سے بنائیں گے کہ ہمکو اپنے ہی گھر دین و ہدایت سے فرصت نہیں کیا کریں پڑھنے والے آگھیرتے ہیں مستفتی دم نہیں لینے دیتے - لیکن

شاید اصلی سبب یہ ہے کہ بعض ۔ پھر ایک بہت بڑا نقص ہمارے ہاں یہ ہے کہ مولوی
احکام ظاہر کا بہت بڑا اہتمام رکھتے ہیں ۔ جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں ۔ ہماری
مولویوں کی تعلیم کا خلاصہ ہے زہد اور احکام ظاہر کی پابندی ۔ شریعت طب روحانی
ہے ۔ جس طرح طب ابدان میں ہر طرح کے علاج ہر قسم کی دوائیں دیکھتے ہو کہ کہیں
فصد اور حجامت اور تنقیہ اور پرہیز اور فاقہ ہے کہ یہ سب تدبیریں ضعیف کرنے کی
ہیں کہیں ادویہ ہیج اور مقوی بھی ہیں ۔ کیونکہ لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں کوئی حد
اعتدال سے بڑھ گیا ہے اسکو گھٹانے اور نیچے اتارنے کی ضرورت ہے کوئی گر گیا
ہے اسکو اٹھانا اور ابھارنا ہے ۔ بعینہ اسی طرح مذہب میں زہد بھی ہے کہ بمنزلہ تنقیہ
ہے مگر وہ کس حالت کے مناسب تھا کہ مسلمانوں میں اس طرح کی دولت پھٹ پڑی
تھی کہ مدینہ منورہ میں لوگ زکوۃ کا روپیہ جھولی میں بھرے ہوئے لئے لئے پھرتے تھے
اور کوئی زکوۃ کے لینے کی حامی نہیں بھرتا تھا کیونکہ ہر شخص خدا کے فضل سے بجائے خود
صاحب نصاب تھا ۔ اور اب بھی خدا مسلمانوں کے ویسے ہی دن پھیرے تو سب سے
پہلا شخص جو تعلیم زہد کی رائے دے میں ہوں مگر مسلمانوں کی حالت موجودہ تعلیم زہد
سے ویسا ہی ربط رکھتی ہے جیسا کہ ایک بیمار ناتوان کی تنقیہ سے ۔ تمول کے لئے
ایک درجہ معتدل اپنے ذہن میں قرار دو ۔ پھر مسلمانوں کے تمول کا اوسط نکالو تو ما و
و نسبت جو عدد صحیح اور کسور اعشاریہ میں ہوتی ہے ۔ بھلا یہ بات سمجھنے میں آ سکتی
ہے کہ احکام زہد کے مخاطب صحیح لوگ ہوں جنکے پیٹ کو روٹی اور تن کو کپڑا نہیں ۔
کیا پیغمبر صاحب علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے زمانے میں سب کو اصحاب صفہ
کی طرح مفلس محتاج [illegible] ننگا بنانا چاہا سبحانک ہذا بہتان عظیم
[illegible] نہیں ۔ بلکہ مفلسوں کو غنی ۔ محکوموں کو حاکم ۔ رعایا کو بادشاہ ۔ وحشیوں کو
[illegible] ترغیب [illegible] ترغیب وہی تاکید کردیا اور [illegible] کیا ۔ میں [illegible] کو
[illegible] تا ہوں کہ ہمارے [illegible] کے مولوی جنکو طب روحانی ہونے کا دعوی ہے
[illegible] علاج کر رہے ہیں مگر بالکل الٹا علاج [illegible] سکتے [illegible]

ضعیف ہو رہے ہیں اور ان کو نہ مد کا جلاب دیا جاتا ہے کہ پرسوں کے مرتے کل مریں اور کل کے مرتے آج ۔ اصلی بات یہ ہے کہ اسلام کے لئے تکثیر جماعت کے خیالات کو سر سے نکال ڈالو ۔ ہمارے یہاں اسلام کی ایسی حالت نہیں کہ وہ اپنے گروہ کو بڑھا سکے اب ہماری ہمت اسمیں مقصور و محصور ہونی چاہیئے کہ جماعت اسلام کو گھٹنے نہ دیا جائے ۔ یعنی مسلمان ترک اسلام کرکے دوسرا مذہب (اور چھپانے کی کیا ضرورت ہے صاف کیوں نہ کہا جائے عیسائیت) اختیار نہ کرنے پائیں میرا ایسا خیال ہو کہ مذہب بھی علی الاکثر[1] الا ماشاء اللہ ایک متوارث چیز ہے ۔ ایک مسلمان کا بچہ یقیناً بڑا ہو کر مسلمان ہوگا ۔ اسی طرح ہندو کا ہندو ۔ عیسائی کا عیسائی ۔ کیونکہ ہر شخص جس سوسائٹی میں پیدا ہوا اور جس سوسائٹی میں اسنے پرورش پائی طفولیت سے اس سوسائٹی کے مذہبی خیالات اس کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں ایک مسلمان عورت اپنے بچے کو اللہ اللہ کہکر سُلاتی اور اللہ کی مہربانی اور اوسی کے غضب سے دعا دیتی یا کوستی ہے پس وہ بچہ مسلمان تھا کے پیٹ میں فطرةً اور مسلمان ہے ماں کی گود میں تلقیناً ۔ اور ساری عمر مسلمان رہے گا تقلیداً ۔ یہ ہیں معنے[2] کل مولود یولد علی فطرت الاسلام ثم ابواہ یہود انہ او ینصرانہ او یمجسانہ کے ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک ہندو کسی وجہ سے مسلمان ہوا اور اسکو تمام عمر گوشت نہ پچا کیونکہ بچپن سے اسکو گوشت سے نفرت دلائی گئی تھی ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی ایسا ہوا تھا کہ جو یہود اسلام لاتے ۔ وہ اونٹ کے گوشت سے پرہیز کرتے اس وجہ سے کہ یہود کے یہاں اونٹ کا گوشت حرام ہے ۔ چنانچہ اسپر یہ آیت نازل ہوئی ۔

---

[1] اکثر مگر جس کو اللہ چاہے

[2] ہر بچہ اسلام کی فطرت (طبع) پر پیدا کیا جاتا ہے ۔ پھر ماں باپ اس کے یہودی کریں اسکو ۔ نصرانی کریں اسکو ۔ یا مجوسی کریں اس کو ۔

یا ایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین[1] - میرے ایک دوست شیعہ سے سُنی ہو گئے اور انہوں نے اپنے خاندان کے لوگوں کو مباحثہ و مناظرہ سے سنی ہونے کی ترغیب دی ایک بی بی کو سب طرف سے بند کیا تو انہوں نے کہا تو کیا کہا کہ بیٹا میں سنی تو ہو جاؤں مگر مجھ کو ان موؤں کے یعنی اصحاب ثلثہ کے نام ہی بُرے لگتے ہیں - ہاں تو غرض یہ ہے کہ میں مذہب کو تُوارث سمجھتا ہوں پھر انسان کے معاملات میں سب سے زیادہ عجیب مذہب ہے اس سے بڑھکر عجیب بات اور کیا ہوگی کہ منزل مقصود سب کی ایک اور رستے دیکھو تو پورب پچھم کا اختلاف - اسپر طرہ یہ کہ سرگرمی اور اس بات کا اذعان کہ جس رستے پر میں چل رہا ہوں بس وہی ٹھیک ہے اور دل کی تسلی تمام اہل مذاہب میں یکساں - کل حزب بما لدیھم فرحون[2] ع

بگوش گل چہ ندا کردہ کہ خنداں است

بعندلیب چہ فرمودہ کہ نالاں است

دنیا کے اعتبار سے دیکھو تو کسی فرقے کو فی شیئ من الاشیاء[3] نہ مزیت ہے نہ فوقیت - نہ فضیلت - نہ خصوصیت - توالد تناسل صحت و مرض - تونگری و افلاس - رنج اور خوشی - نیکی اور بدی - موت و حیات - کیا چیز ہے - جو ایک مذہب والوں میں ہے - اور دوسروں میں نہیں - اور واقع میں یہی بے خصوصیتی اختلاف مذاہب کو رفع نہیں ہونے دیتی - جیسا کہ اللہ تعالے جلشانہ خود فرماتا ہے -

---

[1] اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے -

[2] ہر ایک گروہ اپنے حال میں خوش ہے -

[3] تمام چیزوں سے کسی چیز میں -

(۱) ولولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمٰن
لبیوتہم سقفا من فضۃ ومعارج علیہا یظہرون و لبیوتہم
ابوابا و سررا علیہا یتکئون و زخرفا و ان کل ذلک لما متاع
الحیوۃ الدنیا والاخرۃ عند ربک للمتقین ہر مذہب میں لوگوں کا
ایک ہی طرح کا حال ہے اکثر تو دنیا میں ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ دین مذہب کی طرف
مطلقاً ملتفت ہی نہیں ہوتے ۔ قدرے قلیل پابند مذہب ہوتے ہیں ۔ ان میں اکثر
اور اکثر بھی قریب کل اس خیال کے ہوتے ہیں (۲) انا وجدنا آباءنا کذلک یفعلون
انا وجدنا آباءنا علیٰ امۃ و انا علیٰ آثارھم مقتدون ۔ محققین
غرض شاذ ہیں، وہ لوگ جو تحقیق کے ساتھ کسی خاص مذہب کو اختیار کرتے ہیں مگر
تحقیقات کا نتیجہ ہمنے تو اکثر یہی دیکھا ہے کہ آدمی جس مذہب میں پیدا ہوا اور جسکی
خوبی بچپن سے اسکے ذہن میں بیٹھ چکی ہے تحقیقات کے بعد بھی اسی پر قائم رہتا ہے
وہ اگر اس مذہب کے معتقدات میں کہیں پانی مرتا ہوا دیکھتا ہے تو اسمیں تاویلات
گھڑ گھڑا کر سمجھوتی کر لیا کرتا ہے یدخلون فی دین اللہ افواجا کے دن
گئے اب کوئی اکا دکا تبدیل مذہب کرتا بھی سنہے تو اسکی مثال ایسی ہے کہ مثلاً دو بڑے
تالابوں میں سے چند قطرے ایک تالاب میں سے لیکر دوسرے میں ڈال دو تو
اس سے نہ وہ تالاب خشک ہوگا جس میں سے دو بوندیں نکل گئیں اور نہ وہ تالاب

(۱) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سارے آدمی ایک امت ہو جائیں گے تو ہم رحمان کے ساتھ کفر کرنے والے
کی گھر کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں چاندی کی کہ آسمان پر چڑھیں اور ان کے
گھروں کے واسطے دروازے اور تخت کہ ان پر تکیہ لگا کر بیٹھیں اور سونا اور نہیں یہ سب
کچھ ۔ مگر دنیا کی زندگی کا سامان ۔ اور آخرت تیرے رب کے پاس ڈرنے والوں کے
واسطے ہے ۔

(۲) ہمنے پایا اپنے باپوں کو اسی طرح کرتے ہیں ۔ ہمنے پایا اپنے باپوں کو ایک راہ پر ۔ اور ہم ان کی
پیروی کرتے ہیں ۔

اہل پڑیگا جس میں دولوندین اور آئیں۔ خلاصہ مقصود یہ ہے کہ ہمکو تکثیر گروہ مسلمانان کے فکر سے فارغ رہنا چاہئیے۔ اس سے کہیں زیادہ بکار آمد اور مفید اور عند اللہ و عند رسول مقبول یہ ہے کہ ہم عام مسلمانوں کی اصلاح پر متوجہ ہوں۔ اور عجب نہیں کہ یہ تدبیر آخر کار تکثیر جماعت اسلام کا بھی موجب ہو۔ غیر زمانہ کامپیٹیشن کا ہے۔ یوں سمجھنا چاہئیے کہ جتنے اہل مذاہب ہیں سب ایک قسم کے دوکاندار ہیں۔ اور ہر دوکان دار خریداروں کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ کامپیٹیشن کی صورت میں جو تدبیر ایک دوکان دار اپنی دوکان کی رونق کے لئے اختیار کرتا ہے ویسی ہی تدبیر ہمکو کرنی ہوگی کہ ہمارے پاس خریدار کی ضرورت کی سب چیزیں مہیا ہوں۔ سو ہیں مال بھی عمدہ ہو وہ بھی ہے بازان ہو۔ ارزان بھی ہے چیزیں عمدہ طرح سجائی گئی ہوں خریداروں کے ساتھ ہمارا برتاؤ رفق و نرمی کے ساتھ ہو۔ بس ان دو باتوں میں کمی ہے اور انہی دو باتوں کی طرف میں عام مسلمانوں کو اور خاص کر ممبران انجمن حمایت اسلام کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے مذہبی احکام جنکو میں نے مال تجارت سے تشبیہ دی فی حد ذاتہا نہایت عمدہ ہیں مگر ہم مسلمان ان کو ایسے طور پر عمل نہیں لاتے کہ انکی عمدگی ظاہر ہو۔ اور لوگ اسلام کو نظر استحسان سے دیکھیں۔ آپ صاحب مجھ کو اس بات کے کہنے سے معاف رکھیں گے کہ انجمن حمایت اسلام اپنے پندار میں ایسا خیال کرتی ہے کہ اسلام پر خارج کی طرف سے خطر ہے وہ ڈر رہی ہے کہ ایسا نہو جسطرح عیسائیوں نے مسلمانوں کی سلطنت و بالی۔ کہیں مذہب پر بھی دست درازی نہ کریں۔ اور میرا یہ حال ہے کہ میں خارج کی طرف سے بالکل مطمئن ہوں۔ اس سے کہ پادریوں نے دو چار لاوارث بچے لے جاکر عیسائی کر ڈالے اسلام کا انشا اللہ بال بھی بیکا نہیں ہوتا۔ میں آپ صاحبوں سے سچ کہتا ہوں کہ اسلام کو جو کچھ خطر ہے ہم ہی مسلمانوں سے ہے جو اس کے نام لیوا ہیں ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آن آشنا کرد

اسلام کوئی شے منفرد موجود فی الخارج نہیں بلکہ ہم مسلمانوں کے اطوار و عادات و معاملات و معتقدات و اقوال و افعال کا نام ہے۔ اسلام کی حمایت حفاظت تائید ہمدردی یا جو کچھ کہو سب کا بہترین پیرایہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اصلاح کی جائے۔ سب سے زیادہ ضروری اور سب پر مقدم تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں صلح کاری اور سازگاری کی صفت پیدا کی جاوے نہ صرف آپس میں بلکہ دوسری قوموں کے ساتھ مسلمانوں کی پچھلی کارروائیوں نے دوسری قوموں کے ذہن نشین کر دیا ہے کہ مسلمان دوسری قوموں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ رکھ نہیں سکتے جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا ہمنے مثل اور فرمانروا قوموں کے استمالت قلوب کی پروا نہیں کی جب تک گھر کی حکومت رہی اس غلطی کا کوئی گزند نہیں ہوا۔ زوال سلطنت کے بعد سے مسلمانوں کا قریب قریب ایسا ہی حال ہے جیسے دانتوں میں زبان روئے زمین پر سوائے خدا کے کوئی ان کا دوست نہیں اور نہ صرف یہ کہ دوست نہیں بلکہ لوگ پچھلی کہانیاں یاد کر کے درپے انتقام رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اگر خدانخواستہ ہندوستان پر انگریز مسلط نہ ہوتے یا ہوتے اور خدانخواستہ ان کی طبیعت دوسروں کی طرح کینہ کش واقع ہوئی ہوتی تو آج ہم مسلمانوں کی کیسی گت ہوئی ہوتی۔ ہرچند واقعات جو صفحات تاریخ پر ثبت ہو چکے کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتے۔ لیکن اگر ہم تلافی مافات کرنی چاہیں تو گو دوسری قوموں کو دوست نہ بنا سکیں مگر ان کی شورش عداوت کو تو ضرور فرو کر سکیں گے کیا اسلام کے لئے سلطنت کا ہونا شرط ہے۔ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پیغمبری کے پہلے گیارہ برس کس طرح کفار مکہ میں گزارے تھے۔ یاروشکر کرو کہ ہندوستان میں ویسا ابتلا نہیں بلکہ سچ پوچھو تو مطلق ابتلا نہیں ہم ہی دوسروں کو نہ دیکھ سکیں تو آؤ زیادتی ہی ورنہ کوئی ہمارے مذہب سے مزاحم نہیں۔ متعرض نہیں پھر یہ تمام واویلا کیوں اور فریاد کس لئے۔ بات صاف صاف یہ ہے کہ ہم اس ملک میں محکوم ہیں مغلوب ہیں ضعیف ہیں اور اپنی حالت پیش نظر رکھ کر مذہب کو بنایا ہے۔ اسنے

ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا کہ ہمیشہ ہمیشہ کو مسلمان تمام روئے زمین پر سلطنت کریں گے بلکہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اسلام کے بارے میں پیشگوئی کی بھی تو یہ کی بدا غریبا وسیعود غریبا بے شک سلطنت بھی ایک رحمت الٰہی ہے اور وہ ان کو ملتی ہے جو اسکی صلاحیت رکھتے ہوں [1] ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔ ہم میں جب تک صلاحیت رہی سلطنت رہی۔ اب جو لوگ عند اللہ صلاحیت والے ہیں سلطنت پر مسلط ہیں کسی کے دل میں یہ وسوسہ نہ گذرے کہ سلطنت دنیا مذہب کے مقبول و نامقبول ہونے کی کسوٹی ہے۔ یہ انتظام الٰہی ہیں دوسری مصالح پر مبنی [2] تلک الایام نداولھا بین الناس۔ یہ میرا خیال ہے کہ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو دو متناقض حالتیں مغلوبیت و غلبہ اور عسر و یسر کی گذریں ہوں ہو اس میں یہ حکمت مضمر رہی ہوگی کہ مسلمانوں کو ملائم و نا ملائم ہر طرح کی صورت میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ دکھا دیا جائے۔ مسلمانوں کو دوسری قوموں پر کسی طرح کی تعدی کرنے کی قدرت تو باقی نہیں۔ لیکن ان کے برتاؤ میں جتنی اور جیسی چاہئے سازگاری بھی نہیں جو لوگ ہم میں کے عوام ہیں انکو ہندوؤں سے لڑنے بھڑنے کے لئے ایک ادنےٰ سا بہانہ بس کرتا ہے رہے عیسائی معلوم ہے کہ وقت کے حاکم دولت اور عزت کے منبع ہیں اور کچھ نہیں تو اُن کے ساتھ مذہبی مباحثات میں وہ احتیاط جسکا پاس ایک قوم مغلوب کو ہمہ وقت ہونا چاہئے ضرور فوت ہوجاتی ہے یا اُن کے فوت ہونے کا ضرور خطرہ ہے جن کے لئے خدا نے ہمکو عیسائیوں کا دست نگر بنا دیا ہے۔ کوئی ہے ایسا ضابطہ کہ مذہبی مخالفت کو پرخاش اور عداوت بے اعتقادی کی حد تک منجر ہونے دے۔ ذرا اپنے نفوس کا احتساب کیجئے اور خدا

---

[1] ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے بعد کہ زمین کے وارث میری نیک بندے ہوں گے۔

[2] ان دنوں کو ہم لوگوں میں پھیرا کرتے ہیں۔

سکے لئے دریا میں رہکر مگرمچھ کو مت دشمن بناؤ ۔ چمن [illegible] فارسی [illegible]
آپ گل ہو کر رہو ۔ تم کو یقین آسکے یا نہ آسکے اگر یقین کروگے تو مجھے کیا بخش
دوگے [1] فما آتانی اللہ خیر مما آتاکم اور اگر یقین نہ کروگے تو مجھ سے کیا
چھین لوگے ۔ میں سچے دل سے تم سب کے روبرو کہتا ہوں کہ میں خدا کے
فضل سے مسلمان ہوں بلکہ کسیقدر متعصب مسلمان ۔ یہاں تک کہ میں نے انگریزی
بوٹ کا پہننا بھی پسند نہیں کرتا ۔ ہر چند جانتا ہوں کہ لباس کو مذہب میں کچھ دخل
نہیں مگر میں نے کہا نہ کہ مجھ میں تھوڑا سا تعصب ہے میرا مزاج خلقت کا ضدی
واقع ہوا ہے بااین ہمہ میں مسلمانوں کے فائدے کی نظر سے باصرار کہتا ہوں کہ
مسلمانوں کو جتنی اجنبیت اور وحشت اور نفرت نصاریٰ سے ہے مصلحت وقت کے
خلاف ہے اس زمانہ کے نصاریٰ وہی نصاریٰ ہیں جو پیغمبر صاحب صلے اللہ
علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں تھے وہی عقائد ہیں وہی مسئلے ہیں اور انہیں کی
نسبت خدا فرماتا ہے [2] لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا
الیہود والذین اشرکوا ولتجدن اقربہم مودۃ للذین آمنوا
الذین قالوا انا نصاریٰ یہ تو خدا کا فرمودہ ہے ان وقتوں کا کہ اسلام
برسر عروج تھا اور دوسری قوموں کی دوستی اور دشمنی دونوں سے مستغنی ۔
اب ہمارے برتاؤ کو دیکھو تو ہم نے اباعد کو اقارب بنا رکھا ہے اور اقارب کو اباعد
اور کس حال میں کہ ہم محتاج ہیں اور نصاریٰ محتاج الیہ ہم محکوم ہیں اور نصاریٰ حاکم ۔
عقل رکھتے ہو ۔ شعور رکھتے ہو ۔ سود و زیاں میں تمیز کرنے کی سمجھ رکھتے ہو سہ

من نگویم کہ ایں مکن آں کن
مصلحت بین و کار آساں کن

---

[1] جو کچھ مجھکو اللہ نے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمکو دیا ہے ۔

[2] تو سخت دشمن مومنوں کا یہودیوں اور مشرکوں کو پائے گا اور دوستی میں بہت قریب ایمان والوں کا انکو پائیگا جو اپنے آپکو نصاریٰ کہتے ہیں ۔

اگر ہمکو سوسائٹی کی ضرورت ہے تو اسکی بھی ضرورت ہے کہ ہم اوس سوسائٹی سے جہاں تک ممکن ہو پورا پورا فائدہ حاصل کریں - لیکن جب سوسائٹی کے خیالات ہماری نسبت یہ ہوں کہ ہم کو ڈپٹیکئے - مغرور بر خود غلط - سرکش - تڑے - ہیکڑی باز - لڑنے کو موجود - جھگڑنے کو تیار خیال کرتے ہوں تو بس معلوم ہوا کہ ہمکو سوسائٹی کی منفعتیں بتامہا حاصل نہیں - میرے خاندان میں دکانیں اور مکانات کی قسم سے کچھ جائداد ہے - ہم لوگ ہمیشہ ہندو کرایہ دار کو ترجیح دیتے ہیں - کیونکہ اوس سے کرایہ بآسانی اور پورا اور فی الوقت وصول ہوتا ہے - مجھے ایک بندوبست کے مسلمان ڈپٹی کلکٹر کا حال معلوم ہے کہ ان کی کچہری میں اونے درجہ کی محرری خالی ہوتی تو اوہ اکثر ہندو کو رکھتے اس خیال سے کہ ہندو ڈر کر کام کرتا ہے محنت سے جان نہیں چراتا - میں نے بجاے خود آزمایا تو اون کا خیال صحیح تھا - مہاجن لوگ تقاضے کے لئے اکثر مسلمان پیادوں کو رکھتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ مسلمان سخت گیر ہوتے ہیں - حد خودداری تک تو ان باتوں کا مضائقہ نہیں - اس سے زیادہ میرے نزدیک داخل عیب ہے اور من حیث المعاشرۃ خود مسلمانوں کے حق میں مضر سخت مضر - غرض جہاں تک مسلمان دوسری قوموں کو نظرِ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اگرچہ وہ حقارت مذہبی ہی اعتبار سے کیوں نہو - مسلمانوں کے اس طرز مزاج سے میں ہرگز راضی نہیں - دوسروں کو برسر غلط سمجھو اور بے شک وہ برسر غلط ہیں لیکن غلطی کی وجہ سے وہ لوگ قابل رحم ہیں نہ لائق نفرت - میں جانتا ہوں کہ انجمن حمایت اسلام کا یہ مقصد نہیں لیکن مذہبی ردوکد میں خواہی نخواہی دوسرے کے عیوب پر نظر پڑنے لگتی ہے - اس سے کہ ہم دوسروں کے عیب نکالیں بہت زیادہ مفید ہوگا کہ ہم اپنے ہی عیوب کی تفتیش میں مصروف ہوں - میرا منصب وعظ کا نہیں - لیکن اگر میں اپنے نفس پر دوسرے مسلمانوں کو قیاس کروں تو ہمارا حال سخت افسوس کے قابل ہے ؎

گر مسلمانی ہمین است کہ واعظ دارد
وائے اگر در پس امروز بود فردائے

زیادہ کہنے کی فرصت نہیں اور شاید موقع و محل بھی نہیں - مگر آؤ ذرا اپنے ایمان کو تو جانچیں کہ یہ بھی ٹھیک ہے یا نہیں اسلام کا لب لباب یا اوسکی غرض و غایت جو کچھ کہو خدا کی توحید ہے - یہی چیز اصل دین تھی اور اسی کو ساری دنیا نے یہاں تک کہ اہل کتاب نے مشتبہ اور متزلزل کر رکھا تھا اور اسی کو صرف اور خالص اور پاک اور منقح اور مضبوط اور مستحکم اور مشید کرنے کو ہمارے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مبعوث ہوئے سارا قرآن من اولہ الی آخرہ توحید میں سرشار ہے - جملے جملے سے توحید پڑی ٹپک رہی ہے - پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مزاج میں چشم پوشی اور درگذر اور تالیف قلوب اور آسانی کی کچھ انتہا نہ تھی صرف دنیاوی امور میں نہیں بلکہ مذہبی امور میں بھی حجۃ الوداع میں کوئی کہتا مجھ سے فلان رکن فوت ہوگیا آپ فرماتے لا باس - کوئی عرض کرتا یا حضرت ارکان میں بے ترتیبی ہوگئی ارشاد ہوتا لا باس - مسجد نبوی میں ایک بدو پیشاب کرنے لگا - لوگ مارنے دوڑے فرمایا اسکو اطمینان سے فارغ ہو لینے دو پھر نرمی سے سمجھا دیا - مسجد عبادت کے لئے ہے - اسارائے بدر کے بارے میں باوجودیکہ اصحاب نے قتل کی رائے دی - حضرت نے فدیہ لے کر چھوڑ دیا - ایک منافق مرا اوس کے بیٹے نے التماس کیا کہ حضرت اس کے جنازے کی نماز پڑھائیں - آپ منع کرتے کرتے راضی ہوگئے - جب کبھی حضرت کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا آپ ہمیشہ سہولت کا پہلو اختیار کرتے - حضرت انس کہتے ہیں برسوں میں نے خدمت کی کبھی کسی بات پر مجھکو ملامت کی ہی نہیں - گھر میں جو کچھ پکتا خوشی سے کھا لیتے اور نہ بھاتا تو مونہہ سے کھانے کو بُرا نہ کہتے حطیم کعبہ کو صرف اسوجہ سے داخل کعبہ نہ کیا کہ ایسا نہو لوگ نئی بات سمجھ کر تکرار کریں غرض سب باتوں میں نرمی تھی اور نہیں تھی تو توحید کے بارے میں - فتح بدر کے بعد لڑکیاں شادیانے گانے لگیں آپ خاموش لیٹے ہوئے سنا کئے جب انہوں نے کہا کہ ہم میں پیغمبر غیب دان ہے جھٹ آپ نے روکا - صحابہ نے چاہا کہ فارس کے قاعدے کے مطابق تعظیماً سجدہ کریں منع فرمایا بلکہ لوگوں کے کھڑے ہونے سے بھی

ناخوش ہوتے تھے - اس خیال سے کہ مبادا میرے پیچھے لوگ پرستش کرنے لگیں - وصیت کی کہ میری قبر زمین دوز بنانا - خلاصہ یہ کہ جبتک زندہ رہے توحید کی رخنہ بندیوں میں لگے رہے اب انہی خدا پرست پیغمبر کی امت کو دیکھتے ہیں - قبر پرست - پیر پرست - تعزیہ پرست - رسم پرست - اوہام پرست - تدبیر پرست خواہش پرست - یعنی روزمرہ کی حاجتوں میں تو ہمکو اسکی ضرورت پڑتی نہیں - کہ بیٹھے بٹھائے خدا کو تکلیف دیں - اولاد - نوکری - تندرستی - دوستی - دشمنی ہار جیت میں نہیں سمجھتا کون سا مطلب ہے جو خدا کے بدون اٹکا رہے اور اسکو کوئی نہ کوئی زندہ یا مردہ سالک یا مجذوب فقیر پورا نہ کرسکے - یوں تو اپنے دین کو اپنے مونہہ سے کوئی کیوں کھوٹا کہنے لگا - لیکن غیر ملک سے کسی ناواقف محض شخص کو آنے دو وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اگر فرق پائے گا تو اسی قدر کہ ہندو اپنے بزرگوں کی پرستش کرتے ہیں اور مسلمان اپنے بزرگوں کی - مسلمانوں کو توحید کے بارے میں متزلزل دیکھ کر میں ذرا بھی تعجب نہیں کرتا - یہ مرحلہ ہی ہے مزلة[۵۱] الاقدام وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون - لیکن البتہ تعجب کی بات یہ ہے کہ وہی یا اوسی قسم کے افعال دوسری قوموں کا آدمی کرے تو مشرک اور مسلمان اس سے بدتر سے بدتر بھی کرے پھر موحد کا موحد - توحید کیا ہے بی بی تمیز کا وضو ہے کہ کسی طرح ٹوٹتا ہی نہیں تاویلیں جو مسلمانوں کے مونہہ سے سنی ہیں وہ اوس قسم کی ہیں جو دوسرے لوگ کیا کرتے ہیں اور کیا کرتے ہیں - [۵۲] ھولاء شفعاءنا عند اللہ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفٰی -

---

[۵۱] قدموں کے پھسلنے کی جگہ - اور بہت سے ان میں اللہ کو نہیں مانتے اور وہ شرک کرنے والے ہیں -

[۵۲] یہ ہیں ہمارے شفیع اللہ کے پاس انکو ہم صرف اسواسطے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں -

یہاں کچھ لڑائی نہیں۔ جھگڑا نہیں۔ مباحثہ نہیں آپس کی بات ہے۔ بحث کرنے پر آؤ تو کوئی بھی مجھ کو بند کر دے گا وکان الانسان اکثر شئے جدلا[1]۔ لیکن معاملہ خدا کا ہے یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور[2]۔

زورِ بت از پیش سے رود با ما

با خدا و ند غیب دان نرود

تھوڑی دیر کے لئے تعصب کو دور کر کے نظر انصاف سے دیکھو کہ عموماً مسلمان اس بلا میں مبتلا ہیں یا نہیں۔ تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اپنے ایمان کو تو ٹھیک کر لو تب ہی دوسروں کے پیچھے پڑنا ؎

رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

مسلمان کہلانے بلکہ ہونے سے آدمی مومن نہیں ہو جاتا اور مومن ہوئے بدون نجات نہیں۔ یہ اوسی طرح کی بات ہے ؎

بسکہ دشوار ہے ہر چیز کا آسان ہونا

آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا

میں قرآن کی ایک آیت پڑھتا ہوں جس سے اسلام و ایمان کا فرق ظاہر ہوگا[3] قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم وان تطیعوا اللہ ورسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئا ان اللہ غفور الرحیم

[1] اور انسان اکثر باتوں میں جھگڑالو ہے۔

[2] آنکھوں کے خفیف سے اشارے اور سینے کی چھپی باتوں کو جانتا ہے۔

[3] یہاں عراب کہتے ایمان لائے ہم کہ نہیں ایمان لائے تم بلکہ کہو کہ اسلام لائے ہم اور ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کریگا اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پھر آپ ہی مومن کی شناخت بتلاتے ہیں[1] انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون یہ ایمان اور اس میں شک وشبہ کا خطور نہ کرنا اعلیٰ مطلب ہے اور اگرچہ اسکے آثار بھی آدمی کے افعال واقوال حرکات وسکنات پر مترتب ہوتے ہیں تاہم کوئی دوسرا شخص کسی کے مافی الضمیر پر مطلع ہو نہیں سکتا مگر یہ کہ وہی شخص بجاے خود اپنے نفس کا احتساب کرکے دیکھے کہ کہاں تک آمنوا باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا کا مصداق ہے - ہاں جاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ یعنی جان ومال سے اللہ کے راہ میں کوشش کرنا ایک ایسا امر ہے جسکو ہر کوئی دیکھ سکتا ہے سو خدا کی راہ کے بہت سے رستے ہیں سب سے بہتر اور زمانہ کی ضرورتوں کے ٹھیک مطابق وہ ہے جو انجمن حمایت اسلام نے اختیار کر رکھا ہے - پس اس انجمن کو معمولی اور سرسری طور کی انجمن نہ سمجھو - یہ انجمن کسوٹی ہے - کاہے کی ؟ ایمان کی - میں تو اس انجمن کے بارے میں دو ٹوک راے رکھتا ہوں یا تو سب مسلمان ملکر اسکو دبا دو یا مٹا دو یا رکھتے ہو تو اسکو اسلام کی شان کے مطابق بنا کر رکھو - یہ اونچی دوکان اور پھیکا پکوان تو بڑی شرم کی بات ہے - انجمن حمایت اسلام اور گھر گھر چٹکی چٹکی آٹا مانگی چار چار آنے کے پیسوں پر وہ بھی ماہواری یا سیدھی طرح کیوں نہیں کہتے دھیلے روز کی کوڑیوں پر اسکی ممبری مارے مارے پھرے جنکو مقدور نہیں[2] الذین لا یجدون الا جھدھم اون کی تو آٹے کی چٹکی بھی اکسیر کی چٹکی ہے - مگر مال ودولت والے - عزت وحکومت والے - نام ونمود والے - شان وشوکت والے

---

[1] ایمان والے وہی ہیں جو اللہ اور رسول اللہ پر ایمان لاے - پھر کسی قسم کا شک نہیں کیا - اور اللہ کے رستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے کوشش کی - سچے ایماندار وہی ہیں -

[2] جنکو اپنی مشقت کی مزدوری کے سوا کچھ نہیں ملتا -

سازوسامان والے کس خواب غفلت میں ہیں ان پر حجت الٰہی تمام ہو چکی اگر اسلام سچا ہے تو ضرور بازخواست ہونی ہے - مانا کہ مسلمانوں میں اگلی سی فراغت نہیں رہی - مگر کرنے پڑاؤ تو سب کچھ کر سکتے ہو قطرہ قطرہ جمع ہو کر دریا بن جاتا ہے - کون کہتا ہے کہ پیٹ کاٹ کر دو - اپنی اپنی جگہ سوچو - ایک متنفس ایسا نہیں جسکی آمدنی کا بڑا حصہ لغو اور فضول اور ناشروع طور پر ضائع نہ جاتا ہو - بندگان خدا حامیان اسلام کی فہرست میں اپنا نام تو لکھوا رکھو - داشتہ آید بکار - اب یہ وقت ہے کہ مانگا جاتا ہے اور تمہارے دل سے نہیں نکلتا والذی نفسی بیدہ ایک دن ہوگا کہ زبردستی سر پڑ کر ہاڑ سے کھا کر دینا چاہو گے اور نہیں لیا جائیگا ۱؎ یود المجرم لو یفتدی من عذاب یومئذ ببنیہ وصاحبتہ واخیہ وفصیلتہ التی تؤویہ ومن فی الارض جمیعا ثم ینجیہ کلا مگر لوں کہو کہ عاقبت اور عاقبت کی باتیں ہمکو افسانہ معلوم ہوتی ہیں اور ہم اگر مسلمان ہیں تو ویسے ہی مسلمان ہیں جیسے پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے اعراب کہ وہ کہتے تھے آمنا اور خدا فرماتا تھا ۲؎ لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم خیر وعافیت سے قطع نظر کرو تو دنیا ہی میں ہمکو کون سی بہتری ہو رہی ہے زوال سلطنت کا تو تمہیں کبھی خیال بھی نہیں آتا اوس بیہودہ بے تمیز نا منتظم سلطنت سے تو ہم انگریزی عملداری میں بڑے ہی امن چین سے ہیں مجھکو جس بات کا قلق ہے وہ یہ ہے کہ ہم دوسری رعایا سے لیاقت میں - خوشحالی میں - عزت میں - قرب حکام میں بہتر نہ ہوں تو پھسڈی اور پس ماندہ اور بدتر بھی نہ ہوں - وہ بھی تو مسلمان ہی تھے - جنہوں نے

۱؎ پسند کریگا مجرم کہ کاش آج کے عذاب کے بدلے اپنے بیٹے - بیوی - بھائی - اپنے کنبے (جنکو وہ پناہ دیتا تھا) اور جو کچھ زمین میں ہیں سب کو فدیئے میں دے دے اور چھوٹ جائے ہرگز نہ چھوٹیگا -

۲؎ [illegible]

اسلام کے بل بوتے پر ایک سلطنت بنا کھڑی کی اور ایک مسلمان ہم ہیں کہ سب کچھ کھو کھوا کر اب روٹیوں کے لالے پڑے ہیں سوچنے کی بات ہے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جو اون وقتوں کے مسلمانوں میں تھی اور ہم آج کل مسلمانوں میں نہیں - میں بتاؤں وہ ہمدردی اور اخوت اسلامی تھی - ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ کفار کے ہاتھوں سے تنگ آکر جو مسلمان پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکے سے ہجرت کرکے مدینے میں آبسے مہاجرین کہلاتے تھے یہ لوگ نہایت بے سروسامان تھے - کیونکہ بھاگ کر اور چھپ کر آئے تھے یہاں تک کہ بعض کے تو رہنے اور کھانے تک کا ٹھکانا نہ تھا اگر مدینے کے لوگ جو انصار کہلاتے ہیں اسوجہ سے کہ انھوں نے مصیبت کے وقت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے مہاجرین کی ہر طرح کی مدد کی تھی - خدانخواستہ ہم جیسے تنہا خور - تنگ چشم - خود غرض مسلمان رہے ہوتے تو بیچارے مہاجرین پردیس میں فقر و فاقہ سے ہلاک ہوگئے ہوتے - لیکن انصار نے انہیں رہنے کو مکان دیئے - اپنے یہاں مہمان رکھا - مہمان نوازی کے قاعدے سے خاطر و مدارات کی - یہاں تک کہ انصار میں سے ایک شخص کے پاس جاہلیت کے دستور کے مطابق متعدد بیبیاں تھیں - اونہوں نے ایک بی بی کو طلاق دیکر اپنے بھائی مہاجر کا گھر آباد کرا دیا - پھر تمام انصار نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت ہمارے بھائی مہاجر ٹھیرے پردیسی - یہاں انکی کوئی معاش نہیں ہمارے باغات ہیں اون میں اور ہم میں بانٹ دیجئے - حضرت نے فرمایا - نہیں تمہارے باغ تمکو مبارک - بس اتنا کافی ہے کہ ہم غریب الوطنوں کو محنت و مشقت میں شریک کرلو اور پیداوار میں سے حصہ بانٹ دیا کرو - ایک بار مال غنیمت میں سے مہاجرین کو حاجتمند دیکھ کر حضرت نے کچھ زیادہ حصہ دے دیا - انصار میں سے بعض نوجوان آدمی اپنی جگہ کچھ ناخوش سے ہوئے - حضرت کو خبر پہونچی - آپ نے انصار کو جمع کرکے اسکی وجہ سمجھائی اور فرمایا کیا تم اس سے راضی نہیں کہ اللہ اور اللہ کا رسول تمہارے حصے میں ہوں تمام انصار یکزبان ہو کر بول اوٹھے

یاحضرتؐ ہم بخوشی اجازت دیتے ہیں کہ ہمارے ستے کامل بھی مہاجرین کو دیجئے بھائیو میں تمکو تو کچھ نہیں کہتا اللہ علم بما فی انفسکم گر میں اپنے ایمان کو اون لوگوں کے ایمان سے ملاتا ہوں - تو خدا کی قسم اسلام کا نام لیتے ہوئے مجھ کو شرم آتی ہے ؎

واے بر من واے بر انجام من

عار دارد کفر از اسلام من

غرض ان لوگوں میں اس درجہ کی اخوت اور یکجہتی تھی جس کے برتے پر اُنہوں نے اسلامی سلطنت قائم کی اب اخوت کی جگہ لڑائی ہے - جھگڑا ہے - عداوت ہے - حسد ہے پھوٹ ہے - بدخواہی ہے ایک کو ایک نہیں دیکھ سکتا اگر زید کو پیٹ بھرکر روٹی مل گئی تو اس کے پڑوس والے فاقہ کریں تو اس کی بلا سے اور بھوکے مریں تو اس کی بلا سے اس کے پاس اگر دفع برد کا سامان ہے تو پھر اسکے ذہن میں نہیں گذرتا کہ اسکے ابناے جنس کو بھی سردی کا احساس ہوتا ہے اور ان کو اگر کپڑا میسر نہیں آتا تو آگ اور دھوپ کے سہارے سے زندگی بسر کرتے ہیں - رات کو آگ اور دن کو دھوپ بھاڑ میں جائیں ایسے لیل ونہار دھوپ کی تابش آگ کی گرمی وقنا ربنا عذاب النار قرون اولے کے لوگوں میں بھی باہمی اختلاف تھے لیکن ان اختلافات کی وجہ سے ان کی اخوت اسلامی میں خلل نہیں آتا تھا - جیسے انگریزوں کی ولایت میں پولیٹکل گروہ کنسرویٹو لیبرل یونینیٹ سپرٹسٹ گلیڈسٹونین پارنلانٹ کہ ایک کی کاٹ میں ایک لگا رہتا ہے گر نفس سلطنت پر سب جان دے دیتے ہیں بعینہٖ ایسا ہی حال قرون اولے کے مسلمانوں کا تھا لڑتے بھی تھے اور جھگڑتے بھی تھے - مگر سلطنت اسلامی کی خیرخواہی میں سعی کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے تھے - اب ہم لوگوں میں بھی پولیٹکل اسلام تو ہے مگر کامن کاز - یعنی غرض مشترک نام کو نہیں ہے جسکو دیکھو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدی مسجد بنانے کی فکر میں ہے - مذہبی گروہ استے کل پڑے ہیں اور نکلتے چلے آتے ہیں کہ یہی اختلاف اسلام کے ضعیف کرنے کو کافی ہے - وہ مولوی کسی جزوی مسئلے

میں مختلف تھے اور دو پارٹی بنتے اور لگا ایک دوسرے کی تکفیر کرنے تو کس تہذیب کے ساتھ
کہ جوتا اور لٹھ اور کتاب اور قبقاب اور نشتر نقیر و رگ امیر عجیب عجیب ناموں کی کتابیں
تصنیف ہو رہی ہیں اور اس کشمکش میں اسلام ہے کہ اوس کی مٹی خوار ہے - یہی دیکھکر
سید تھوڑی دیر ہوئی کہا تھا اسلام کو خارج سے خوف نہیں جو کچھ خطر ہے داخل ہی ہے
پہلے تو لوگ کہا کرتے تھے - انگریزی پڑھنے سے آدمی عیسائی ہو جاتا ہے اب عیسائیت
کا خدشہ تو جاتا رہا اسکی جگہ عام خیال یہ ہے کہ انگریزی تعلیم لامذہبی سکھاتی ہے - یہ خیال
پہلے خیال سے کہیں زیادہ بے اصل ہے - میں اسلام اور عیسائیت اور انگریزی
تینوں سے واقف ہوں اور بڑے وثوق کے ساتھ کہ سکتا ہوں کہ اگر فی الواقع انگریزی
تعلیم سے اسلام کو مثلاً روپے میں ۲ر خدشہ ہے تو عیسائیت کو اٹھارہ آنے - ٹوکردں
معجزات - ہزارہا تعجبات - آسمان - فرشتے - جنات - دوزخ - بہشت کیا ہے جو
عیسائیوں میں نہیں - تو اگر تعلیم انگریزی مذہب سے آزادی سکھاتی ہوتی خود پادری
کب اوسکو جائز رکھتے انگریزوں میں مذہبی تعصب اس درجہ کا ہے کہ رومن کتھلک
عقیدے کے لارڈ رپن گورنر جنرل مقرر ہو کر آئے تو ایک غل سا مچگیا - مسٹر بارڈلا نے
انجیل پر حلف لینے سے انکار کیا تو سب کے سب مارنے کو چلے - یوں مذہبی باتوں
میں غفلت اور سہل انگاری سبھی سے ہوتی ہے - مگر اس سے لامذہبی کا الزام
عائد حال نہیں ہوتا - یہ بات البتہ غور کرنے کی ہے کہ اگر انگریزی تعلیم لامذہبی کی محرک
نہیں تو انگریزی خوان متزلزل العقیدہ کیوں ہوتے ہیں مذبذبین بین
ذلک لا الی ھؤلاء و لا الی ھؤلاء اس بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ ہماری سوسائٹی
کا قصور ہے اگر ہمارے گھروں میں مرد اور عورت مذہب کے پابند ہوں اور بچے
ماں باپ اور رشتہ داروں کو دیندارانہ زندگی کہتے ہوئے دیکھیں تو یہ بجائے خود سب سے
زیادہ موثر تعلیم ہے انگریزی ہمارے بچوں کو لامذہب نہیں بناتی بلکہ ان کو لامذہب
بناتے ہیں ہم اور ہمارے برے نمونے اور مذہب کے بارے میں ہماری بے
اعتنائی - ہماری بے مبالاتی - دنیادی علوم کے علاوہ علوم مذہبی کا بوجھ بچوں پر ڈالو گے

تو یقیناً ہنڈوں سے بازی نہیں لیجا سکو گے - میری قطعی رائے یہ تھی کہ تعلیم کے سلسلہ سے تو مذہب کو رکھو خارج اور سوسائٹی کی اصلاح کو بناؤ قائم مقام - مگر کیا کریں رونا تو یہی ہے سوسائٹی ہی کام کی نہیں جب تک ایمان دار ماں باپ نہوں اولاد کا سدھرنا معلوم - اسی غرض سے انجمن حمایت اسلام نے مجبور بچوں کو دینی، دنیوی دونوں طرح کی تعلیم شروع کی ہے - امید ہے اس تدبیر سے ہمارے لڑکوں کے دین کی بھی پوری پوری حفاظت ہوگی اور دنیاوی علوم میں بھی بھروسے کے ساتھ دوسری قوموں کا مقابلہ کر سکیں گے - میں جانتا ہوں کہ بعض لوگ میری اس رائے سے اختلاف کریں گے - مگر سوچو غور کرو - اہل الرائے سے صلاح لو - اس کے بعد بھی اگر یہ رائے ناپسند ٹھیرے مت ماننا - لیکن خدا کے لئے کہیں ایسا نہ کرنا کہ کسی مولوی سے جا لگاؤ - میرے نامۂ اعمال میں کفر کے فتووں کی گنجائش نہیں - حقیقت میں میری بھی عجیب رائے ہے - سارے جہان سے نرالی - جدھر دیکھو تعلیم تعلیم کا غل ہو رہا ہے اور میں یہ سوچا کرتا ہوں کہ جس قدر تعلیم اسوقت تک ہو چکی ہے وہ بھی ضرورت سے بہت زیادہ ہے - بات یہ ہے کہ ابھی تک میرے نزدیک تعلیم کے اصول ہی ٹھیک نہیں ہوئے - کچھ اس طرح کا خلط مبحث ہو رہا ہے کہ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی اسوقت ساری تعلیم کا ماحصل ہے نوکری - دیکھتا ہوں کہ ایک عالم نوکری کے خبط میں گرفتار ہے جن کا پیشہ نوکری ہے وہ اور جنکا پیشہ نوکری نہیں وہ جنکو ضرورت ہے وہ اور جنکو ضرورت نہیں وہ اور جو اہل قلم کے خاندان سے ہیں وہ اور جو اہل قلم کے خاندان سے نہیں وہ جو سوسائٹی میں شریف سمجھے جاتے ہیں وہ اور جو شریف نہیں سمجھے جاتے وہ جسکو دیکھو نوکری کے لئے تیار ہو رہا ہے - الٰہی کیا نوکریاں آسمان سے برسیں گی - یا زمین سے ابلیں گی - اور نہیں برسیں گی اور نہیں ابلیں گی تو یہ اتنی ساری مخلوقات جنہوں نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اسی آرزو میں صرف کر دیا کیا کر کے کھائینگے پس میرے نزدیک تعلیم کی رفتار حد سے زیادہ تیز ہو گئی ہے - اسکو ذرا ادھر کیا جائے جو لوگ دوسرے دوسرے پیشوں سے معاش پیدا کر سکتے ہیں اُن کو تعلیم کی ترغیب دینا

ہرگز قرین مصلحت نہیں - پھر اس تعلیم کی نسبت یہ خیال کرنا کہ بس یہی ہے وہ چیز جو ہمکو درکار ہے بڑی مگر وہ غلطی ہے - انگریزی عملداری میں ہمکو ایک سخت مشکل درپیش ہے کہ ہم کو چار ونا چار ہاتھیوں کے ساتھ گنے کھانے پڑتے ہیں - اہل یوروپ کی ہنرمندی اور صناعی اور ایجاد ہمکو پنپنے نہیں دیتی - معاش کے جتنے کسب ہمکو یاد تھے مٹ گئے اور رہے سہے مٹتے چلے جاتے ہیں - بس امید میں اتنی بات باقی ہے کہ اہل یورپ سب کچھ کر سکتے ہیں - ہندوستان کی زمین کو اٹھا کر ولایت نہیں لے جا سکتے - ان کے ساتھ کمپیٹ کرنا تو محال عقل ہے اتنا بھی ہو جاے کہ ہم انکی نقل و تقلید کرنے لگیں تو جانو کہ سب کچھ پایا - یہ ہونی چاہئے غرض و غایت تعلیم کی - تعلیم مروجہ سے تو یہ نتیجہ نہ حاصل ہوا ہے اور نہ حاصل ہوگا - اس کے لئے خاصکر وہ لوگ منتخب ہونے چاہئیں - جن کی طبیعتوں میں ان علوم و فنون کے اخذ کرنے کی مناسبت پائی جائے - لیکن بہت باتیں بنانے سے کام نہیں نکلتا - منصوبے سوچنے والے تو میری طرح سینکڑوں ہیں کوئی کر نیوالا بھی ہے - جانتے ہو کہ کرنا کیا چیز ہے - کرنے کے معنے ہیں کچھ دینا - فنڈ ہوں تو سب کچھ ہو - ایسے ایسے فنڈوں کی اوس سے جیسے تمہاری انجمن حمایت اسلام کے پاس ہیں قوم کی پیاس بجھ چکی - ولایت سے اوستاد بلواؤ کلیں منگواؤ - ہونہار نوجوانوں کو ولایت جہاز کرو کہ وہاں طرح طرح کے کام سیکھ کر آئیں اور یہاں آکر ان کاموں کو پھیلائیں تب جانتا کہ قوم کے کچھ دن پھرے - انجمن حمایت اسلام نے اگر ڈیڑھ دو درجن یتیموں کی پرورش کی یا آدھی درجن رانڈوں کی تو خوب کیا بہت اچھا کیا - ممبر قابل مدح ہیں اور چندہ دینے والے مستحق شکرگزاری - لیکن قوم کی حالت اسقدر خستہ ہو رہی ہے کہ مجھے لاہور کا تو حال ٹھیک معلوم نہیں دہلی میں ہزارہا عورتیں ہیں شوہر موجود اور وہ بیوہ سے بدتر ہزارہا بچے ہیں ماں باپ دونوں زندہ اور وہ یتیم سے بڑھکر خوار - مسلمانوں میں سینکڑوں طرح کے عیب ہیں بیدینی ہے - بدعقلی ہے - ناعاقبت اندیشی ہے - تعصب ہے - بے ہنری ہے - جہالت ہے - کاہلی ہے - شیخی ہے - نالیاقتی ہے - بے تمیزی ہے اور قدر ہے تو اسراف ہے - لیکن ہمارے عیب ایک طرف اور اکیلی نفسی نفسی ایک طرف - جب تک

نفسی نفسی نہیں نکلیگی قوم نہ درست ہوئی ہے اور نہ درست ہوگی بلکہ میں دیکھتا ہوں تو قومیت اوٹھتی چلی جاتی ہے - سعدی علیہ الرحمۃ نے ہمدردی کے مضمون کو کس عمدگی سے ادا کیا ہے ؎

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند　　　که در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار　　　دگر عضوہا را نماند قرار

بھلا یہ تو اعلے درجہ کی ہمدردی ہے کہ آدمی آدمی کا درد کرے - ہمکو یہ رتبہ کہاں نصیب یہاں تو اسلامی ہمدردی بھی اسقدر ضعیف اور مضمحل ہے کہ گویا نہیں - ہم میں سے اگر کیکو فکر ہے بھی تو اپنی پرداخت کی اسکو کوئی نہیں سمجھتا کہ جب تک قوم کی حالت درست نہو شخصی حالت جیسی چاہیے کبھی درست ہو نہیں سکتی - اسکی بہت سی مثالیں ہر جگہ موجود ہیں کہ ادنی درجہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص صاحب مقدور ہو بھی جاتا ہے تاہم قومی حقارت کے داغ کو اپنے حال سے نہیں دھو سکتا - اسکے رہنے کی کوٹھی آراستہ اور شاندار ہوگی اسکا لباس فاخرہ اور قیمتی ہوگا اسکے خدمتگار وردی پوش ہونگے - اسکے پاس متعدد سواریاں ہونگی اوسکا خرچ وافر اور اُجلا ہوگا شاید وہ ٹیکس بٹھیکر کے میونسپل کمشنر بھی بن گیا ہوگا مگر کہلا ئیگا موچی کا موچی - خدا وہ دن نہ لائے کہ مسلمان ہونا موجب عار و منقصت سمجھا جائے - لیکن اگر مسلمان زمانے کا رخ نہ دیکھیں جیسا کہ دیکھتے ہو کہ نہیں دیکھتے اور اُن کے قبضے سے دولت نکلتی چلی جائے - جیسا کہ دیکھتے ہو کہ نکلتی چلی جا رہی ہے تو بھائیو بکرے کی ماں کبتک خیر منائیگی وہ روز بد تو آکر رہے گا پھر رہیگا - گھر میں بیٹھکر ع پدرمن امیر خان بودہ است کہ لینے سے عزت نہیں بنتی اس زمانے میں عزت کی شناخت ہے لیاقت اور لیاقت بھی وہ لیاقت نہیں جسکو تم نے لیاقت سمجھ رکھا ہے بلکہ وہ لیاقت جسکو وقت کے بادشاہ انگریز مانتے اور پسند کرتے اور جس لیاقت کے بل پر اہل یورپ کو دنیا میں اس سے شاید کوئی شخص بھی انکار نہیں کریگا کہ جو لیاقت اس زمانے میں درکار ہے اُسکا حاصل ہونا تو ہنوز دلی دور اسکے حاصل کرنے کا جیسا چاہیے اور جتنا چاہیے شوق بھی نہیں ہم کیونکر سمجھیں کہ قوم نے لیاقت کی ضرورت کو سمجھا اگر کچھ ہوا بھی ہے تو اسکا کریڈٹ تمام و کمال گورنمنٹ کا حق ہے - لیکن نہ گورنمنٹ پر انصافاً لازم ہے اور نہ گورنمنٹ

اتنا بھاری بوجھ اٹھا سکتی ہے کہ ہمکو ہماری حاجت کی قدر تعلیم دے۔ مانا کہ ہم مفلس ہیں محتاج ہیں بے مقدور ہیں لیکن پیسے گنے گنڈے بھی نہیں سب کے سب کرنے پر آئیں تو خدا جانے کیا کریں۔ میں کہتا ہوں کہ جو لوگ دے سکتے ہیں بار بار نہیں۔ جی مضبوط کرکے ساری عمر میں ایک دفعہ سچے دل سے روپے پیچھے ایک ایک پیسہ بھی دے نکلیں تو مسلمانوں کا بیڑا پار ہے۔ یہ کچھ کم خوشی کی بات نہیں کہ چند روز سے مسلمانوں میں تحریک پیدا ہو گئی ہے۔ وہ پہلے غافل پڑے سوتے تھے کہ سر پر ڈھول بجاؤ خبر نہیں اب کلبلاتے اور کروٹیں بدلتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیند ہوشیار ہو چلی ہے اب اتنی ہی بات کی کسر ہے کہ کوئی شاباش ہے میرے شیر کہے اور ذرا سہارا بھی لگائے تو جھٹ سے اٹھ کھڑے ہوں۔ چونکہ خدا نے اتفاق میں بڑی قوت دی ہے۔ سب سے بہتر تو یہ تدبیر تھی کہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک جگہ کوشش ہوتی۔ یعنی سارے ہندوستان کے لئے ایک فنڈ ایک انجمن۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہو سکا اور نہیں ہو سکتا تو خیر ہر صوبے پیچھے ایک فنڈ ایک انجمن سہی اس سے کہ ایک ہی شہر میں کئی کئی انجمنیں ہوں کوئی فائدہ معتدبہ مترتب ہونیوالا نہیں افتراق کا ضروری نتیجہ ہے کشمکش اور کشمکش کا ضروری نتیجہ ہے ضعف جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم اور اگر فی الواقع بتقاضائے اخوت اسلامی یا بامید ثواب عاقبت یعنے خالصۃً للہ مسلمانوں کی اصلاح اور فلاح میں کوشش کیجاتی جیسا کہ ہر ایک انجمن کے ممبر دعویٰ کرسکتے ہیں تو تعجب ہے کہ سب کے سب ایک کیوں نہیں ہو جاتے الجنس یمیل الی الجنس یہ تمام کوششیں جدید العہد ہیں اور ابھی سے ان میں مغایرت کا ہونا میری رائے میں کچھ ٹھیک سی بات نہیں۔ ہمکو بہت کچھ کرنا ہے پہلے ہم صلاح ہو کر کاموں کی فہرست بناؤ اور پھر الاہم فالاہم کے لحاظ سے یکے بعد دیگرے سب کے سب ایک ایک کام کرچلو۔ اسلام کی مثال ایک وسیع عمارت کی سی ہے تمام تر بوسیدہ شکستہ مرمت طلب۔ آیا یہ بہتر ہوگا کہ ہم ہر طرف کام جاری کردیں جیسا کہ ہو رہا ہے یا یہ کہ ایک قطعے کی درستی کرنے جیسا کہ میں نے آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کیا۔ دل تو یہ چاہتا تھا کہ جتنی دیر مجھکو دلی سے یہاں آنے میں

لگی اتنی ہی دیر تک میں آپ صاحبوں کو باتوں میں لگائے رہوں - لیکن جو کچھ میں نے کہا - اس غرض سے نہیں کہا کہ آپ صاحب ایک کان سے سنیں اور دوسرے کان سے نکال دیں بلکہ اس غرض سے کہا کہ اس پر آپ غور اور غور کے بعد عمل کریں سننے اور سوچنے اور عمل کرنے میں یقیناً اس سے زیادہ وقت صرف ہوگا جو میں نے یہاں کے آنے میں صرف کیا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ جو میں واپس جانے میں صرف کروں گا - بہرکیف میں آپ سب صاحبوں کا نہایت شکرگذار ہوں کہ آپ صاحبوں نے میرے بیان کو متوجہ ہو کر سماعت فرمانے سے عزت دی اگرچہ وہ اس عزت کا کسی طرح مستحق نہ تھا - اور اب کہ میری آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوا ہے - امید کرتا ہوں کہ انشاءاللہ اگلے سال پھر انہیں دنوں یا شاید کوئی تقریب پیش آئے تو اس سے بھی پہلے مجکو پھر آپ صاحبوں کی ملاقات کی خوشی حاصل ہوگی - خدا کرے ایسا ہو - والسلام -

---

لکچر نمبر ۴

مسلمانوں کی حالت پر

جو

جناب ممدوح نے محمڈن ایجوکیشنل کانگرس کے چوتھے سالانہ جلسہ منعقدہ علیگڈہ
میں ۲۸ دسمبر ۱۸۸۹ء کو دیا

مہر خاموشی تھی مدت سے مری موہنہ پر لگی
ہر برس لکچر کے دینے کی یہ کیسی کر[1] لگی

سید احمد خان کی خاطر سے وگرنہ میں کہاں
اور کہاں یہ بھیڑ جو ہے اندر اور باہر لگی

پھر خدا جانے ملے کب موقع اظہار حال
بات اب کوئی نہ رکھیو اے دل مضطر لگی[2]

رحم کر یارب کہ اب امت ترے محبوب[3] کی
اسکی حالت دمبدم ہونے بہت ابتر لگی

نسل شاہان سلف عبرت کی جا ہے دوستو
بھیک کے ٹکڑے پہ گزر کرنے لگے در در لگی

کیا پنپ سکتے ہیں بے امداد غیبی یہ غریب
مفلسی کی جن کو ایسی بھاری اک ٹکر لگی

بچ گیا ہے کوئی جس پر قہر کی بجلی گری؟
کوئی سنبھلا ہے کہ جسکو دہر کی ٹھوکر لگی؟

علم ہے بالخاصہ گرچہ علاج درد قوم
لیکن اس میں بھی تمول کی ہے اک پچر لگی

[1] کر کہتے ہیں خراج کو مراد یہ کہ لکچر کا دینا کر کی طرح لازم ہو گیا ہے۔

[2] بات کو لگا رکھنا یعنی اوٹھا رکھنا ۱۲

[3] جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ۱۲

کچھ نہ ہو تو بھی کتابوں کی تو قیمت چاہئے
اوس سے پہلے فیس جو اکثر سے ہے اکثر لگی[1]

پڑھ چکا مفلس کہیں لی ہاتھ میں اُسنے کتاب
قل ہو اللہ[2] پڑھنے انتڑی پیٹ کی از بر لگی

علم سے دولت ہے اور دولت سے ہے سب علم و فضل
کشتی تقدیر کھانے دور کے چکر لگی

جو قوم سلطنت جیسی نعمت اور رحمت کو اپنی نالائقی کی وجہ سے کھو بیٹھی ہو - جو تمام اقوام معاصر[3] کے مقابلہ میں دولت اور عزت اور لیاقت اور اقتدار اور اعتبار سب باتوں میں پیچھے رہی ہو اور جسکے اکثر افراد کے دلوں میں للاکثر[4] حکم الکل منافست[5] کی ذرا سی گدگدی بھی نہو - میں نہیں سمجھتا کہ ایسی قوم کا کوئی شخص کسی بات پر بھی فخر کر سکتا ہے - یہ سچ ہے کہ ہم مسلمانوں میں بالنسبۃ الی اقوام[6] آخر شخصی عزتیں کم بہت کم ہیں - مگر ہیں - لیکن چونکہ قوم سے عزت سلب ہو گئی ہے - شخصی عزت والے اس شعر کا مصداق ہیں ؎

طاؤس را بہ نقش و نگاری کہ ہست خلق
تحسین کنند و او خجل از پاے زشت خویش

کوئی اسکو یقین کرے یا نہ کرے میں نے اپنے لئے روپیہ کمانے کی تو کوشش کی وہ بھی تعزز کی نظر سے نہیں بلکہ فارغ البالی کی غرض سے - شخصی عزت کی طرف سے میرا دل کچھ ہمیشہ سے ایسا بجھا ہوا سا ہے کہ میں نے کبھی ایک لمحے کے لئے بھی اوسکا خیال نہیں کیا - کیونکر میں قومی عزت کے بدون شخصی عزت کو اصلی عزت نہیں بلکہ عزت کا ملمع سمجھتا ہوں -

---

[1] زیادہ سے زیادہ ۱۲
[2] خالی پیٹ میں جو قراقر ہو اوسکو انتڑی کا قل ہو اللہ پڑھنا کہتے ہیں ۱۲
[3] ہم عصر - ہم عہد ۱۲
[4] جب اکثر لوگوں کا ایک حال ہو تو کہا جاتا ہے کہ سب کا وہی حال ہے ۱۲
[5] سب سے آگے بڑھ جانے کی خواہش ۱۲
[6] دوسری قوموں کے مقابلے میں ۱۲

شخصی عزت تو درکنار مجھ کو تو روپیہ سے بھی وہ خوشی نصیب نہیں جو ایک معزز قوم کے آدمی کو ہوسکتی ہے اور ہوتی ہے - اس سے کیا متمتع ہوسکتا ہے وہ بدبخت جسکے بعض مصیبت مند رشتہ دار وتی میں دستکاری سے اور بجنور میں کاشتکاری سے اپنا پیٹ پالتے ہیں - ان سب کی دستگیری کروں اتنی توفیق نہیں - انکی مصیبت کا مطلقاً احساس نہو ایسا دل نہیں - میں تو خیر ایک متوسط الحالت آدمی ہوں - جو لوگ بڑی لمبی چوڑی شخصی عزتیں رکھتے ہیں میں تو اونکے عیش کو بھی ایسی کدورتوں سے صاف نہیں پاتا کچھ اس طرح کا تیرھا وقت آگیا ہے کہ اس زمانہ کے اسلام اور خوشدلی میں مانعۃ الجمع[1] کی سی نسبت قائم ہوگئی ہے بعض[2] وقلیل ماھم جنکو خوش ہونے کا موقع ہے خدا کا فرمودہ انما المومنون اخوۃ[3] انکو بھی چین سے نہیں رہنے دیتا - لیکن دنیا کا کارخانہ اسی طرح چل رہا ہے کہ دنیا خوشی کی جگہ نہیں - خاص کر اس زمانہ کے ہم مسلمانوں کے لئے الدنیا سجن المؤمن[4] لیکن اسی میں لوگ خوشی بھی منالیا کرتے ہیں گر میری طبیعت اس طرح کی واقعی ہوئی ہے کہ خوشی سے بہت ہی کم متاثر ہوتی ہے ؎

جہاں میں ہوں غم وشادی بہم - ہمیں کیا کام
دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل - کہ شاد نہیں

تاہم جیسی ناتمام - ناقص - ادہوری - ادعائی - مصنوعی خوشی کسی مسلمان کو ہونی ممکن ہے - مجھ کو اسوقت حاصل ہے - کیونکہ میں اس عالی شان ودلکش ہال میں ایسے معزز اور لایق اور باوقار آڈئینس (حاضرین) سے خطاب کر رہا ہوں جو اگر ہندوستان میں اس سے کہیں زیادہ نمود اور تیاری کی اور بہت یادگار ہیں مسلمانوں کی ہیں ؎

[1] منطق کی اصطلاح ہے - مطلب یہ ہے کہ اسلام اور خوشدلی یکجا نہیں ہوسکتی ۱۲

[2] ایسے کم ہیں ۱۲

[3] مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ۱۲

[4] دنیا مسلمان کے لئے قید خانہ ہے ۱۲

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ
آثار پدیداست صنادید عجم را

لیکن یہ عمارتیں ہمکو یاد دلاتی ہیں بڑے یا بہلے شخصی ولولے ۔ شخصی تقاضے ۔ مسلمانوں کی ایسی شاندار قومی عمارت سارے ہندوستان میں شاید یہی ایک عمارت ہو جسمیں اسوقت ہم لوگ جمع ہیں ۔ ملک کو فائدہ پہونچانے کے اور بھی طریقے ہیں ۔ مگر جس غرض سے یہ عمارت بنائی گئی ہے ۔ قومی بہبود اور قومی ترقی کا اصل الاصول ہے ۔ میں نے متعدد آدمیوں کے مونہہ سے سنا ہے کہ علی گڈہ محمڈن کالج جسکا اسقدر ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے ۔ بیش برین نیست کہ ایک کالج ہے اور بس ۔ بیشک علی گڈہ محمڈن کالج ایک کالج ہے اور بس ۔ لیکن ہمارا اپنا مسلمانوں کا جو فرق مملوک و مستعار اور جو تفاوت خویش و بیگانہ میں ہوتا ہو وہی اس کالج اور دوسرے کالجوں میں ہے

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

جسکو اسلام کے ساتھ محبت ہے اس کالج کا نام ہی اوسکے گرویدہ کرنے کے لئے کافی ہے [1] و من شیمتی حب الدیار لاھلھا و للناس فیما یعشقون مذاھب ۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ محمڈن کالج کو [2] اشیٹی [3] یا کوالیٹی
کسی اعتبار سے بھی مسلمانوں کے مدد کی کافی دوا نہیں ۔ لیکن کوئی کافی نہیں ہو اسلئے کہ [4] فنڈ نہیں ۔ فنڈ کیوں نہیں ؟ تو اسلئے کہ مسلمانوں میں مقدور نہیں ۔ اس گئی گذری ہوئی حالت میں بھی اگر کرنے پر آئیں تو بہت کچھ بلکہ سب کچھ کر سکتے ہیں ۔ مگر

---

[1] میری عادت یوں ہے کہ جن لوگوں کو دوست رکھتا ہوں اونکی وجہ سے اونکے شہروں کو بھی دوست رکھنے لگتا ہوں ۔ عشق میں اپنا اپنا شیوہ ہی تو ہے ۱۲

[2] مقدار ۱۲

[3] صفت ۱۲

[4] رقم ۱۲

مگر دلی زبان سے کہنا کیا ضرور ہے - سیدھی اور صاف اور سچی بات یہ ہے کہ فتنہ کا توڑا اسوجہ سے ہے کہ مسلمان نہیں - میرا یہ کہنا آپ سب صاحبوں کو ناگوار معلوم ہوگا بلکہ جو مسلمان سُنے گا اوسپر ضرور گراں گذرے گا - اور میں نے بھی بڑی ہی مجبوری سے یہ الفاظ موہنہ سے نکالے ہیں لیکن انشاءاللہ تعالےٰ پانچ منٹ نہیں گذرنے پائیں گے کہ میں آپ لوگوں کے موہنہ سے نہیں تو دل سے ضرور اس بات کو تسلیم کرالونگا - اس کہنے سے کہ مسلمان نہیں خدانخواستہ میرا یہ مطلب نہیں کہ کسی کی تکفیر کروں - میرے مذہب میں کسی کی تکفیر خود کفر ہے - اور کلیہ مسلمان نہیں - میں سے - میں اپنے تئیں بھی مستثنیٰ نہیں کرتا - مجھ کو معلوم ہے کہ اس ہندوستان میں ہم پانچ کروڑ سے زیادہ ہی زیادہ مسلمان ہیں اور ان پانچ کروڑ میں ہزاروں نہیں تو سیکڑوں رنگ ہیں - شیعہ ہیں - جنکی عزاداری سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں نسل پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے چھوٹوں کسی کا پسینہ گرے وہاں بچوں بیدریغ اپنا خون بہانے کو موجود ہیں - سُنی ہیں - اُنمیں مشائخ ہیں - دوالّین ہیں - وَوالّین ہیں - مقلد ہیں - غیر مقلد ہیں - اور لاسٹ ڈی لاسٹ دوناٹ دی لیسٹ

بڑے غل غپاڑے - بڑے شور و شغب - بڑے دم دعوے - اور بڑے جوش و خروش کے نئی قسم کے مسلمان نیچری ہیں سیداحمد خان کی اُمت - لیکن جو جس شان میں ہے سب فی زعمہ اسلام پر فدا ہے کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ مگر محال عقل ہے کہ اتنے آدمی حقیقت میں سچے مسلمان ہوں بلکہ ان کی آدھی تہائی چوتھائی کیا مذکور ہے - ان میں سے ایک چھوٹی سی کسر اعشاری کی برابر بھی سچے مسلمان ہوں جیسا کہ موہنہ سے کہتے ہیں اور اسلام یوں ٹھوکریں کھاتا پھرے - یہ ایک مسلمان کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج دوسرے ملکوں کا

۱؎ ضالّین کے پڑھنے کے دو طریقوں کی طرف اشارہ ہے ۱۲

۲؎ سب کے بعد گو وقعت میں کسی سے کم نہیں ۱۲

۳؎ اپنی پندار میں ۱۲

۴؎ ہر شخص اپنے خیال میں مست ہے ۱۲

ذکر نہیں اس کفرستان ہند میں پانچ کروڑ آدمی اونکا کلمہ بھرتے ہیں اور تا قیام قیامت بھرتے رہیں گے [۱] ولو کرہ الکافرون مگر وہ مسلمانوں میں فرد اکمل تھے نہ اون جیسا ہوا اور نہ ہوگا ما کان[۲] محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین۔ اونہوں نے اپنی سچائی کے بل بوتے پر معدودے چند کو اپنا ہم خیال بنایا۔ پس اگر مسلمان پوچھتے ہو تو وہ تھے خیر القرون[۳] قرنی جو نہ ہماری طرح صرف زبان سے اسلام پر فدا تھے بلکہ اونہوں نے اسلام کے لئے گھر چھوڑے۔ مال و اسباب چھوڑے۔ عیش و آرام چھوڑی۔ دنیا کے کام کاج چھوڑے۔ میں قرآن کی ایک آیت پڑہتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ مسلمان کی کیا پرکھ ہے۔ قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم۔ واموال ان اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا۔ احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین اللہ اللہ کیا بیان ہے کیا جامعیت ہے۔ کیا احاطہ ہے کہ ان چند لفظوں میں دنیا و ما فیہا سب کو سمیٹ لیا ہے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ اگر تمکو خدا اور اوس کے رسول اور خدا کی راہ میں جان لڑا دینے سے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیبیاں اور کنبے قبیلے کے لوگ اور کمال جو تمنے کمائے ہیں اور سوداگری جسکے مندا پڑ جانے کا ڈر ہے اور گھر جنکو تم پسند کرتے ہو۔ غرض یہ چیزیں تمکو خدا اور رسول سے زیادہ پیاری ہیں تو اچھا ٹھہرے رہو اور خدا کے حکم کا انتظار کرو۔ یا۔ وہ موہنہ سے کہنے کی سند نہیں معاملہ خدا کے ساتھ ہے یعلم[۴] خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور۔ کوئی ایک تو بول اوٹھو۔ کہ اس جانچ میں پورا

---

[۱] اگرچہ کافروں کو برا لگے ۱۲

[۲] محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ وہ تو خدا کے رسول ہیں۔ جن پر رسالت کا خاتمہ ہوگیا ۱۲

[۳] اہل زمانہ میں سب سے بہتر میرے ہمعصر ۱۲

[۴] آنکھوں کی چوری اور دلوں کے راز اوسکو سب معلوم ہیں ۱۲

اتر سکتا ہے - اگر یہ اسلام ہے (اور اگر کا کیا محل ہے حقیقت میں اسلام اسی کا نام ہے) تو میں اپنی نسبت پکار سے کہتا ہوں کہ مجھکو اسلام کے ساتھ ادنیٰ ملابست بھی نہیں اور ہونے کی امید بھی نہیں - میں کسی دوسرے کے دل کا حال نہیں جانتا اور نہ کوئی کسی کے دل کا حال جانتا ہے - مگر جہاں تک ظاہری اعمال و افعال کی بنا پر تحری اور فراست کی جاسکتی ہے میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں کہ کبریت احمر ملے تو ملے - عنقا کا پتہ لگے تو لگے - کیمیا کا نسخہ دستیاب ہو تو ہو مگر قرن اول بلکہ ثانی بلکہ ثالث بلکہ رابع کے سے مسلمان خدا پیدا ہی نہیں کرتا - ہوں تو کہاں سے ہوں - جیسے قرون اولیٰ کے سچے پکے مسلمان تھے - جیسے پاک اون کے دل تھے - ویسا ہی اون کے وقت کا اسلام تھا جملہ ادیان پر غالب معزز - موقر - محترم - غنی - جیسے ہم دو دولے متزلزل العقیدہ نام کے مسلمان ہیں - جیسے ناپاک ہمارے دل ہیں ویسا ہی ہمارے زمانہ کا اسلام ہے مغلوب ذلیل - خوار - محتاج ؎

جنکو اسوقت میں اسلام کا دعویٰ ہے کمال ۔۔۔ دیکھتا ہوں میں اب اے ذوق یہ اونکا احوال
جطرح سے ہنسا دینے کو بیدیوں سے کے ۔۔۔ نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

اسلام ایک مفہوم کلی ہے - کوئی چیز منفرد و مستقل بالذات موجود فی الخارج نہیں - وہ ہم میں ہے اور ہمارے ساتھ قائم ہے - ہماری ہی عزت اوسکی عزت ہے - اور ہماری ہی ذلت اوسکی ذلت - اور اسمیں بھی شک نہیں کہ عزت اور ذلت سے دنیاوی عزت اور ذلت مراد ہے - وہ دنیاوی ہی عزت تھی جسپر قرون اولیٰ کے مسلمان مرتے تھے - جسکے لئے تمام زحمتیں اوٹھاتے تھے - یہود پر خدا کا قہر نازل ہوا - تو وہ دنیاوی ہی عزت تھی جو اون سے ہمیشہ کے لئے سلب کر لیگئی ضربت[1] علیهم الذلة والمسکنة وباؤ بغضب من الله اب پرانے فیشن کے مولوی ہمکو سمجھاتے ہیں کہ و لله[2] العزة و لرسوله

[1] ڈالدی گئی اپر ذلت اور مفلسی اور نازل ہوا اونپر خدا کا غضب ۱۲

[2] عزت خدا کی اور اوسکے رسول کی اور مسلمانوں کی ۱۲

و للمؤمنین سے اخروی عزت مراد ہے - اسطرح کی تعلیم نے دوڑتے ہوئے مسلمانوں کو کھڑا کردیا - کھڑے ہوؤں کو بٹھادیا - بیٹھے ہوؤں کو لٹادیا - لیٹے ہوؤں کو سُلادیا - سوای ان مولویوں کے اور سوائے چند سادہ لوح مسلمانوں کے جو ان کٹھ ملاؤں کے دام تزویر میں ایسی بُری طرح پھنستے ہیں - جیسے دلدل میں گدھا - کہ اس گروہ کے نزدیک اسلام نہ کبھی ضعیف ہوا ہے نہ ہوگا - باقی ساری دنیا اپنے اور پرائے دوست اور دشمن - سب جانتے ہیں کہ ضعف اسلام حد غائیت کو پہونچگیا ہے - ابتدائی شیوع میں بھی اسلام ضعیف تھا - مگر اوسوقت ضعف قلت تھا اور اب ضعف علت ہے اوسوقت مسلمان کم تھے - اور جو تھے یا پہلے سے بے مقدور تھے - یا اسلام کی وجہ سے اون کو بڑے مالی نقصان پہونچے تھے غرض نہ تو ایوان و نہ انصار تھے اور نہ کچھ ایسے مالدار تھے - نتیجہ اس خستہ حالی کا یہ تھا کہ جو ضعفا تھے اون کی مصیبت کی کچھ انتہا نہ تھی - حضرت بلال رضؓ کے حال میں لکھا ہے کہ یہ میہ بن خلف کے غلام تھے - وہ ظالم صرف اسلام کی وجہ سے اُن کو گرمی کے دنوں (اور گرمی بھی مکّہ کی گرمی) جلتے ہوئے کنکروں پر لٹا کر اوپر سے بھاری پتھر رکھدیتا اور سارے سارے دن اسی طرح اُن کو دھوپ میں لٹائے رکھتا - مگر اللہ رے صبر - اور اللہ رے استقلال کہ شام کو رہائی پاتے تو اپنا وہی احد احد[۱] کا راگ گاتے - بعض اِن نومسلموں میں ایسے بھی تھی جنکو اونکی مقدرت - وجاہت - رعایت یا حمایت کی وجہ سے کفار زیادہ ایذا نہیں دے سکتے تھے - بس اِن ہی کسی قدر مطمئن سمجھ لو - جب پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ مسلمانوں کو امن نہیں - مجھ کو مقاومت کفار کی قدرت نہیں - تو آپ نے ہجرت اولیٰ کی اجازت دی - اور جس جس سے نکلتے بن پڑا نجاشی کی عملداری میں چلا گیا - قرن اوّل کے مسلمانوں کے ساتھ ہمکو اور کسی طرح کی مماثلت نہیں تو یہی ایک بات سہی کہ اونہوں نے بھی ایک نصرانی بادشاہ کے پاس پناہ لی تھی اور ہم بھی امپریس وکٹوریا کے مستامن ہیں ؎

گرچہ خوردیم نسبتی است بزرگ ۔۔۔ ذرّہٗ آفتاب تابانیم

---

[۱] یعنی ایک خدا ہے کوئی اوس کا شریک نہیں ۱۲

ترکِ وطن کچھ آسان کام نہیں ۔ ہجرت اوس لئے پر بھی بہتیرے مسلمان تھے جو نہ نکل سکے اور کفار مکّہ کے ہاتھ سے بدستور ایذائیں اوٹھاتے رہے ۔ یہانتک کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے مشورے ہونے لگے[۱] وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ۔ آخرکار مجبور ہوکر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مکہ چھوڑنا پڑا ۔ تو کسطرح کہ رات کے وقت چھپکے بے سروسامان حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے رستہ کتراتے ہوئے مدینے جا پہونچے ۔ جب مکّہ سے پیغمبر صاحبؐ کے پاؤں اُکھڑے تو اونہوں نے بہت چاہا کہ مکّے کے آس پاس ہی لگا رہوں ۔ کیونکہ مکّہ بڑی مشہور زیارت گاہ ہے ۔ اس کے قرب میں اسلام کی منادی کا خوب موقع ملتا ہے اور اسی غرض سے پہلے طائف گئے وہاں کے لوگوں نے بیحرمتی کی اور مار کر نکالدیا مدینے کے لوگ دینی اور دنیاوی ضرورتوں سے مکّے آتے جاتے ہی رہتے تھے اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مواعظ سُنکر پہلے سے ایمان لا چکے تھے اونہوں نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہاتھوں ہاتھ لیا ۔ مہاجرین حبشہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آملے ۔ اَب پیغمبر صاحبؐ کو کفار کی ایذا ہی سے پوری پوری تو نہیں مگر پھر بھی بہت نجات ملی ۔ پوری پوری نجات کیونکر ہو سکتی تھی ۔ اُدھر تو ضعفائے مسلمین جن میں عورتیں اور بچّے بھی تھے مکّے میں گرفتار عذاب تھے ۔ اِدھر ہر چند انصار یعنی اہل مدینہ نے مہاجرین کی خاطرداری اور مدارات میں کسی طرح کی کمی نہیں کی ۔ مگر اس خدائی لشکر کو خدا کے سوا کون سنبھال سکتا تھا ۔ انصار کی حالت مہاجرین سے بہتر تھی مگر اسی قدر کہ مہاجرین کے پاس رہنے کو جھونپڑا تک نہ تھا اور انصار غریبانہ گھر کے مکان رکھتے تھے ۔ مہاجرین بے معاش محض تھے ۔ انصار بعض کھیتی کرتے تھے بعض کو باغوں کی آمدنی تھی مہاجرین گھر سے بے گھر اہل وعیال سے بچھڑے ہوئے پردیس میں آکر پڑے تھے ۔ انصار وطن اور

---

[۱] اور یاد کرو وہ وقت کہ کافر تیرے لئے تدبیریں کر رہے تھے کہ تجھکو پکڑ رکھیں یا مار ڈالیں یا نکالدیں وہ بھی تدبیر میں لگ رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر میں لگا تھا ۔ اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کا کرنیوالا ہے ۱۲

کس دکو میں تھے - ہم اپنے ہندوستان میں دیکھتے ہیں کہ جوگیوں اور سناسیوں کے گروہ کے گروہ دیہات میں دورہ کرتے پھرتے ہیں - جس گاؤں میں دو دن کو لئے بھی ٹھر جاتے ہیں اُنکی بزرگ یادداشت میں گاؤں والوں کا کچھر کس نکلجاتا ہے - کیا حال ہوا ہوگا انصار کا جنکے سرپر سیکڑوں مہاجر ڈہئی دیئے پڑے رہے - دو دن چار دن نہیں - مہینوں برسوں - غرض کچھ عجب طرح کا ابتلا و آزمائش کا وقت تھا کہ جو مسلمان جہاں تھا مصیبت میں تھا - کچھ تو مکّے میں گہرے ہوئے تھے جنکی تکلیف کی حد و غایت نہ تھی کچھ مدینے میں تھے - جو مہاجر تھے اون میں اکثر کا یہ حال تھا کہ پیٹ کو روٹی نہیں - تن کو کپڑا نہیں - رہنے کو گھر نہیں - جی بہلانے کو زن و فرزند نہیں - غمگساری کو یگانہ و قرابت مند نہیں عن ابی ھریرۃ[1] قال لقد رایت سبعین من اصحاب الصفۃ ما منھم رجل الا و علیہ اما رداء و اما کساء قد ربطوا فی اعناقھم فمنھا ما تبلغ نصف الساقین و منھا ما تبلغ الکعبین فیجمعہ بیدیہ کراھیۃ ان تری عورتہ - رہے انصار اونکی یہ کیفیت تھی کہ سمائی ہے دو کی اور مہاجرین ملا کر آبھرے دس - اون سے نہیں ہو سکتا تھا کہ مسلمان کہلائیں اور دینی بھائیوں یعنے مہاجروں سے آنکھیں چرائیں - پس کھاتے تو سب ملکر کھاتے ورنہ آپ بھی بھوکوں رہ جاتے - لیکن اسلام ان ہی مصیبتوں - ان ہی تکلیفوں ان ہی مزاحمتوں - ان ہی مخالفتوں میں جڑ پکڑ چکا تھا - میں چاہتا ہوں کہ جس تدریج کے ساتھ اسلام نے ترقی کی ہے - اوس کی کوئی مثال بیان کروں - خلق انسان سے بہتر کوئی مثال سمجھ میں نہ آئی - جس تدریج کے ساتھ انسان بنا ہے -

---

[1] ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے ستر آدمیونکو اس حال میں دیکھا کہ یا ایک چادر اوڑھی ہے یا ایک کملی اور اوسکو گردن میں باندھ رکھا ہے سو بعض کی تو آدھی پنڈلیوں تک اور بعض کے ٹخنوں تک اور ستر عورت کو تھے اوسکو دونوں ہاتھوں سے روکے ہوئے تھے ۱۲

سورہ مومنون میں مذکور ہے ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشاناہ خلقا آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین - اس آیت میں خلق انسان کے سات درجے بتائے ہیں - اگر اسلام کو جنین سے تشبیہ دی جائے تو میں ایسا سمجھتا ہوں کہ شروع سے بدر کی لڑائی تک وہ پہلے پانچ درجے طے کر چکا تھا - غرض اسکی فارمیشن یعنے بناوٹ کا اکثر اور ضروری حصہ ضعف اور مغلوبیت کے زمانے میں واقع ہوا جیسے اورسینے کی ایک چھوٹی دوہری دوہری جگہ تین جسکا دوسرا نام جلا وطنی ہے - طائف کا واقعہ مسلمانوں کا عموماً اور ضعفا مسلمین کا خصوصاً کفار مکہ کے ہاتھوں سے انواع واقسام کی اذیتیں اوٹھانا - مہاجرین میں سے اوس گروہ کا جو اصحاب صفہ کہلاتے تھے نہایت درجہ کے فقر و فاقے کے ساتھ زندگی بسر کرنا - انصار کی زیرباری - یہ سب واقعات تاریخی ہیں - اسپر کہا جاتا ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا سبحانک ھذا بہتان عظیم اب ہم اوسوقت کے اسلام کو اسوقت کے اسلام سے یعنی اوسوقت کے مسلمانوں کی حالت کو اسوقت کے مسلمانوں کی حالت سے مقابلہ کرتے ہیں - ممکن نہیں کہ ہم اون جیسے مسلمان ہوسکیں - اونہوں نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنکھوں سے دیکھا - ہمنے کانوں سے سُنا [1]

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

یوں آنکھ اور کان میں چند اُنگل کا فاصلہ ہے مگر دیکھے اور سنے ہوئے میں گز وں کا تو ضرور اور کبھی کوسوں کا بھی - عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ جسروز پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اوّل بار مدینے میں تشریف لائے تو سارے مدینے میں غل تھا اور لوگ حضرت کے دیکھنے کو جوق جوق اُمڈے ہوئے چلے جاتے تھے - میں اُسوقت تک

---

[1] سبحان اللہ اس سے بڑھکر بھی اور کوئی بہتان ہوگا ۱۲

مسلمان نہیں ہوا تھا (عبداللہ بن سلام کہتے ہیں - میں نہیں کہتا - کبھی مجھکو سمجھ جاؤ) اونکو
کہا کر چلوں دیکھوں تو سہی کیسے پیغمبر ہیں - جا کر دیکھا تو بے اختیار میرے دل میں آیا
واللہ ماھذا بوجہ کذاب ؎

در دل ہر امتے کز حق مزہ است

روے و آواز پیمبر معجزہ است

یہ اور ایسی اور چند در چند خصوصیتیں ہیں جو ہمکو نصیب نہیں ہو سکتیں - بس یہی ایک
بات ہے اختیار سے خارج جس میں ہم قرون اولی کے مسلمانوں سے ہیٹے ہیں لیکن جیسے
ہم قرون اولی میں ہونے کی نعمت سے محروم رہے ویسے آفت ابتلا سے بچے - کیا
اوس وقت کا اسلام آجکل کیطرح بچوں کا کھیل تھا کہ کلمہ پڑھ لیا - اولٹی سیدھی چار ٹکریں مار لیں
لگے فردوس بریں کے خواب دیکھنے ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم
مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول
الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ اس سے بھی قوی تر اس مضمون کی ایک
آیت اور ہے احسب الناس ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون ولقد فتنا
الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین -
بڑے شکر کا مقام ہے کہ ہم ایسے امتحانوں میں نہیں پکڑے گئے ورنہ خدا کی قسم سٹے کا فر
ہو گئے ہوتے - اس مقام پر مجھ کو ایک بات یاد آئی کہ میں ایک شہر میں ڈپٹی کلکٹر تھا -

؎ خدا کی قسم اس شخص کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جھوٹ کہنے والا نہیں ۱۲

؎ کیا تمکو یہ خیال ہے کہ جنت میں جا داخل ہو گے اور تمکو اگلے لوگوں کا سا معاملہ پیش نہیں آیا کہ اونکو
تکلیفیں اور مصیبتیں پہونچیں اور لڑکھڑا کر اوٹھے یہاں تک کہ رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے
تھے بول پڑے کہ دیکھیں خدا کب مدد بھیجے ۱۲

؎ کیا لوگوں کو یہ خیال ہے کہ منہ سے اتنا کہنا کافی ہے اور اون کو آزمایا نہ جائے گا -
اگلوں کی تو آزمایش ہم نے لی پر لی تو ضرور ہے کہ خدا سچوں کو جان کر رہے اور جھوٹوں کو
بھی جان کر رہے ۱۲

اور وہاں شیعہ کسی قدر زیادہ تھے۔ آیا محرم۔ تو شیعہ عزاداری کی بڑی بڑی تیاریاں کرنے لگے۔ میں بھی مجالس میں بلایا جاتا تھا۔ اور یہ سمجھکر بے عذر شریک ہوتا تھا کہ گھر پر میرا وقت کون سے نیک کاموں میں صرف ہوتا ہے۔ یہی ذاکران مجلسوں میں رُلانے کیلئے اکثر جھوٹی اور ضعیف روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ مگر آخر ایک مذہبی رنگ تو ہے۔ ایکدن ایک مجلس میں خوب ہی رقت ہوئی میرے پہلو میں ایک صاحب بیٹھے تھے وہ سب سے زیادہ روتے تھے اور بار بار کہتے تھے[1] یالیتنی کنت معھم۔ یالیتنی کنت معھم۔ مجھکو یاد ان کا یالیتنی کنت معھم کا رٹنا بہت ہی بُرا معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ اوس سے استماع میں خلل واقع ہوتا تھا۔ اور چونکہ وہ ضمیر ھُمْ کا مرجع معین نہیں کرتے تھے۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ یہ کیا بیہودہ آرزو ہے۔ کون جان سکتا ہے کہ تم اوسوقت ہوتے تو کیا کرتے آخر فریق مقابل بھی تو اپنے تئیں مسلمان ہی کہتا تھا ؎

اترجوا امۃ قتلت حسینا — شفاعۃ جدہ یوم الحساب[2]

فلا واللہ لیس لھم شفیع — وھم یوم القیمۃ فی العذاب[3]

جب دوسرے ذاکر صاحب (یعنی لکچرار کیونکہ نئی روشنی والے تعلیم یافتہ ذاکر کو کیا جانیں) ممبر پر تشریف فرما ہوئے تو رات گئی تھی زیادہ میں اُٹھ آیا۔ میرا آنا تھا کہ وہاں مارکٹائی ہوئی۔ پولیس نے بہت سے لوگوں کا چالان کیا اون میں وہ یالیتنی کنت معھم بھی تھے۔ اونہوں نے لکھوایا کہ میں اس مجلس میں گیا ہی نہیں۔ مینے سنکر کہا کہ اسی برتے پر آپ کو معرکہ کربلا میں ہونے کی آرزو تھی۔ الغرض خدا کا کوئی فعل حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں۔ جیسے ہمارے دل بودے۔ ہماری ہمتیں پست۔ ہمارے ارادے متزلزل ہمارے ایمان ضعیف ہیں۔ ویسے ہی زمانہ میں ہمکو پیدا بھی کیا گیا ہے کہ پردہ ڈھکا چلا جاتا ہے جیسے اوس وقت کے مسلمانوں کے اجر بڑے تھے ویسی ہی اون کی ذمہ واریاں

---

[1] ای کاش میں اون کے ساتھ ہوتا ۱۲

[2] جن لوگوں نے حسینؑ کو قتل کیا کیا اسکے امیدوار ہیں کہ اُن کے نانا قیامت کے دن اونکی شفاعت کرینگے ۱۲

[3] بخدا وہ اونکی شفاعت کرنیوالے نہیں اور اون کو قیامت کے دن عذاب ہوگا پر ہوگا ۱۲

بھی سخت تھیں ؏

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

میں نے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا تذکرہ کیا تو اس غرض سے کہ باوجودیکہ انکی دشواریاں بہت سخت تھیں مگر وہ لوگ کچھ ایسے مضبوط ارادوں کے تھے کہ کڑے سے کڑے (مولوی فرید الدین صاحب پریزیڈنٹ ساکن گڑھ نانک پور کی طرف مخاطب ہوکر) آپکا وطن گڑھ مراد نہیں اونٹ میرزن کی ٹھوڑی کا گڑھ ؏

کڑے سے کڑے کو بجاتی چپلی

بابا میری مراد ہے سخت سے سخت امتحان میں بھی کامل العیار نکلتے تھے - اون کے مقابلہ میں بہت سی باتوں میں ہماری ہی جیت ہے ہم اون سے شمار میں بے انتہا زیادہ ہیں امن و عافیت سے اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں - کامل آزادی کے ساتھ اپنے فرائض مذہبی کو ادا کر سکتے ہیں - مہاجرین کا کوئی لشکر ہمارے سر پر نہیں پڑا کہ ہمکو لوٹے کھاتا ہے - کسی جیش کی تجہیز ہمارے ذمہ نہیں - پشتیں گذر گیئں کسی کی نکسیر تک نہیں پھوٹی ہم اگر مفلس و محتاج ہیں تو یہ ایک امر اضافی ہے - دوسری قومیں ہم سے بہت زیادہ مالدار ہیں - زندگی کے مصارف بڑھ گئے ہیں - مگر پھر بھی قرون اولیٰ کے مسلمانوں سے ہمارا غنا کہیں بڑھ چڑھکر ہے - نصاب زکوٰۃ سے ہم اونکے تمول کا اندازہ بخوبی کر سکتے ہیں - اون میں چالیس روپیہ کسی کے پلے ہوئے تو غنی سمجھا جاتا تھا - اب چار چار پانچ پانچ چالیس والے کو بھی کوئی نہیں پوچھتا - خلاصہ یہ کہ نہ معذوری ہے نہ مجبوری ہے - نہ بے مقدوری ہے وہی ایک چیز کا ٹیٹا ہے کہ وہ اسلام نہیں - اون سے کچھ بحث نہیں جو نہیں سمجھتے یا نہیں کر سکتے - معارضہ تو اون سے ہے جو سمجھتے ہیں اور کر بھی سکتے ہیں اور پھر کچھ نہیں کرتے یا کرنا چاہیئے مگر اور کرتے ہیں چھٹانک وہ بھی بہزار مشکل کانما[1] یساقون الی الموت وھم ینظرون - قرون اولیٰ کے مسلمان جو اعلاے کلمۃ اللہ کے پیچھے اپنی جانیں کھپاتے تھے - آخر وہ کلمۃ اللہ تھی کیا چیز - کیا اہرام مصر کی طرح کا کوئی مینار تھا جسکے بلند کرنے کی

---

[1] گویا موت کی طرف دھکیلے جاتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں ۱۲

فکر میں تھے - جیسے ان دنوں فرانس اور امریکہ کے لوگ - یا کوئی جھنڈا تھا - اعلائے کلمۃ اللہ - سوا اسکے کچھ نہ تھا کہ مسلمانوں کا بول بالا ہو - حکومت ہو تو انکی ہو - دولت ہو تو انکی ہو - عزت ہو تو ان کی ہو - شان ہو تو انکی ہو - میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمانوں کو اب حکومت اور دولت اور عزت اور شان درکار نہیں - کیا واقع میں جیسا وہی اولڈ فیشن کے مولوی سکھاتے سمجھاتے ہیں - ان چیزوں کے لئے کوشش کرنے سے ایمان جاتا رہتا ہے - دنیا ان ہی چیزوں سے عبارت ہے اور جب تک دنیا میں رہنا ہے ہم کیا کوئی بھی ان چیزوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا -

اس سے بڑھکر بھی کوئی تعجب کی اور بات ہوگی کہ ان چیزوں کے لئے کوشش کرنا قرون اولی میں اعلے درجہ کا ایمان سمجھا جائے اور ہمارے زمانہ میں کفر یا گناہ نہیں معلوم مولویوں کی تعلیم کا اثر ہے یا خود نفوس میں دناءت آگئی ہے کہ اسوقت کے مسلمان سبیل اللہ کلمۃ اللہ اور اسلام عمومی سے کچھ غرض ہی نہیں رکھتے اور ایسے فارغ اور بے فکر ہو کر بیٹھے ہیں کہ گویا اس باب میں انکو کچھ کرنا ہی نہیں - جبکو دیکھو اپنی ہنڈیا کی خیر منا رہا ہے اور دوسرے مسلمانوں کی طرف سے اوسکے کان پر جوں نہیں چلتی - یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں آنے کی نہیں ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں سمجھتا الا ما شاء اللہ[1] کہ قومی ترقی ایسی برکت ہے جس سے اوس قوم کا کوئی فرد محروم نہیں رہ سکتا - قوم بھی ایک مجموعۂ اشخاص کا نام ہے - یہ تو نہ کبھی ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے - کہ کسی قوم کے تمام اشخاص کی حالت کسی ایک بات میں بھی یکساں ہو جاوے - تفاوت حالات منجانب اللہ ہے اور دنیا اور دین دونوں کا مدار کار اسی پر ہے پس جب ہم قوم پر من حیث القوم کسی بات کا حکم لگائیں تو اوس کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ دوسری قوموں کے مقابلے میں اوس قوم کے اکثر افراد کا یہ حال ہے - انگریز جنکے تمول کی مثالیں دیکھ دیکھ کر اور سن سنکر (مسلمان تو ایسے کیوں ہونے لگے تھے) ایک بنگالی یا پارسی ملو فیر لینے لکھ پتی کی بھی آنکھیں پھٹی کی پھٹی اور مونہہ کھلا کا کھلا رہ جائے - کیا تم سمجھتے ہو کہ اون میں غریب نہیں - ایک وہ نہیں

[1] مگر جبکہ خدا چاہے ۱۲

کہ سلطنتوں کو مول لیکر چھوڑ دیں اور اوسی شہر میں بلکہ اون کے پڑوس میں وہ بھی ہیں جنکی
مصیبت ہمکو اپنے ہی دُکھڑے سے فرصت نہیں - کون بیان کرے - ہاں تو میرے کہنے
کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان سب نہیں (اور سب تو ہو بھی نہیں سکتے) بلکہ اون میں سے
آنتوں کی حالت بھی درست ہو جاتی کہ اونکی وجہ سے قوم پر وقعت کی نگاہ پڑنے لگتی (اے
خدا ! کب وہ دن ہوگا - پس از سرمن کن فیکون شد شدہ باشد) تو جو لوگ خستہ حال
رہ جاتے وہ بھی سربرآوردگان قوم کی شادحالی سے ڈرکٹلی directly (بلاواسطہ
یا ان ڈرکٹلی indirectly (بالواسطہ) فائدہ اوٹھا لیتے پر اوٹھاتے - ہندوستان
میں کوئی انگریز اگر لوفر بلکہ گدا بھی ہے تو کہلائیگا صاحب ہی - یہ ہے تعزز قومی - کہ انگریز
اور صاحب دو لفظ ہوگئے ہیں مترادف ہمدگر - ہماری گئی گذری قومی عزت کی یادگار بھی
ابھی تک گفتگو میں باقی چلی جاتی ہے کہ ہندو ہم مسلمانوں کو میاں لوگ پکارتے ہیں لیکن
جب مسلمان اپنی عزت کو خود نہیں سنبھالنا چاہتے تو بزرگوں کی حاصل کی ہوئی عزت
بزرگوں کے ساتھ گئی گذری - اب اسبات کا خیال کرنا بھی داخل بے عزتی ہے - ہمارے
رفارمرجہاں اور تدبیریں کرتے ہیں اون میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو اون کے
بزرگوں کی عظمت یاد دلائی جاتی ہے - بیشک غیرت کے مشتعل کرنے کو یہ دلیو اسلائی
بہت ہی مناسب تھی مگر میں دیکھتا ہوں تو بزرگوں کے کارنامے سنکر مسلمان بجائے
اسکے کہ اپنے تئیں خیرالخلافت لبعد الاسلاف - وردی آف دیر فورفادرز - بنانے
کی کوشش کریں - اولٹے شیخی میں آجاتے ہیں - اور شیخی ایسی بُری بلا ہے کہ جتنے
رفارمر اب ہیں وہ اور عشر امثالہم معہم سب ملکر ایک انچہ بھی تو مسلمانوں کو ترقی کیطرف
نہیں کھسکا سکیں گے - میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے ناتوے اس مہلک بیماری کے
اخذ کرنے کو تیار ہیں - پھر انگریزی تعلیم جو شرط معاش شرط آبرو تو اب ہے - کوئی
دن جاتا ہے کہ شرط زندگی ہونے والی ہے - خدا جانے کیا آفت ہے - جس کو
چھو گئی - اپنے آپے سے باہر ہو جاتا ہے - حتیٰ کہ بقولات کے کھانے والے ہندو

سلہ اگلوں سے بعد بہترین پس ماندے ۱۲

دیکھو تو کیا ابدتر[1] و بیچارے ہیں - ہر ایک خیر خواہ اسلام کا فرض ہے کہ مسلمانوں کو اس پہلو پر نہ آنے دے - اور انکو سمجھائے کہ ساری برتری اور فوقیت تو سلطنت کی ہے وہ تو گئی اور ایسی گئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ - اب اوسکی یادگار تازہ رکھنے سے ہم کو کوئی نفع نہیں - ہمکو اور ہماری نسلوں کو محکوم ہوکر رہنا ہے - انگریزوں نے بزور شمشیر ہمسے ملک لیا ہے - ہمارا کوئی حق اونپر نہیں - اگر انگریز ہمارے ساتھ ویسی مدارات کریں جیسی فرعون بنی اسرائیل کے ساتھ کرتا تھا یذبح[2] ابناءھم ویستحی نساءھم تو ہم اُنکا کیا کر سکتے ہیں - مگر نہیں جیسا خدا تعالی اپنی نسبت فرماتا ہے کتب[3] علی نفسہ الرحمۃ اوسکی رحمت کا پرتو ہے کہ انگریزوں کو انصاف و مہربانی کی توفیق دے رکھی ہے - ہماری دینی اور دنیاوی مفاد اسی میں ہے کہ ھل جزاء[4] الاحسان الا الاحسان کے مطابق - خوشدلی اور شکرگذاری کے ساتھ ادب حکومت ملحوظ رکھکر اپنی حالت کو درست کریں - وہ زمانے گئے کہ ساری دنیاوی برکتیں اور منفعتیں سلطنت میں محصور تھیں - اور اسی وجہ سے سلطنت بڑی چیز سمجھی جاتی تھی - اب علم کا فروغ ہے اِسنے وہ زور پکڑا ہے کہ سلطنت بھی اسی کی دست نگر ہے - میں ذرا مطلب سے دور ہوگیا - میں یہ کہنے کو تھا کہ بزرگوں نے کیونکر عزت حاصل کی تھی اور ہمنے اوسکو کیونکر کھویا - اگر کوئی بیمار طبیب کی طرف رجوع کرے وہ اوسکو کسی نہ کسی طرحکا سوء مزاج بتائیگا - عامل پاس جائے تو ارواح خبیثہ یا جنات سے ڈرائیگا - نجومی دمن یا ثلھم من الرمالین و الجفادین والمتقیفین ہر ایک اپنا اپنا راگ گائیگا ؎

پس از صد سال این معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ بورانی است بادنجان و بادنجان ست بورانی

---

[1] فساد ۱۲

[2] اُنکے بیٹوں کو حلال کرتا اور عورتوں کو زندہ رکھتا ۱۲

[3] اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ۱۲

[4] احسان کا بدلا احسان کے سوا کچھ اور بھی ہے ۱۲

انگریزی عملداری سو برس کی بڑھیا ہوسنے آئی کہیں اب جاکر مسلمانوں کو (وہ بھی سب کو نہیں) معلوم ہوا کہ ہماری قوم کی قوم بیمار ہے - جن کو بیماری کا اذعان ہے - وہ بھی اکثر تعیین سبب میں غلطی کرتے ہیں اور تعیین سبب میں غلطی ہوئی تو علاج میں بطریق اولی - میں صاف دو ٹوک بات کہتا ہوں کہ اگر صرف یہی ایک سبب نہیں تو بہت بڑا سبب ضرور ہے کہ جن بزرگوں نے عزت حاصل کی تھی - اعلے درجے کے قومی اتفاق - اعلے درجہ کی قومی ہمدردی - اعلی درجہ کی قومی اخوت کے زور سے حاصل کی تھی - ہمنے کھوئی ڈبوئی تو اسی سبب سے کھوئی ڈبوئی کہ یہ صفتیں ہم میں سے نکل گئیں - مسلمانوں میں سُنی - شیعہ کے اختلاف کی وجہ سے اگلے بزرگوں یعنی قرون اولی کے مسلمانوں کی نسبت بھی یہی بات شہرت پکڑ گئی ہے کہ ہماری طرح انمیں بھی بعض ونفاق تھا پھوٹ اور کشمکش تھی - عداوتیں اور خود غرضیاں تھیں - لیکن موٹی سی موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر اون کے دلوں میں کپٹ ہوتی تو اسلام آج کہیں دوا کے لئے بھی تو روے زمین پر ڈھونڈا نہ ملتا - خصائص بشری کے اعتبار سے وہ بھی ہم جیسے آدمی تھے - اور ہمکو اس بات کے کہنے میں کیوں مضائقہ ہونے لگا جبکہ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انا بشر مثلکم[۱] فرمایا ہو - پس اگران میں اختلاف تھا بھی (اور ضرور تھا - بیشک تھا اور ہونا چاہئے تھا - اور ہوا ہی کرتا ہے - وہ تو آدمی تھے - دو برتن ایک جگہ رکھے ہوئے ہیں تو وہ بھی کبھی کبھی کھڑ کھڑا ہی اوٹھتے ہیں) تو اونکے اختلافات ایسے تھے جیسے آجکل انگریزی پولیٹیکل گروہوں کے - لڑتے بھی ہیں - جھگڑتے بھی ہیں - بگڑتے بھی ہیں - مگر ساری جنگ زرگری ہے مفاد سلطنت کے لئے مثلاً ایک کی راے ہے کہ سویز کینل یعنی نہر کی طرف سے پورا پورا اطمینان حاصل کر کے مصر سے بالکل دست بردار ہو جانا چاہئے - دوسرا کہتا ہے مصر سے ہٹے اور ہندوستان ہاتھ سے گیا - تیسرا یہ صلاح دیتا ہے کہ جبتک خدیو کو اتنی قوت ہو کہ اپنا گھر آپ سنبھالے ہمکو اوس کا ساتھ دینا ضرور ہے - چوتھا اصرار کر رہا ہے کہ بات کو گومڈے میں ڈالنے

---

[۱] میں بھی تمہاری طرح کا بشر ہوں ۱۲

قباحتیں پیدا ہوتی ہیں ہمت کرکے فوراً انگسیشن یعنی ضبطی کا اشتہار جاری کردیا جائے میں مصر پر کچھ دینے کے لئے نہیں کھڑا ہوا - میں نے تمثیلاً ایک بات بیان کی - تو کیا جس فریق کی یہ رائے ہے کہ مصر سے دست بردار ہوجانا چاہئے - برٹش گورنمنٹ نقصان کا خواہاں ہے ہرگز نہیں - بلکہ وہ دست بردار ہونے ہی میں گورنمنٹ کا فائدہ سمجھتا ہے - اسی طرح مسٹر گلیڈسٹن - اور لارڈ سالسبری وزارت کے دو ہمسر عہدے دار ہیں نہ اپنے فائدہ کی نظر سے بلکہ اسلئے کہ نیک نیتی سے ہر ایک اپنی وزارت کو گورنمنٹ کے حق میں مفید خیال کرتا ہے - لیکن ہم لوگ ذاتی اغراض سے اسقدر مغلوب ہو رہے ہیں کہ ہمکو اسکا سمجھنا اور سمجھیں تو یقین کرنا دشوار ہے - تاہم ایسے نفوس (ایسے نفوس قدسی) خدا پیدا کرتا ہے جو قومی اغراض کے آگے ذاتی اغراض کی کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتے - اور ایسے ہی نفوس بزرگان دین کے تھے - انکو بھی لوگوں کے ساتھ دوستی اور دشمنی تھی - مگر انکی دوستی الحب[ا] للہ تھی اور دشمنی البغض[۲] للہ -

مولانائے روم نے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی ایک حکایت لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے کام ذاتی اغراض کے شائبہ سے کیسے پاک اور منزہ ہوتے تھے - فرماتے ہیں ؎

از علی آموز اخلاص عمل	شیر حق را دان منزہ از دغل
او خدو انداخت بر روی علیؓ	افتخار ہر نبی و ہر ولی
او خدو انداخت بر روی کہ ماہ	سجدہ آرد پیش او در سجدہ گاہ
در زمان انداخت شمشیر آن علیؓ	کرد او اندر غزایش کاہلی
گشت حیران آن مبارز زیں عمل	از نمودن عفو و رحم بے محل
گفت بر من تیغ تیز افراشتی	از چہ افگندی مرا بگذاشتی

[ا] دوستی خدا کی وجہ سے ۱۲

[۲] دشمنی خدا کی وجہ سے ۱۲

گفت امیر المومنین با آن جوان — کہ بہنگام نبرد اے پہلوان

چون خدو انداختی بر روی من — نفس جنبید و تبہ شد خوئے من

نیم بہر حق شد و نیمے ہوا — شرکت اندر کارِ حق نبود روا

گبر این بشنید و نوری شد پدید — در دلِ او تا کہ زنارے برید

گفت من تخمِ جفا می کاشتم — من ترا نوعے دگر پنداشتم

عرض کن بر من شہادت را کہ من — مر ترا دیدم سرافراز زمن

قرب پنجہ کس ز خویش و قوم او — عارفانہ سوے دین کردند رو

اسی طرح حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اسلام کی ترقی اور ترویج اور تشئید اور مسلمانوں کی اعانت و امداد و تائید کے لئے جہاں اور بہت سے کارنمایاں کئے اون میں تحسبونہ ھینا وھو عند اللہ عظیم[1] یہ بھی تھا کہ اسلام شروع ہوا غربا سے ساکین سے - اگر غبار تعصب چشم دل کو تیرہ و تار نہ کردے فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[2] تو اسلام کی ساری ہسٹری (تاریخ) شروع سے آخر تک اوسکی صداقت پر گواہی دے رہی ہے - اسنے پہلے پہل جڑ پکڑی ایسے دلوں میں جو سچ کے قبول کرنے کے لئے تیار تھے - دنیاوی مال و دولت دنیاوی جاہ و حشمت - دنیاوی نام و نمود - دنیاوی فخر و عزت - دنیاوی رشتہ و قرابت کوئی چیز نہ تھی جو اون کو صراط مستقیم کے اختیار کرنے میں سدراہ ہوسکے انمیں کچھ لونڈی غلام بھی تھے - کافروں کے غلام اور ہم مسلمانوں کے آقا اور سرتاج - مشرکین جنکے یہ لوگ مملوک تھے ان کو صرف اسلام کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب دیتے وما[3]

[1] تم اوسکو ہلکا سمجھتے ہو اور اللہ کے نزدیک وہ بڑا ہے ۱۲

[2] بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوجاتی بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہوجایا کرتے ہیں ۱۲

[3] اون کی یہی ایک بات اون کو بری لگی کہ وہ ایمان لے آئے اللہ پر عزت والا قابل حمد - آسمانوں اور زمین کا مالک ۱۲

نقموا منھم الا ان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض۔ چنانچہ حضرت بلال کے قصے کی طرف میں پہلے اشارہ بھی کرچکا ہوں۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک غلام تھا نسطاس وہ بڑا سلیقہ مند آدمی تھا کہ اوسنے تجارت سے اپنی حالت یہاں تک درست کرلی تھی کہ دس ہزار درم تو اوس کے پاس نقد تھے اور باوجودیکہ خود غلام تھا۔ آپ بھی لونڈی غلام رکھتا تھا۔ حضرت ابوبکر نے چاہا کہ وہ اسلام لے آئے۔ اوس نے سختی کے ساتھ انکار کیا۔ تو وہ حضرت ابوبکر کے دل سے اوتر گیا۔ جب حضرت بلال کو دیکھا مبتلائے عذاب۔ تو حضرت ابوبکر نے بہ تقاضائے اخوت اسلامی امیہ سے سفارش کی کہ اسے شخص خدا کے غضب سے۔ تو امیہ بولا۔ اگر تمکو ایسا ہی ترس آتا ہے۔ تم ہی نے اوسکو بگاڑا ہے۔ اپنی بلا کو لے نہیں جاتے۔ حضرت ابوبکرؓ کو اگر ذرا بھی معلوم ہو کہ اسکا منشا ہے حضرت بلال کے جدا کرنے کا ہے تو کبھی کی حضرت بلال کی مخلصی ہوگئی ہوتی۔ آپ اشارہ پاتے ہی بول اوٹھے کہ بیچ لیا۔ امیہ نے کہ نسطاس کے بدلے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا ہاں جی ہاں۔ نسطاس اور جو کچھ اوس کے پاس اثاثہ ہے وہ سب اسی طرح حضرت ابوبکر نے حضرت بلال سمیت سات مسلمان لونڈی غلاموں کو اون کے مالکوں کو مونہہ مانگے دام دے دے کر خریدا اور آزاد کیا۔ ان کے والد کو اسکی تو خبر نہ تھی کہ اس خریداری سے کچھ اور ہی مطلب ہے۔ شکر کہنے لگے کہ یہ ہارے تھکے از کار رفتہ لونڈی غلام مول لیتے پھرتے ہو۔ لینے ہیں تو ایسے غلام لو جو تمکو فائدہ بھی پہونچا سکیں۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے باپ کو سمجھایا کہ میں ان کو حسبۃً للہ آزاد کرنے کے لئے خریدتا ہوں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اسی کی طرف اشارہ ہے قرآن شریف کی اس آیت میں یؤتی مالہ یتزکی[1] وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی ولسوف یرضی۔ میں نے یہ دو باتیں تمثیلاً بیان کیں یہ

[1] اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اوس پر کسی کا احسان نہیں کہ اوس کا بدلہ دیا جاتا ہو۔ مگر طلب رضائے پروردگار ۱۲

ہیں سیر صحابہ پڑھو تو معلوم ہو کہ سب کے سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے تھے صبغۃ[1] اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ مگر ہاں اتنا ضرور ہے ع

ہر گلے را رنگ و بوے دیگر است

کسی میں حلم غالب ہے۔ کسی میں غیرت۔ کسی میں سخاوت۔ کسی میں شجاعت۔ کسی میں کچھ۔ کسی میں کچھ۔

ایک آدھ مرتبہ مجھکو شبہہ ہوا کہ بزرگان دین کے حالات جو لوگوں نے منضبط کئے ہیں اور جنکے پڑھنے سے اپنے اور اپنے زمانے کے مسلمانوں کے حال پر سخت افسوس ہوتا ہے۔ اور جب تک خیال کرتے رہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل کو کوئی نچوڑے ڈالتا ہے۔ از قبیل پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند۔ تو نہوں۔ لیکن یہ ایک وسوسہ شیطانی تھا۔ انکے زمانے میں اور ان کی کوششوں سے اسلام کا ترقی پانا یہ ایسا زبردست ثبوت ان کے فیور میں ہے کہ کسی احتمال مخالف کو ٹھہرنے ہی نہیں دیتا جسطرح انسان اشرف المخلوقات ہے اسی طرح مسلمان کامل افضل الناس ہے۔ صرف دین کے اعتبار سے نہیں بلکہ میرا یہ پختہ مستحکم عقیدہ ہے کہ جن صفتوں کے مجموعے کا نام اسلام ہے پیغمبر کو ایمان ... کے مقتضی ہیں کہ دنیا میں بھی مسلمانوں ہی کو فضیلت اور برتری ہو۔ بلکہ میں تو دنیاوی ترقی و تنزل کو اسلام یعنی دین اسلام کے کامل و ناقص ہونے کا معیار قرار دیتا ہوں۔ وہ مسلمان بڑی غلطی پر ہیں اور افسوس ہے کہ ایسے بہت ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا مقصود یہ تھا کہ ہندو جوگیوں اور سناسیوں یا عیسائی راہبوں کی قسم کا ایک گروہ تیار کیا جائے۔ نرے خدا پرست۔ دنیا سے بے نصیب محض۔ اگر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد رہا ہو اور میں کہتا ہوں کہ نہیں رہا والذی نفسی بیدہ نہیں رہا۔ ہرگز نہیں رہا۔ تو معاذ اللہ پیغمبر صاحبؐ کی رسالت کی نسبت فیلیور۔ ٹوٹل فیلیور کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ پیغمبر صاحبؐ نہیں چھوڑ کر مرے۔ خدا پرست ہوگی۔ خدا پرست سنیاسی۔

---

[1] اللہ کا رنگ اور اللہ سے بھی کسیکا رنگ بہتر ہوگا ۱۲

خدا پرست راہب۔ خدا پرست آجکل کسے سے کم گزرے۔ بیشک شکے علما اور مشائخ سبلکہ خدا پرست امپررز (شاہنشاہ) خدا پرست کنگز (بادشاہ) خدا پرست منسٹرز (وزیر) خدا پرست ایڈمنسٹریٹرز (مدبران ملک) خدا پرست کمانڈرز (سپہ سالار) خدا پرست ججز۔ خدا پرست آرٹیزنز۔ (صنعا) خدا پرست مرچنٹز (سوداگر) خدا پرست دنیاوار آف اوری کا منگ اینڈ پروفیشن (ہر ایک پیشے اور ہر ایک شغلے کے) اولئك هم المؤمنون حقا لهم درجات عند ربهم ومغفرة ورزق كريم[1]۔ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تو مسلمانوں کی ظاہری شان وشوکت کا یہاں تک خیال تھا کہ کعبے کا طواف کرو تو جہاں تک ہوسکے اکڑ و۔ صفا اور مروہ میں زور سے دوڑو۔ جمعہ اور عیدین جیسے مجامع میں بہتر سے بہتر ہیئت بنا کر شامل ہو۔ نماز عید کو ایک رستے سے جاؤ تو دوسرے رستے سے آؤ۔ ان باتوں سے آخر ایک انکل تو ملسکتی ہے کہ پیغمبر صاحب کا دلی منشا کیا تھا۔ اب ہمنے ذلت وخواری کو شعار اسلام بنا لیا۔ گرگئے اسلئے کو گرتا کو گرنا سنا رہے تھے۔ بھدی ہو گئے کیونکہ بھدی ہونے سے خوش تھے مجھ کو تو غصہ اس بات پر آتا ہے کہ ذلیل ہوئے تو خیر غضب تو یہ ہے کہ بزرگان دین سے اس ذلت کی سند پکڑتے ہیں * ع

بدنام کنندۂ نکونامے چند

کبھی انسان عزت کے ایسے اعلے درجے پر پہونچ جاتا ہے کہ عزت اوسکو لازم ہو جاتی ہے گویا اسکا خاصہ غیر منفک ہے تو ایسی حالت میں اوسکو ظاہری سامان تعزز درکار نہیں ہوتا۔ مثلاً گلیڈسٹن جنے بیسیوں لارڈ اور سر (یہ سر نہیں (اپنے سر کیطرف اشارہ کیا) بلکہ وہ سر۔ سید احمد خان کی طرف اشارہ کیا) اور کیا اور کیا بنا دیئے کونسی خطابی عزت تھی جو وہ اپنے لئے حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ مگر اوس نے سمجھا اور ٹھیک سمجھا کہ گلیڈسٹن اور خطابی ناموں میں وہی نسبت ہوگی جو نیچرل بیوٹی (قدرتی خوبصورتی)

---

[1] یہی ہیں سچے مسلمان ان کیلئے خدا کے یہاں درجے ہیں اور معافی ہے اور عزت کی روزی ۱۲

اور بنائی ہوئی بیوٹی میں ہوتی ہے وکلا[1] المتکحل فی العین کا لکحل سید احمد خان کو چاہے بُرا لگے - میری نظر میں جو عزت سید احمد اِن دو لفظوں کی ہے نہ ڈاکٹر کی ہے - نہ سر کی ہے - نہ اون حروف کی ہے - جو انگریزی ابجد سے بے ترتیب لیکر ان کے نام کے بعد لگائے جاتے ہیں -

یہی حال تھا صحابہ کا رضوان اللہ علیہم - اون کو وہ عزت حاصل تھی کہ دنیا میں اس سے بڑھکر کوئی اور عزت ہو نہیں سکتی - کہ جطرف کو توجہ کی سلطنت اون کے آگے ہاتھ باندھے کھڑی تھی - یہ عزت سادگی اور بے تکلفی اور زہد کے ساتھ ملکر ایک حُسن خاص پیدا کرتی تھی جس کے آگے دنیاوی حشمتیں اور طمطراق سب ہیچ ہیں - ہم نے حرمان - اور تسلی عن الیاس کو زہد قرار دے رکھا ہے - اور دنیا کے حاصل کرنے پر حریص تھے - مگر حاصل ہوئے پیچھے اوسکی ذرا بھی قدر نہیں کرتے تھے - شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ہارون الرشید کی ایک حکایت لکھی ہے - کہ

"ہارون الرشید را چون ملک مصر مسلم شد - گفت بزرغم آن طاغی کہ بغرور ملک مصر دعوے خدائی کردہ بود نہ بخشم ایں ملک را مگر بخسیس ترین بندگان"

قیصر روم نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک سفیر بھیجا - سفیر سمجھا کہ ایسے زلزلے کا شخص ہے تو اوسکی کوئی بڑی بارگاہ ہوگی - یہاں مدینے میں آکر دیکھا تو رہنے تک کا جھونپڑا بھی ٹھیک نہیں - اور امیر المؤمنین صاحب ہیں کہ اون کا کہیں پتہ نہیں لگتا - آخر ایک بڑھیا نے بتایا کہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ فلان نخلستان میں چھوڑے چلی آتی ہوں - سفیر نے جا کر دیکھا تو واقع میں اکیلے ایک درخت کے تلے پڑے سوتے ہیں - جاگے تو اپنا مطلب عرض کرنا چاہا - مگر ایسے ہیبت سے کہ نہ قدم آگے کو اُٹھتا تھا اور نہ بات منہ سے نکلتی تھی - سر سے پاؤں تک کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا ؎

ہیبت حق است این از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

---

[1] کاجل لگی ہوئی آنکھ کہیں قدرتی سرمگین آنکھ کو پہونچتی ہے ۱۲

وہ آسمان عزت کے آفتاب تھے اگر پانی کی تہ میں بھی اون کا عکس تھا تاہم چمک دمک اونکے ساتھ تھی - مگر ان کی سی عزتیں صرف تمنا کرنے یا بیوہ عورتوں کی طرح موںہہ ڈھانک ڈھانک کر رونے یا دعائیں مانگنے سے تو نصیب نہیں ہوتیں - کیونکہ اون کو بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے نہیں ملگئی تھیں - انہوں نے اس عزت کے پیچھے مال اور جان اور خویش و اقارب کسی چیز کی کچھ پروا نہیں کی - ہم یہ کہنے کو تو موجود ہیں کہ مسکین این ندارد و آن ندارد - مگر کر لینے کے نام میرے دیکھنے میں تو اتنا ہی ہوا ہے کہ سید احمد خان کے غل شور مچانے سے قومی مرثیہ خوانوں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے - جبتک لکھنؤ میں نوابی رہی مرثیہ خوانی کا بڑا زور و شور تھا - اور اس طرز خاص کو انیس اور دبیر نے حقیقت میں معجز بیانی کی حد تک پہونچا دیا - نہ کسی نے ان جیسا کہا اور نہ کوئی ان جیسا کہہ سکیگا - اب جو نئی قسم کے مرثیہ خوان چلے تو اسکے موجد ہوئے - ہمارے مولوی الطاف حسین صاحب حالی - انہوں نے ایک بڑی دھوم کا مسدس لکھ کر کچھ ایسا بگل پھونکا کہ جہاں جہاں موزون طبع تھے سب لگے ان ہی کی لے میں گانے اور گنگنانے - گنگنانے والوں میں یہ آپ کا نیازمند بھی ہے کہ شعر تو نہیں کہہ سکتا - مگر تک سے تک ملا لیا کرتا ہے - میں نہیں سمجھتا کہ مولوی الطاف حسین نے مسدس اس غرض سے کہا تھا کہ ایشیائی شاعری میں ایک طرز جدید داخل کریں بلکہ اون کی غرض اصلی یہ تھی کہ سوتی ہوئی قوم جاگے اور دیکھے کہ تباہی کا سیلاب ان کے سروں پر آ پہونچا - مگر قوم نے جاگنا تو در کنار کروٹ تک بھی تو نہ لی اور ان کے مسدس کا ایک کھیل بنا کھڑا کیا - کوئی اوسکو اسلئے نہیں پڑھتا کہ سمجھے اور عمل کرے - نظر پڑتی بھی ہے تو وہی محاسن شاعری پر - اور سید احمد خان صاحب بڑا نہیں تو مانیں - قریب قریب یہی حال ہے اس کانگریس کا - اکثر تو تماشائی ہونگے - بعض اسکو ایک طرح کی محفل مشاعرہ سمجھکر شریک ہوے ہونگے کہ سر سید لکچر دینگے - مولوی الطاف حسین حالی - مولوی شبلی - منشی احمد علی شوق - اپنے اپنے افکار تازہ پڑھینگے - ذرا چلکر سنیں تو سہی کیا کہتے ہیں - بعض صرف سید احمد خان کے ایجنٹ ہونگے اور بعض شہدا ہونگے - لڑنے بھڑنے کے نہیں - ہو لگا لینے کے - جو چاہتے ہیں - کہ محض

کانفرنس میں شریک ہونے کی وجہ سے ان کا نام درد مندان قوم کی فہرست پر چڑھ جاتے جتنے صاحب شریک محفل ہیں سب سے بدتر میں ہوں - کہئیے کہ آندھی کرنے کو خاک - جب آدمی خود ایک بات کا عامل نہیں دوسرے پر اوسکا اثر کیا ہو - غرض کیا مستمع کیا لکچرار - ہیں سب ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے - بلکہ پھر ایسے مجموں سے کیا فلاح ہونی ہے - روتے آئے مرنے کی خبر لیکر چلے - قوم کا تو یہ حال ہے کہ ایک ایک منٹ اور ایک ایک سکنڈ کی دیر میں - برسوں نہیں عمروں کا نقصان ہو رہا ہے - اور یہاں ہنوز روز اوّل ہے - مجھ کو ایک بات کا اور بھی ڈر ہے کہ انسان کی خلقت اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ جب وہ کوئی نئی بات سنتا یا غیر معمولی حالت دیکھتا ہے تو اول بار سننے اور دیکھنے سے اوسکی طبیعت میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے - لیکن اگر بار بار وہی بات سنا اور وہی حالت دیکھا کرے تو اوسکا احساس مدھم پڑجاتا ہے ؏

چو حلوا بہ یکبار خوردند و بس

کچھ سید احمد خاں ہی کی توقع ہوگی - خدا ہی ہے کہ ان پتھروں میں جونک لگے - کہنے اور سننے کی تو کوئی حد باقی نہیں رہی - ضرورت سے بہت زیادہ کہا جا چکا اور ضرورت سے بہت زیادہ سن چکے - اب یا تو قومی ہمدردی - قومی ریفارم - قومی ترقی کا تذکرہ موقوف کرو - کیوں بیٹھے بٹھائے مفت میں اپنی ہنسائی کراتے ہو - اور اگر فی الحقیقت تمہارے دلمیں قوم کا درد ہے - تو کچھ کرکے دکھاؤ - بیشک کام بڑا اہم ہے - لیکن سچے دل سے ہمت کرو تو خدا کی قسم - پانی سے زیادہ پتلا - روئی سے زیادہ ملائم - ریشم سے زیادہ نرم آئینے سے زیادہ چکنا - ہمارے سامنے ہمارے ہی بزرگوں کی مثال موجود ہے - ہمکو ویسی مشکلیں درپیش نہیں اور نہ ہمکو ویسی مہم درپیش - سمجھ چکے ہو تو خیر - اور نہیں سمجھے تو آپ سمجھ لو - کہ بدون اعلے درجہ کی انگریزی تعلیم کے مسلمانوں کی حالت حشر تک درست ہونے والی نہیں - اور اسکو چاہئیے کہ قارون کا خزانہ - وہ تو بڑے شکر کا مقام ہے کہ ہم میں ایک ایسا شخص موجود ہے کہ اوسکو روپے کی مدد ملے تو تعلیم کے جہاز کو کھے کر پار لگا دے - وہ کون ہے جا سمجھ تو گئے ہوگے - پھر کیوں مجھ سے کہلواتے ہو خدانخواستہ

یہ شخص نہ ہوتا تو روپیہ کو لے کر چاٹا کرتے ۔ یہ نعمت خداداد ہے ورنہ جتنا روپیہ تعلیم کے لئے فراہم کرتے اس سب کے بدلے بھی تو سید احمد کا سا ایک دماغ ڈھونڈھا نہ پاتے ۔ خیر تو غرض یہ ہے کہ ہمکو روپیہ چاہئے جتنا ہوسکے اور جسقدر ہوسکے ۔ روپیہ آئے تو کہاں سے آئے ۔ جن کو قوم کا درد ہے مقدور نہیں رکھتے اور جن کو مقدور ہے اون کو درد نہیں ؎

کریمان را بدست اندر درم نیست
خداوندان نعمت را کرم نیست

اس مشکل کے حل کرنے کی ایک تدبیر میرے خیال میں آتی ہے ۔ امیروں کو تو مارو گردن ۔ ان سے تو کچھ ہونا ہوانا نہیں ۔ جب کسی قوم پر وبال آنیکو ہوتا ہے تو سب سے پہلا اوسے قوم ہی بگڑتے ہیں ۔ حق تعالیٰ جلشانہ فرماتا ہے واذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها[له] ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها تدميرا ۔ پس جن لوگوں کے فساد سے ہماری قوم کی خرابی کی ابتدا ہو اون سے اصلاح کی توقع ایسی ہے جیسے زہر سے نوشدارو کی تاثیر کی امید ؎

پوچھ مت راہ وفا اوس نگہ پُرفن سے
رہنمائی کی نہ رکھ چشم ۔ دلا ۔ رہزن سے

یوں کرو کہ جو جو قومی ہمدردی کا دم بھرتے ہیں سب ایک گروہ بن جاؤ ۔ اور گروہ کو ضرور ہے لیڈر یعنے سرگروہ اوسی فرد متعین کو (سمجھے یا نہیں ۔ ضرور سمجھے اور خوب سمجھے) لیڈر بنالو ۔ صرف چندہ فراہم کرتے اور اوسکو اپنی راے سے اعلےٰ درجہ کی انگریزی تعلیم میں صرف کردینے کا اور اس امر کے اوسکے ہاتھ پر اقرار (پیچ پچ کی) بیعت کرو کہ ہم منفرداً و مجتمعاً روپیہ بہم پہونچانے میں سعی کا کوئی دقیقہ نہیں اوٹھا رکھیں گے

له جب ہم کو منظور ہوتا ہے کہ کسی گانوں کو برباد کردیں تو ہم وہاں کے خوشحال لوگوں کو ابھار دیتے ہیں وہ اوس میں بدکاریاں کرنے لگتے ہیں اور ہمارا قول پورا ہوجاتا ہے پھر ہم اوسکو مار کر بھرتا کر دیتے ہیں ۱۲ منہ

لیکن اس جیت کے بعد یہ نہیں کرنا ہوگا کہ چلتی سی ایک بات کہدی - اور اپنے سر سے پھندا سا اوتار - الگ ہوگئے - تشو باندہ کے چندے کو تیچے پڑنا ہوگا - گہر گہر جاکر بھیک مانگنی پڑیگی - یا ایک چھوٹا سا ضلع - کیف ما تفق اختیار کرو - اور تحقیقات کرکے ایسے لوگوں کی فہرست بناؤ جو صاحب زکوۃ ہیں - لڑکر - جھگڑکر - منت سے - خوشامد سے - سمجھانے سے - الحاف سے - ابرام سے غرضکہ جسطرح بن پڑے اون سے زکوٰۃ وصول کرو - کچھ خبر بھی ہے - یہی صدقات ابتدا میں اسلام کا کیپٹل (سرمایہ) رہے ہیں - انکے وصول کا بڑا اہتمام ہوتا تھا - یہانتک کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) منع زکوٰۃ کو ارتداد سمجھکر جہاد پر آمادہ ہوگئے تھے - حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اپنی خلافت میں ان ابواب کی تحصیل موقوف کردی کیونکہ مسلمانوں کو خدا نے سلطنت کی وجہ سے غنی کردیا تھا - مگر میرے نزدیک حضرت عثمانؓ نے غلطی کی - دینا سبہی کو ناگوار معلوم ہوتا ہے پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی لوگ دیتے وقت بڑبڑاتے تھے - حضرت عثمان کے دست بردار ہوجانے سے رہے سہے اور بھی ڈھیلے پڑگئے - اب جو لوگ دیتے ہوں وہ جانیں اور اون کا ایمان جانے - لیکن اگر کسی طرح اس رقم کا ضبط کرنا ممکن ہو تو بہت بڑی آمدنی کی چیز ہے - اسمیں بھی دقتیں پیش آئیں گی - بعض تو صاف ٹکا سا جواب دیں گے کہ تم ہمارے محتسب نہیں - تمکو ہمارے معاملات میں کیا دخل - بعض حیلہ کریں گے کہ تعلیم انگریزی مصرف زکوٰۃ نہیں - بعض نصاب کو چھپائیں گے - بعض و تیر وقت ہیچ میچ کریں گے - ان مشکلات پر غالب آنا سچی قومی خیرخواہی ہے اور نہ اپنی گرہ سے دو - نہ دوسرے سے دلواؤ - نرا زبانی جمع و خرچ - ہم تو ایسے اتو عالی خیرخواہی کے قائل نہیں ہیں مثل مشہور ہے کہ جتنا گڑ ڈالوگے اوتنا ہی میٹھا ہوگا - جیسی ہماری کوششیں ہیں مضمحل اور بیدل ویسے نتیجے ہیں کہ آج بیس برس سے تعلیم کا غُل سنتے سنتے کان بہرے ہوگئے سر دُکھنے لگا - جی اکتا گیا - اور کسی ایک ضلع کی تعلیم کا انتظام بھی کافی اور اطمینان کے لائق نہیں ہوا - آؤ تھوڑی دیر کے لئے اس بات پر بھی تو نظر کریں کہ ہمارے بزرگان دین - ہمارے پیشوا - کیا کمال کرتے تھے کہ ہتیلی پر سرسوں جما گئے - دوست دشمن سب اس بات پر متفق

ہیں کہ جسقدر جلد اسلام کی سلطنت قائم ہوئی اسطرح کسی کی بجانے میں - کوئی اور سلطنت قائم ہی نہیں ہوئی - ان میں ایک کمال ہو تو بیان کیا جاوے - سرتاپا کمال ہی کمال تھے ؎

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست

تاہم میں چند ایسی باتیں بیان کرونگا جنکو میرے نزدیک اسلام کی ترقی میں بڑا دخل تھا - اور اب بھی مسلمانوں کی حالت کے درست کرنے کے لئے اون کی سخت ضرورت ہے - ان میں ایک بڑی صفت نفس کشی کی تھی - اور یہی صفت ہے جڑ ہمدردی کی جود و سخا کی - ایثار کی -

جب انسان خود اپنی حاجتوں کا مغلوب ہے اسکے دل میں دوسرے کی امداد و اعانت کی تحریک پیدا ہو ہی نہیں سکتی - اب سب سے پہلے اپنے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حال سنو -

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کبھی تین دن متواتر شکم سیر نہیں ہوئے ولو شئنا لشبعنا ولکن کان یوثر علی نفسہ ولا یدخر شیئا لغد یعنی چاہتے تو پیٹ بھر کر کھاتے مگر حضرت کی عادت تھی بھوکوں کو کھلا دیتے اور آپ بھوکے رہتے - اور کل کا فکر تو کبھی کیا ہی نہیں ؎

ہرچہ آمدت بدست بہ دادی تو پیش ازاں
این جود آں کس است کہ از فقر عار نیست

ابو طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب فقر و فاقے سے بہت تنگ آئے تو کئی آدمی ملکر حضرت کے پاس گئے - اور اپنے اپنے پیٹ دکھائے - سب نے ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا تاکہ بھوک کی ایذا محسوس نہو - پیغمبر صاحبؐ نے اپنا شکم مبارک دکھایا تو اسکے دو پتھر بندھے ہوئے تھے -

حضرت عمر سے منقول ہے کہ میں ایک دن پیغمبر صاحبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ

تہمد باندھے بورئیے پر پڑے ہیں - بورئیے کی تیلیاں جو بدن میں چبھی ہیں - تو نشان پڑ پڑ گئے ہیں - پھر جو میری نگاہ طاق پر جا پڑی تو دیکھتا کیا ہوں کہ ایک طاق میں کوئی آدھ سیر کے قریب جو ہیں - ذرا سا چمڑا دھرا ہے - اور وہیں پاس کو پانی کا ایک مشکیزہ لٹک رہا ہے حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ ایذا اور بے سامانی دیکھکر مجھ سے نہ رہا گیا - اور میں بے اختیار رو دیا۔

حضرت عائشہؓ ذکر کرتی ہیں کہ ایک دن میرے میکے سے بکری کی ران آئی - رات کا تھا وقت - میں نے اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ملکر مشکل سے اوس کو بنایا - جس کے سامنے یہ مذکور تھا - اوس نے پوچھا کیا چراغ نہ تھا؟ تو حضرت عائشہ بولیں "تیل ہوتا تو ہم اپنی ہنڈیا ہی نہ بگھارتے"

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تمام عمر چپاتی کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا -

سہل بن سعد نے چھلنی کے باب میں بھی ایسی روایت کی ہے مع شئے زاید - وہ یہ کہ مینے اپنے راوی سے پوچھا کہ بھلا چھلنی نہ تھی تو جو کا آٹا کس طرح کھاتے ہونگے - راوی نے کہا [1] کنا نطحنه و ننفخه فیطیر ما طار و ما بقی ثرینٰاه فاکلناه حضرت کی غالب غذا تھی چھوارے وہ بھی قسم جید نہیں اور شکم سیر نہیں -

امیہ بن صفوان مولفۃ القلوب میں تھا - حضرتؐ نے وسکو اتنا دیا کہ جو دیکھکر مسلمان ہوگیا اور کہنے لگا کہ سخی بہتیرے دیکھے مگر اس درجے کی سخاوت کا سوا نبی دوسرے کا نفس متحمل ہو ہی نہیں سکتا - حضرتؐ کی مدح کا یہ شعر کچھ مبالغہ شاعرانہ نہ تھا - بلکہ حکایت نفس الامری ہے ؎

ماقال لا قط الا فی تشہّد
لولا التشہّد کانت لاءہ نعم

بعض شاعر بھی بلا کے چور ہوتے ہیں - ایک عجمی نے اسکا لفظی ترجمہ کرکے کسی بادشاہ کے

[1] ہم جو کو پیسکر اوپر سے پھونک ماردیتے بھوسی جو اڑنی تھی اڑ جاتی پھر آٹا گوندھا پکایا کھالیا۔ ۱۲

مدحی قصیدے میں داخل کر دیا۔ شعر

نرفت کلمہ لا بر زبان او ہرگز
مگر با شہد ان لا الہ الا اللہ

کمبخت کو نہ چوری کرتے شرم آئی اور نہ دنیا دار بادشاہ کی اسقدر بیجا اور نامناسب خوشامد کرتے۔ ہم صرف جود کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ اتنی باتوں کو کہ خود حاجتمند اور سخت درجے کے حاجتمند اور اسقدر داد و دہش اور کشادہ دلی کے ساتھ آپ فرماتے تھے
لو کان مثل احد ذہبا لیسرنی ان لا یمر علی ثلث لیال وعندی منہ شیء[1]۔
اور یہی کیفیت تھی تا دم مرگ کہ مرض الموت سے پہلے کہیں حضرت عائشہؓ کو چھ یا سات دینار دیئے تھے کہ مساکین کو تقسیم کر دینا۔ علالت میں خیال آیا تو پوچھا۔ حضرت عائشہؓ نے عذر کیا شغلنی وجعک آپ نے منگوا کر (وہ) دینار کو ہاتھ میں لیا۔ اور فرمایا[2] ما ظن نبی اللہ لو لقی اللہ عز وجل وہذہ عندہ۔ ہمنے اوپر ذکر حدیث کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ مال دنیا پیغمبر صاحب کی نظر میں نہ صرف بے قدر تھا بلکہ اپنے اور اپنے اقارب اور متعلقین کے لئے مبغوض۔ اونہوں نے صدقات کو جو ہمارے زمانے کے مولویوں اور مشائخوں کی معاش کا بڑا ذریعہ ہے نہ صرف اپنی نسل پر۔ بلکہ بنی ہاشم پر ہمیشہ کے لئے قطعاً حرام کر دیا۔ یہاں تک کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المال میں بیٹھے ہوئے نقد و جنس مستحقین کو تقسیم کر رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے (بچے تو تھے ہی) ایک چھوہارا منہ میں ڈال لیا۔ حضرت کی نظر پڑ گئی فرمایا کخ کخ یعنے چھی چھی یہ لوگوں کے مال کا میل ہے۔ آل محمدؐ پر حرام۔ اور آخر وہ چھوہارا اگلوا دیا۔ اس داد و دہش کا ضروری نتیجہ تھا کہ آپ نہ صرف اپنے نفس پر سختی جھیلتے تھے۔ بلکہ تمام اہل و عیال۔ یہانتک کہ ایک بار ازواج مطہرات نے توسیع نفقات پر ضد کی تو آپ ناخوش ہو کر سب کے چھوڑ بیٹھنے پر آمادہ ہو گئے۔ اسی کا تو بیان ہے سورہ احزاب میں

[1] اگر میرے پاس کوہ احد کی قدر سونا ہوتا تو مجھکو بڑی خوشی اسی کی ہوتی کہ تین راتیں نہ گذرنے پائیں سب خرچ کر دوں ۱۲

[2] اور نبی کی نسبت کیا خیال کیا جائے جو یہ اشرفیاں لئے ہوئے خدا کے پاس جائے ۱۲

یاایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوٰۃ الدنیا۔ وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرا عظیما[1]۔ اس طرح کی بیسیوں باتیں ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر صاحب نے شروع سے آخر تک حد درجے کی نفس کشی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ اور اس کے بہت سے شواہد ہیں کہ نہ ریاکاری تھی نہ ناداری تھی۔ نہ خستہ نہ کفایت شعاری تھی بلکہ وہی کہ اپنے تئیں ایذا ہو تو ہو مگر دوسروں کو فائدہ پہونچے ابتدا سے عمر میں دادا اور دادا کے بعد چچا ان کے متکفل تھے۔ پھر خدا نے انکو خدیجۃ الکبریٰ کے مال سے غنی کر دیا تھا اور اس کے بعد تو بادشاہ تھے صاحب ملک ولشکر و مالک اموال غنیمت یتصرف فیہا کیف یشاء[2] مگر انتقال ہوا تو تیس صاع جو کے بدلے اپنے پہننے کی زرہ رہن تھی۔ اپنے لئے تو اس درجہ کی تنگی اور مسلمانوں کے ساتھ کسی طرح کا دریغ نہ تھا۔ یہاں تک کہ جب ملک فتح ہونے لگے تو آپ نے منادی کر دی کہ انا اولی بالمؤمنین من انفسہم من توفی من المؤمنین وترک دینا فعلی قضاؤہ ومن ترک مالا فہو لورثتہ[3]۔ اب اسی نفس کشی کے متعلق چند باتیں صحابہ کی سنو۔ حضرت عمرؓ کے بیٹے اپنے والد کے حالات میں بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ کے ہاتھ میں ایک درم دیکھا۔ پوچھا کہ کیسا درم ہے۔ جابر نے کہا بہت دنوں سے بال بچے گوشت کو ترس گئے۔ آج ارادہ ہے کہ اسکا گوشت لیکر پکواؤں۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ بولے کیا تم

---

[1] اے نبی اپنی بیبیوں سے کہدے کہ اگر تمکو دنیا کی زندگی اور اسکی زینت درکار ہو تو آؤ میں تمکو کچھ دے دلاکر بھلی طرح رخصت کردوں اور اگر تم کو درکار ہو اللہ اور رسول اور آخرت کا گھر تو جو تم میں نیکوکار ہیں اون کے لئے خدا نے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ ۱۲

[2] جس طرح چاہتے اوس میں تصرف کرتے ۱۲

[3] مجھ سے بڑھکر مسلمانوں کا کوئی خیرخواہ نہیں جو مسلمان قرضدار مرے اسکا قرضہ میرے ذمہ اور جو مال چھوڑ مرے تو مال اوسکے وارثوں کا ۱۲

لوگوں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ جس چیز کو جی للچایا گئے اور مول لے آئے۔ تم سے اپنے چچا زاد بھائی اور پڑوسی کی خاطر بھوک کی سہار نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت یاد سے اتر گئی ہے اذھبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا واستمتعتم بھا[1] مالک دارمی سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک غلام کو عبیدہ بن الجراح کے پاس چار سو دینار دے کر بھیجا اور کہا یہ دینار اون کو دیکر ذرا ٹھیرے رہنا۔ دیکھو تو کیا کرتے ہیں۔ غلام نے دینار پہنچا دیئے اور حکم کے مطابق ٹھیرا رہا۔ عبیدہ نے حضرت عمرؓ کا شکریہ ادا کیا اور لونڈی کو بلا کر کہا کہ جا سات وہاں اور پانچ وہاں دیکر آ۔ یہاں تک کہ اسطرح کل چار سو کے چار سو تمام ہو گئے۔ غلام نے جو دیکھا جا کر عرض کر دیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ نے چار سو کی ایک تھیلی اور بھر رکھی تھی۔ اسی طرح غلام کو معاذ بن جبل کے پاس بھیجا وہاں بھی عبیدہ کا ماجرا پیش آیا۔ اتنی بات زیادہ ہوئی کہ جب معاذ دینار تقسیم کر رہے تھے انکی بی بی نے اگر کہا بخدا ہم بھی حاجتمند ہیں۔ کچھ تو ہمکو بھی دو۔ شعر

گل پھینکے ہے اوروں کیطرف بلکہ ثمر بھی

اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

اوسوقت صرف دو دینار باقی تھے۔ معاذ نے بی بی کے حوالے کئے۔ حضرت عمرؓ نے عبیدہ اور معاذ کا حال سنا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اون میں یہ ہیں المؤمنون اخوۃ بعضھم من بعض[2] حضرت عمرؓ کو اسی طرح کا معاملہ سعید بن عامر کے ساتھ پیش آیا۔ سنا کہ اون کے ہاں آگ تک نہیں سلگتی اکٹھے دس ہزار بھیج دیئے۔ اونہوں نے تھیلیاں اور پوٹلیاں باندھ باندھکر بانٹنے شروع کئے۔ بی بی نے کہا یہ روپیہ جو خلیفہ نے ہمارے لئے بھیجا ہے تم کس کس کو دیئے ڈالتے ہو۔ کہا اون لوگوں کو جو اس سے بہت زیادہ حاجتمند اور حقدار ہیں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو ان کی امارت یعنی خلافت کے زمانہ میں دیکھا

---

[1] تم دنیا میں مزے اوڑا چکے اور فائدے اٹھا چکے ۱۲

[2] مسلمان بھائی آپس میں ایک ہیں ۱۲

کرمین مونڈھوں کے بیچ اوپتلے تین پیوند لگے ہوئے تھے۔

عبداللہ بن شداد کہتے ہیں بیٹے حضرت عثمانؓ کو دیکھا ممبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے ہیں۔ اور چار یا پانچ درم کی قیمت کا عدن کا بنا ہوا موٹا تہمد باندھے ہوئے ہیں۔ یہ وہ عثمان تھے جنکا لقب تھا غنی۔ اور جنہوں نے پینتیس ہزار درم کا ایک بیر رومہ خرید کر وقف کر دیا تھا۔ تجہیز جیوش اور دوسرے مواقع پر جو خرچ کیا اسکا مذکور نہیں۔

حضرت عمرؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ خلافت پر ستلا ہوسے تیچھے مدت تک اُنہوں نے بیت المال سے ایک کوڑی نہ لی۔ آخر تنگ ہوئے تو اصحاب کو بلاکر کہا کہ میرا سارا وقت اس کام میں صرف ہوتا ہے۔ میں بیت المال سے لوں تو کیا لوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا صبح وشام دو وقت کے کھانے کی قدر۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے بھی اسکو پسند کیا اور اسی پر کاربند رہے۔

حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی ایک مشہور حکایت ہے کہ کھانا لیکر لقمہ اوٹھاتے ہی تھے کہ ایک مسکین نے آواز دی۔ آپ نے سارا کھانا اوس کے حوالے کیا۔ دوبارہ کھانا پکا۔ اور اتفاق سے عین وقت پر یتیم آنکلا۔ پھر تیسری بار قیدی۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما و اسیرا انما نطعمکم لوجه الله لانرید منکم جزاءً ولا شکورا۔

حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی سخاوت کی ایک مثال کا بیٹے خاص نوٹس لیا کہ قرض تو بہت بُری بلا ہے۔ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا یہ قاعدہ رکھا تھا کہ جو شخص قرضدار مرتا اوس کے جنازے کی نماز نہ پڑھتے۔ اور مقصود یہ تھا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور قرض سے بچیں۔ چنانچہ ایک شخص نے وفات پائی۔ لوگوں نے پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے نماز جنازہ کی درخواست کی آپنے پوچھا

لہ کھانے کی خود حاجت مند ہیں اور آپ نہیں کھاتے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں کہ ہم تمکو خدا کے لئے کھلاتے ہیں تم سے بدلہ یا شکر گذاری درکار نہیں ۱۲

هل علی صاحبکم دین قالوا نعم قال هل ترک من وفاء قالوا لا۔ قال فصلوا علی صاحبکم۔ قال علی بن ابی طالب علیّ دینہ یارسول اللہ فتقدم فصلی علیہ۔ اس صورت میں ایک مرا ہوا مسلمان نماز پیغمبر کی برکت سے محروم رہا جاتا تھا۔ حضرت علیؓ نے اسکا جان زندہ کیا گیا اور اسکا سارا قرضہ اپنے اوپر اوٹ لیا۔ تو وہ زندہ مسلمانوں کی ایذا کو کیوں برداشت کرنے لگے تھے۔ سیر کی کتابوں میں یہ بھی نظر سے گذرا ہے کہ حضرت علیؓ کے اپنے عزیز۔ یہاں تک کہ اون کے بھائی عقیل ان سے ناخوش رہتے تھے اسلئے کہ حضرت علیؓ ان کے دینے میں مضایقہ کرتے تھے۔

ایسا ہی معاملہ حضرت عمرؓ کو بھی پیش آیا تھا کہ اسامہ بن زید کو زیادہ ملا۔ تو عبداللہ بن عمر نے باپ سے گلہ کیا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ تم اور اسامہ برابر نہیں ہو سکتے۔ مجھکو معلوم ہے کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ کے باپ کو تمہارے باپ سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔ حقیقت میں ان لوگوں کے کچھ عجیب حالات ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے سولہ دینار حج میں صرف کئے اور بیٹے سے کہا کہ ہمنے بیت المال کا روپیہ زیادہ اوڑھایا۔ حضرت عمر کی خلافت اور سولہ دینار کا خرچ۔ اور اوسپر افسوس۔

حضرت ابوبکرؓ کے باب میں تو پیغمبر صاحب پکار کے فرماتے تھے کہ جسقدر ان کا روپیہ میرے کام میں آیا ہے اور کسی کا نہیں آیا ما لاحد عندنا من ید الا وقد کافیناہ ما خلا ابی بکر فان لہ عندنا یدا یکافیہ اللہ بہا یوم القیمۃ وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ ایکبار پیغمبر صاحب کو روپیے کی ضرورت تھی

سلہ پوچھا کہ اس شخص کو کسی کا کچھ دینا ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ پوچھا کہ اداے قرض کے لئے بھی کچھ چھوڑ مرا۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو تم اسکے جنازے کی نماز پڑھو تو حضرت علی نے کہا یارسول اللہ اسکا قرض میرے ذمے۔ تب آپ نے نماز جنازہ پڑھائی ۱۲

سلہ جس کسی کا ہمپر کچھ احسان تھا ہم سب کا بدلا اوتار چکے مگر ابوبکر کا ہمپر ایسا احسان ہے کہ اوسکا عوض قیامت میں اون کو خدا کے یہاں سے ملیگا اور مجھ کو کسی کے مال نے ایسا نفع نہیں دیا۔ جیسا ابوبکر کے مال نے ۱۲

یعنی وہی مسلمانوں کے عام فائدے کے لئے - کیونکہ ان کے ہاں ذاتی ضرورت سے تو کچھ بحث ہی نہ تھی - خیر تو پیغمبر صاحب نے صحابہ کو جمع کر کے وعظ فرمایا - حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے تو اپنا آدھا مال لا حاضر کیا اور پیغمبر صاحب سے کہہ بھی دیا اور دل میں سمجھا کہ آج حضرت ابو بکر سے میں ضرور بازی لے جاؤنگا - دینگے تو وہ بھی ضرور - مگر شاید آدھا نہ دے سکیں - اتنے میں حضرت ابو بکر بھی اپنا چندہ لئے ہوئے آپہونچے - پیغمبر صاحب نے مجھ سے بھی پوچھا تھا ما ابقیت لاهلك[1] تو میں نے عرض کر دیا تھا مثلہ[2] حضرت ابو بکر سے پوچھا - تو انہوں نے کہا ابقیت لهم الله ورسوله[3] اسکے بعد سے ابو بکرؓ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ بند اور تکموں کی جگہ کانٹے اور تنکے لگائے پھرتے ہیں اور اسی سے لوگ اُن کو ذو الخلال کہنے لگے تھے - اگر کسی کو چندہ کی مقدار پر گھمنڈ ہو تو ان بزرگوں میں مقدور والے خدا کے فضل سے اسمیں بھی کسی سے ہیٹے نہ تھے السابقون عبد الرحمن بن عوف غزوہ تبوک میں نہ جا سکے اسکے کفارے میں ستر ہزار دینار خدا کی راہ میں صرف کئے - ایک بار پانسو اونٹ اور پانسو گھوڑے خیرات کر دیئے - یہ حضرت عشرہ مبشرہ میں سے ہیں - اس بشارت کی خوشی میں قافلے کا قافلہ جو شام سے ان کا مال تجارت لا رہا تھا سب خیرات کر دیا حکیم بن حزام نے سو غلام عرفے کے دن آزاد کئے - جن کے گلے میں چاندی کے طوق تھے اور طوق پر کندہ تھا عتقاء الله[4] - ساٹھ ہزار کو معاویہ کے ہاتھ بیچنے کا مکان جیسا کہ سارا زر ثمن خیرات کیا - کمال تو ابو طلحہ انصاری نے کیا کہ پیغمبر صاحب پاس کوئی سائل آیا - حضرت نے پہلے ازواج طاہرات سے کہلا بھیجا کہ کچھ ہو تو دو - سب سے جواب صاف ملا - آخر پیغمبر صاحب نے حاضرین سے فرمایا - کیوں بھائی تم میں سے کسی کو ہمت ہے کہ اس غریب کو ایک رات مہمان رکھے - ابو طلحہ بولے حضرت اسے میرے ساتھ کر دیجئے

---

[1] تم نے اپنے اہل و عیال کے لئے کتنا باقی رکھا ۱۲

[2] جتنا حاضر لایا ہوں اتنی ہی قدر اہل و عیال کے لئے چھوڑ آیا ہوں ۱۲

[3] میں نے اللہ رسول کے سوا اہل و عیال کے لئے کچھ نہیں چھوڑا ۱۲

[4] خدا کی راہ میں آزاد کئے ہوئے ۱۲

مہمان کو لوٹ گئے۔ گھر پہونچکر معلوم ہوا کہ وہاں بھی صفایا ہے۔ اور کچھ ہی بھی تو اتنا کہ بچوں کا پوٹ پورا ہو۔ آخر اس کے سوا اور کچھ نہ کرتے بن پڑا کہ بی بی سے کہا کہ بچوں کو تو کسی طرح بہلا پھسلا کر سویرے سے سُلا دو۔ کھانے کا وقت آئے تو کسی حیلے سے چراغ گل کر دینا۔ میں خالی موںہہ چلاتا رہوں گا۔ مہمان کا پیٹ بھر جائیگا۔ ایسا ہی ہوا اسی واقعہ کو مفسرین نے آیت ویؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ[1] کا شان نزول بتایا ہے۔ ابتک ہمنے شخصی مثالیں بیان کی ہیں۔ یہی حال تھا گروہ کا گروہ سے اور قوم کا قوم سے۔ مثلاً جب مہاجرین مدینہ میں آرہے تو انصار نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت ہمارے بھائی مہاجر محض بے سروسامان ہیں۔ آپ ہمارے اموال میں اون کا برابر کا حصہ لگا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا تمہارا یہی احسان بہت ہے کہ تم ہمے کام نہیں لیتے اور خرچ سے ہماری مدد کرتے ہو۔ پھر جب بنی نضیر کی غنیمت اٹھ لگی تو پیغمبر صاحب کو انصار کی وہ بات یاد تھی۔ آپ نے انصار سے کہا کہ اب کہو تو غنیمت میں تمہارا حصہ لگا کر مہاجرین کو تمہارے اموال میں بھی شریک کر دوں۔ یا غنیمت صرف مہاجرین کے لئے رہنے دو کہ ان کو ضرورت ہے۔ تمام انصار نے ایک زبان ہوکر عرض کیا کہ غنیمت صرف مہاجرین کو دیجئے۔ ہمکو اسکی خواہش نہیں اور اپنے مال میں مہاجرین کے شریک کرنے سے ہم پہلے بھی راضی تھے اب بھی راضی ہیں۔

پھر حنین کی لڑائی کے جو فتح مکہ کے تھوڑے ہی دنوں پیچھے ہوئی۔ جب ہوازن اور ثقیف کی لوٹ تقسیم ہونے لگی۔ تو حضرت نے قریش کو خوب ہی کھولکر دیا۔ بعض انصار کے موںہہ سے یہ بات نکلی کہ ہنوز ہماری تلواروں سے قریش کے خون پڑے ٹپک رہے ہیں اور ان ہی کو بہت دیا جاتا ہے۔ حضرت کو خبر پہونچی تو آپ نے انصار کو جمع کر کے فرمایا کہ مینے ایسا اور ایسا سُنا ہے۔ سو تمکو معلوم ہے کہ میں مصلحت وقت سمجھ کر بعض اوقات نااہل کو بھی دیتا ہوں۔ کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ لوگوں کو مال ملے اور تمکو خدا اور خدا کا رسول۔ انصار نے عرض کیا کہ ہم میں سے بعض نوجوان آدمیوں کے موںہہ سے

[1] اپنے تیئں حاجت ہی کیوں نہوں دوسروں کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں ۱۲

ایسی بیجا بات نکلی تو بہی مگر ہم میں سے جو صاحب الرائے ہیں اون کو مطلق شکایت نہیں اور ہم خدا اور خدا کے رسول سے راضی ہیں - ہمکو مال و دولت کچھ درکار نہیں - ہم اسی کو بڑی دولت سمجھتے ہیں کہ آپ کے قدم ہمارے سروں پر ہیں - ان چند باتوں سے جو میں نے بیان کیں ظاہر ہو گیا ہوگا کہ قرون اولیٰ کے مسلمان کس رنگ سے اسلام اور مسلمانوں کی خیرخواہی کرتے تھے - ہم میں بھی خیرخواہان دین ہیں - خیرخواہان قوم ہیں - اور یہ عمارت یہ کارخانہ جسمیں ہم لوگ اسوقت موجود ہیں اس خیرخواہی کا ثبوت مرئی ہے - لیکن گفتگو اس میں ہے کہ آیا یہ خیرخواہی اور اس رنگ کی خیرخواہی مسلمانوں کی ضرورت کو کافی ہے یا نہیں - میرا کہنا یہی ہے کہ ہرگز کافی نہیں - اب تو جان جوکھوں کا کچھ بھی کام نہیں - صرف روپے کا خرچ ہے - سو اسطرح پیسہ پیسہ کر خرچ کرنے سے نہ اب تک کچھ ہوا اور نہ آئندہ کچھ ہو سکے گا - کرنا ہے تو پورا کام کرو - ادھورا کام ہوا نہ ہوا برابر - عربی - فارسی میں تو کچھ اشارہ نہیں - ایک چبھتا ہوا مثل انگریزی کا ہے سو انگریزی شاعر کہتا ہے [۱]

آل دیٹ یو ڈو - ڈو - وِتھ یور مائٹ

تھنگز ڈن بائی ہاف آر نیور ڈن رائٹ

ذرا سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں مسلمانوں کو کوئی حکم دیا گیا - ہر زمانے کے مسلمان مکلف اور مخاطب ہیں یا صرف وہی لوگ جو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمعصر تھے - اگر احکام الٰہی اسی زمانے کے لوگوں کے ساتھ مخصوص ہوں تو ہم چھوٹے - مگر میں نے تو کسی نیچری مسلمان کو بھی یہ کہتے نہیں سنا - سب باتیں وہی ہیں - کسی طرح سرمو فرق نہیں - اور ہونا ممکن بھی نہیں - وہی خدا ہے - وہی قرآن ہے - وہی احکام ہیں - وہی اون کا عموم ہے - ہاں ایک بات کا فرق ضرور ہے کہ ویسے مسلمان نہیں - اونہوں نے اسلام کو دیکھا ضعیف - محتاج امداد - محتاج حمایت - اور جان و مال کو اسکی مدد کو لیکر پڑے آپ فاقے کئے اور دوسروں کے پیٹ بھرے - ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا ؟ کسی نے نہیں - کبھی نہیں - بھوکے بچوں کو تھپک تھپک کر سلایا اور مہمان کو

---

[۱] جو کچھ کرنا ہے بھر مقدور کرو - ادھورے کام کبھی ٹھیک نہیں ہوتے - ۱۲

کھلایا - ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا ؟ کسی نے نہیں - کبھی نہیں - مسلمان وقت پر کر پیوند لگاتے - موٹا جھوٹا پہنا تاکہ جو کوڑی بچے - دوسرے مسلمانوں کے کام آتے - ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا ؟ کسی نے نہیں - کبھی نہیں - کسی نے آدھا اور کسی نے سارا مال ایک دم سے خدا کی راہ میں دے دیا - ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا ؟ کسی نے نہیں - کبھی نہیں - بے سروسامان بھائیوں کی مدد جو کی سو کی - اون کو آدھا دل بانٹ دینے کے لئے اصرار کرتے رہے - ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا ؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں -

حضرت کے چچا حمزہ بن مطلب اور مصعب بن عمر کو پورا کفن تک نہ ملا - یہاں تک کہ چادر موںہہ پر ڈھانک کر پیروں پر گھاس ڈالدی گئی - اور یہ اون مصعب کا مذکور ہے - جنکی نسبت خبیر صاحب نے فرمایا کہ میں نے دو دو سو درہم کا حلہ پہنے اپنی آنکھ سے اونکو دیکھا ہے ہم میں سے بھی کبھی کسی نے کسی مسلمان کو اس بے سامانی کے ساتھ دفن ہوتے دیکھا ؟ کسی نے نہیں - کبھی نہیں - حضرت ابوبکر کی طرح تنکے اور کانٹے لگانا تو اون ہی کا کام تھا - ہم میں سے کسی نے چینی کے بٹنوں پر بھی کبھی قناعت کی ہے ؟ کسی نے نہیں - کبھی نہیں - خلاصہ یہ کہ ہم میں سے بھی کبھی کسی نے عام مسلمانوں کو اپنے نفس اور اہل و عیال اور عزیزوں پر ترجیح دی ہے جس کا دوسرا نام ایثار ہے ؟ کسی نے نہیں - کبھی نہیں - قطعہ

خسرو سے خواستگاری شیریں میں کوہکن | بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس موںہہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشقباز | اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

شاعر نے تو کہا ہے ع

"اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا"

اور میں کہتا ہوں ع

"اے روسیاہ تجھ سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا"

بس یا تو اپنا استثنا دکھاؤ یا اسلام - اور خیرخواہی اسلام کے دعوے سے ہاتھ اٹھاؤ - یا

گذشتہ را صلوات - خیر جو ہو گیا سو ہو گیا - اب اسکی تلافی کرو - سید احمد خان تو ہمیرے لکچر کے سننے والوں میں نہ ہوتے تو بہتر تھا - مجھکو چار و ناچار اون کا تذکرہ کرنا پڑتا ہے - اور ان کے برو انکی مدح کرنا خود مجھکو ناگوار ہوتا ہے - ان کو مجھسے بھی زیادہ ناگوار ہوتا ہوگا - مگر میرے اختیار کی بات نہیں - ایک شخص کو دیکھتا ہوں اور صرف میں دیکھتا ہوں - بلکہ سارا زمانہ دیکھ رہا ہے کہ مسلمانوں کے پیچھے اپنی جان کھپائے چلا جاتا ہے - کیونکر ممکن ہے کہ مسلمانوں پر لکچر دوں - اور سید احمد خان کا نام نہ لوں - بس ایک اس شخص کی دلسوزی تو اگلے لوگوں کی دلسوزی سے الگ بھگ معلوم ہوتی ہے - باقی یوں کہنے کو تو ہم سب مسلمان ہیں سبھی اسلام کے خیر خواہ ہیں - اور اپنے مقدور کے موافق سبھی کرتے ہونگے ع

اے ذوق کسکو چشم حقارت سے دیکھئے
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

سید احمد خان کے ظاہر حال سے دھوکا ہو سکتا ہے کہ اونچے درجے کے انگریزوں کی طرح ہندو بو کرتے ہیں - گو رفروں کو مہمان رکھتے ہیں - ان کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہیں - تو بہ توبہ زبان آخر تو چمڑے کی ہے - اسوقت کیا بہکی ہے - ہم پیالہ نہیں صرف ہم نوالہ - ایک بدگمان آدمی کو یہ کہدینا - اور نہ صرف کہدینا - بلکہ اون لوگوں کو جو حقیقت الحال سے آگاہ نہیں - یقین کرا دینا کیا مشکل ہے کہ انکی ساری خیر خواہی اسی میں منحصر ہے - کہ لوگوں کی جیبیں ٹٹولتے پھرتے ہیں اور اسکا کریڈٹ آپ لیتے ہیں - حلوائی کی دکان پر دادا جی کا فاتحہ - لیکن جسکے دل میں ایسا واہمہ گذرے اوسکو اس بات پر بھی نظر کرنی چاہئے کہ سید کو چار و ناچار فیلبانوں کے ساتھ دوستی رکھنی پڑتی ہے - اور وہ بڑی پھاٹک کے بدون بجھ نہیں سکتی ع

یا مکن با پیلبانان دوستی
یا بنا کن خانہ بر بالائے پیل

اگرچہ انگریزوں کی طرح کی ہائی لائف (اونچی شاندار زندگی) نہ رکھیں - تو کوئی اعلیٰ درجے کا

انگریزیا نے ملے ورپہ کا نیٹو (ہندوستانی) جن بیچاروں سے ؏
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

انگریزی عملداری سے انتہائی فائدہ اٹھایا ہے - کہ انگلش مین (اوضاع انگریزی) کا مونہہ چڑانے لگے ہیں - ایسے لوگوں میں سے کوئی انکی طرف رخ کرے - یہ رخ کرنا کیا اپنی اسپیشل ٹرینوں کے علیگڈہ اسٹیشن میں ٹھہرنے کے بھی تو روادار نہوں - اور ایسی موٹی اسامیاں دام میں نہ آئیں تو چندے کی بھاری بھاری رقمیں کن سے ہاتھ لگیں - یہ ہے رکم - سرسید کی فوق البھڑک زندگی کی - اگر اوسکو فوق البھڑک کہنا درست ہو - مجھکو حقیقت میں معلوم نہیں کہ سید احمد خان نے اپنی جیب خاص سے کیا خرچ کیا - لیکن چونکہ ان کا عداد اغنیا میں نہیں ہے ان کی قومی ہمدردی کا اندازہ چندے کی مقدار سے کرنا بے انصافی ہے - جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی چندے کی ضرورت ہوئی تو مقدرت والوں نے ونیا۔ ودرم کی تھیلیاں لاکر اولٹ دیں - ایک بے مقدور صحابی تھے انکا دست رس یہیں تک تھا کہ چند مٹھی کھجوریں جو اون کو میسر آئیں لا حاضر کیں - لیکن ان لوگوں نے جو دل سے نہیں بلکہ چندے کی مقدار سے دلی ہمدردی کی جانچ کرتے تھے ہنسی اوڑائی - اللہ میاں کو ان کی ہنسی نکلوڑی لگی کہ بڑے غصے کی ایک آیت نازل ہوئی[1] الذین یلمزون المطوعین من المومنین فی الصدقات والذین لا یجدون الا جہدھم فیسخرون منھم سخر اللہ منھم ولھم عذاب الیم - پس سید احمد خان کی قومی ہمدردی کا موازنہ کرنا چاہئے اس سے کہ اونہوں نے اپنے جسم اور دل اور دماغ اور آرام کو جسکے اس عمر میں سبھی سخت حاجتمند ہو کرتے ہیں اور یہ بھی ہیں قوم کے نذر کر دیا - کیا مال ان چیزوں سے بھی زیادہ عزیز ہو سکتا ہے - پس ضرور بقدر دسترس اوسکے خرچ کرنے میں بھی اونہوں نے دریغ نہیں کیا ہوگا - اونہوں نے دلسوز وفادار - اور نمک حلال غلاموں کی طرح قوم کی چند در چند خدمتیں کیں - میں یہاں تک بھی

[1] خیرات کرنیوالے مسلمان جنکو اپنی محنت کی کمائی سے زیادہ کا مقدور نہیں جو لوگ ایسے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن وتمسخر کریں اللہ ان کے ساتھ تمسخر کرتا ہے اور اونکو دکھ کی مار ہے ۱۲

ان کی بہت قدر نہیں کرتا - جس چیز کی سب سے زیادہ وقعت میرے ذہن میں ہے یہ ہے کہ قوم منت پذیر نہیں ہوئی (افسوس) اور یہ شخص ویسی خوشدلی اور ویسی سرگرمی کے ساتھ اپنے کام میں لگا ہوا ہے -

آج سرسید کی یہ وقعت کا ہندوستان میں ایسا سکہ بیٹھا ہوا ہے کہ انگریزی سرکار میں گنجایش نہیں تو ہندوستانی سرکاروں میں ہزاروں کی نوکری انکی جوتیوں سے لگی پڑی تھی - مگر اونہوں نے اپنی ذہن کے آگے ان باتوں کا خیال بھی نہ کیا ہوگا - یہ وہ خیر خواہیاں ہیں کہ روپیہ تو ایک بے حقیقت سی چیز ہے جواہرات بھی انکا مول نہیں ہوسکتی - سرسید میں ہم اسبات کا ثبوت پاتے ہیں کہ جس چیز کی مسلمانوں کو ضرورت ہے وہ سچی ہمدردی ہے مقدور ہو نہ ہو - ہمکو دینے والے درکار نہیں بلکہ درکار ہیں لینے والے - لینے والے ہوں گے تو وہ دینے والے آپ پیدا کرلیں گے - جن لوگوں نے علیگڈہ کالج میں چندہ دیا اون کا دینا ایک حسنہ ہے - اور سید احمد خان کہیں داعی الی الخیر ہوئے کہیں دال علی الخیر کہیں قائد الی الخیر کہیں سائق الی الخیر پس اون کے یہ مزید حسنات ہیں - اور سرسید مسلمانوں کے لئے خیر محض - اسلام کو جو ترقی ہوئی تھی - وہ بھی مفلس ہی مسلمانوں کی کوشش سے ہوئی تھی - پس جسکو خدا توفیق دے اور اوس کے دل میں مسلمانوں کی امداد کا داعیہ پیدا ہو چاہیئے کہ متوکلاً علی اللہ اوٹھ کھڑا ہو اور سر و سامان کی طرف سے ذرا بھی پس و پیش نہ کرے - ارادہ ہی کافی سامان ہے - بشرطیکہ پکا ہو کیا خوب کہا ہے صمّم العزم فی المہمات جداً - قل ما خاب صادق العزمات[۱]

ایک بات میرے دل میں دیر سے کھٹک رہی ہے - اور میں اوسکو ٹالتا چلا جاتا ہوں - مگر کب تک - ؟ اور اوسکو لکھا رکھوں تو کس دن کے لئے - وہ یہ کہ قرآن میں جگہ جگہ جہاد کی ترجیح ہے - تاکید ہے - مجاہدین کے لئے بشارتیں ہیں مواعید ہیں اور اوسکو افضل الاعمال فرمایا ہے - آیا جہاد سے وہ لڑائی مراد ہے جسمیں خون نکلتا ہے جس میں سر پھوٹتے ہیں - اور ہڈیاں ٹوٹتی ہیں - اور سند ہے کہ آدمی بھی مارا جاتا ہے تو اسکے افضل الاعمال

[۱] مشکل باتوں کا عزم کرو تو تصمیم کے ساتھ کرو سچے ارادے کا آدمی کمتر ناکام رہتا ہے ۱۲

ہونے میں کیا شک ہے۔ مگر اس صورت میں وہ فرض موقت ہوگا۔ یعنی اسکی ضرورت واقع ہوگی فی وقتٍ دون وقت لیکن الفاظ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز روزے کی طرح جہاد بھی حکم مستمر اور متجدد ہے اور ایک حدیث اس طرح کی بھی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ[1] رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر اور مسلم ہے کہ جہاد اکبر سے مراد تزکیہ نفوس ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جہاد کا اطلاق صرف لڑائی بھڑائی اور مار کٹائی پر نہیں۔ بلکہ ہر عمل خیر جسمیں جہد و مشقت ہو داخل جہاد ہے۔ ہم اپنے محاورے میں ہاتھ دھوکر ایک کام کے پیچھے پڑنے کو جان کا لڑا دینا بولتے ہیں۔ پس اگر مثلاً یجاھدون فی سبیل اللہ بانفسھم کا ترجمہ کیا جائے کہ خدا کی راہ میں اپنی جانیں لڑا دیتے ہیں تو میرے نزدیک زیادہ رو بہ صحت ہوگا۔ بیشک ایک وہ وقت تھا کہ جہاد فی سبیل اللہ منحصر اور متعین تھا لڑائی میں لیکن اب مسلمانوں کی بہتری اسی میں ہے کہ اہل یورپ کے علوم کو تکمیل کے ساتھ حاصل کریں۔ اور ہمارے زمانے کا جہاد یہی ہے کہ جس طرح بن پڑے مسلمانوں کو تعلیم دی جائے میں جانتا ہوں کہ آجکل کے مولوی اس تفسیر کو سنکر کان کھڑے کریں گے۔ مگر میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ نہ خوف سے اور نہ خوشامد سے بلکہ دیانت سے میں انگریزی عملداری کو خاصکر مسلمانوں کے حق میں بڑا ہی احسان الٰہی سمجھتا ہوں۔ مسلمانوں کو اپنی عملداری میں بھی وہ امن اور آزادی نصیب نہیں جو ہم مسلمانان ہند کو امپریس وکٹوریا کے ظل حمایت میں ہے۔

چونکہ لوگ اسلام کے معتقد نہیں اکثر ناواقفیت سے اور بعض ضد سے اسلام پر تہمتیں لگاتے ہیں۔ مگر غدر اور بدعہدی کی اسلام میں اس سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے کہ کوئی جھوٹوں بھی ایسا الزام نہیں لگا سکتا۔ خدا (مسلمانوں کا خدا) کیسے صاف لفظوں میں پکار رہا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود۔ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا۔[2]

---

[1] ہم چھوٹے جہاد سے فارغ کر بڑے جہاد کی طرف متوجہ ہوئے ۱۲ [2] اے ایمان والو عہد و پیمان کو پورا کرو۔ جب عہد کریں تو اپنے عہد کو پورا کرنیوالے۔ عہد کو پورا کرو کیونکہ اسکی پرسش ہونیوالی ہے۔ امن کے بعد زمین میں فساد مت پھیلاؤ ۱۲

اوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا۔ لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا
خیرہ تو لکھنے اور کہنے کے احکام ہیں۔ اب دیکھو اون کی تعمیل۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے حسب تقاضائے مصلحت وقت حدیبیہ کی صلح دب کر کی تھی۔ اوسمیں
شرط یہ ٹھہری تھی کہ دوران صلح اگر مکے والوں میں کا کوئی شخص بھاگ کر پیغمبر صاحب صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلا جائے تو پیغمبر صاحب اوسکو واپس کردیں اور اگر پیغمبر صاحب
کا آدمی بھاگ کر مکے والوں میں جا ملے تو خیر۔ صلحنامہ پر دستخط ہو ہی رہے تھے کہ اتنے میں
سہیل کا بیٹا ابو جندل جسکو باپ نے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا
گرتا پڑتا پیغمبر صاحب پاس حاضر ہوا۔ اوسکو دیکھکر صحابہ کے تیور بدلے۔ اور پیغمبر صاحب
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ٹال تو بتیرا ہی ہوا مگر صلح کر چکے تھے صاف کہدیا کہ بھائی جا۔
صبر کر۔ میں تو بدعہدی نہیں کرونگا۔

اسی طرح سے ابو بصیر مکہ سے بھاگ کر مدینہ میں آئے۔ جوں ہی پیغمبر صاحب نے انکو دیکھا
فرمایا۔ ویل امہ مسعر حرب اور بے تامل انکو اون دو آدمیوں کے حوالہ کردیا۔ جو انکو
پکڑنے آئے تھے ایک بڑی ہی عمدہ حدیث ہے کہ پیغمبر صاحب نے اپنے وقت کے
سلاطین کو دعوت اسلام کے خط لکھے۔ ایک خط روم کے ہرقل کے نام بھی تھا وہ جو اوسکو
ملا تو اوسنے دریافت کیا کہ دیکھو مکے کے لوگ تجارت کے لئے اکثر آیا کرتے ہیں اگر ہوں
تو اون کو حاضر کرو۔ چنانچہ سارے قافلے کو ہرقل پاس لے گئے اون میں ابو سفیان بھی تھے
جو اوسوقت تک پیغمبر صاحب کے بڑے مخالف تھے۔ ہرقل نے ان لوگوں سے پیغمبر صاحب کے
جزو کل حالات پوچھے۔ اون میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ اس شخص نے یعنی پیغمبر
صاحب نے کبھی بدعہدی بھی کی ہے۔ ابو سفیان کہتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کی مخالفت کی
وجہ سے کئی بار میرے دل میں آیا کہ جھوٹ کہہ دوں۔ مگر ساتھ والوں کے ڈر سے نہ کہہ
سکا۔ جب ہرقل نے پوچھا کہ کبھی بدعہدی بھی کی ہے تو آخر میں اتنی بات کہہ ہی گذرا کہ ابتک
تو نہیں کی۔ آگے کی خبر نہیں۔

ﮯ اسکا بڑا ہو لڑائی کی آگ بھڑکانے والا آیا ۱۲

پیغمبر صاحب کو تو عہد کے نباہ کا یہاں تک خیال تھا کہ ایک خطبے میں آپ نے فرمایا اوفوا[1] بحلف الجاھلیۃ فانہ یعنی الاسلام لایزیدہ الاشدۃ معاویہ نے اہل روم سے معاوضی صلح کی۔ جب میعاد قریب الانقضا ہوئی تو اونہوں نے اس ارادے سے سرحد کی طرف کو کوچ کرنے شروع کر دیئے کہ میعاد گذرتے ہی حملہ کر دیں۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار چلا آتا آرہا ہے [2] اللّٰہ اکبر اللہ اکبر وفاء لاغدرۃ دیکھا تو عمرو بن عنبہ صحابی تھے۔ معاویہ نے حال پوچھا تو اونہوں نے کہا [3] سمعت رسول اللہ یقول من کان بینہ و بین قوم عھد فلا یحلن عھد اولا یشدنہ حتی یمضی امدہ او ینبذ الیھم علی سواء۔ یہ سنتے ہی معاویہ اولٹے لوٹ پڑے

مہاجرین اولین نے جب نجاشی کے پاس جا کر پناہ لی تو وہاں نجاشی کو ایک لڑائی پیش آگئی۔ مسلمان تو گھبرائے کہ یہاں بھی ہماری تقدیر سے تم نے پیچھا نچھوڑا ع

بھر زمین کہ رسیدیم آسمان پیداست

کمریں باندھ باندھ نجاشی کے ساتھ ہو لئے اور اوسکی فتح کے لئے دعائیں مانگنے لگے۔ سو الگ ایسے احکام اور ایسی مثالوں کے ہوتے ہوئے [4] ہول برٹش انڈیا میں کبھی کوئی مسلمان اوس جہاد کا خیال کر ہی نہیں سکتا۔ جسکے معنے ہیں دشمنی اور مخالفت کی لڑائی۔ ایسی لڑائی اس عملداری میں کسی بھلے آدمی کا شیوہ نہیں اور نہ اسکو عقل جائز رکھے اور نہ مذہب۔ مگر ہاں۔ (کوئی پولیس کا آدمی تو ادھر اودھر نہیں لگا ہے) گورنمنٹ سے تو نہیں۔ اہل یورپ کے ساتھ علمی مورچہ لینے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔ کمبخت مسلمان ہمت ہی نہیں کرتے۔

---

[1] زمان جاہلیت کے عہد و پیمان کو نباہو کیونکہ اسلام کی وجہ سے اوسکو اور قوت ہوگئی ہے ۱۲

[2] اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے عہد کا نباہ چاہئے نہ بدعہدی ۱۲

[3] میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے ہوئے سُنا کہ اگر کوئی شخص کسی قوم کے ساتھ عہد و پیمان رکھتا ہو تو اوسمیں تا انقضاے مدت کمی بیشی نکرے یا اون کے ساتھ معاملہ برابر داشت کرے ۱۲

[4] تمام ہندوستان ۱۲

میں نے مضمون ایسا وسیع اختیار کیا کہ اگر میں وعظ کہتا ہوتا تو زیادہ نہیں تاہم ایک برس تو خاصا گھسیٹ لیجاتا میرا دماغ نہیں تھکا۔ آواز نہیں تھکی۔ مگر کھڑے کھڑے ٹانگیں تھک گئی ہیں۔ اور مستمعین بھی ملول ہوگئے ہونگے۔ میں مسلمانوں کے مورلز پر کچھ ریمارکس کرنیکو تھا مگر وہ بھی دیر طلب کام ہے۔ تو میں اپنے لکچر کو ختم کئے دیتا ہوں۔ مگر چلتے چلتے ایک آیت تو اور سنو۔ اسکا ایک ایک حرف ہم پر منطبق ہے گویا ہم ہی اسکے شان نزول ہیں [1] ھا انتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ واللہ الغنی وانتم الفقراء۔ وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم

اس آیت میں دو باتیں "سیر بیں توشہ" لینے کی ہیں ایک تو یہ ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ یعنی جو کوئی بخل کرے تو یہ نہ سمجھے کہ دوسرے محروم رہے نہیں وہ خود محروم رہا۔ کیونکہ جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرتا اوسکا فائدہ اوسی کو پہونچتا۔ اس سے ہماری عام غلطی کی اصلاح ہوتی ہے کہ لوگ خدا کی راہ میں دینے اور لینے والے یا دلوانے والے پر احسان رکھتے اور نہیں سمجھتے کہ خدا کی راہ میں دینا عین اپنے تئیں دینا ہے۔ دوسری دھمکی ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم خدا اور اوسکی عظمت اور شان اور قدرت کو جاننے پہچاننے والے کے دل پر ویسا ہی اثر کریگی جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے [2] لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ مگر ویسے دل میں نہ ویسا ایمان ہے ؎

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

ایک دل زرارہ بن اوفی تابعی قاضی بصرہ کا تھا کہ نماز میں [3] فاذا نقر فی الناقور پڑھا بے اختیار

---

[1] دیکھو تم ہی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلائے جاتے ہو۔ تو کوئی کوئی تم میں سے بخل کرتا ہے اور جو بخل کرتا ہے تو وہ اپنے حق میں بخل کرتا ہے۔ اور اللہ بے نیاز ہے اور تم حاجتمند ہو اور اگر نہ مانوگے تو تمہارے بدلے دوسرے لوگ لے آئیگا تو وہ تم جیسے ہونے کے بھی نہیں ۱۲

[2] اگر یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کیا ہوتا تو وہ خدا کے خوف سے جھک گیا ہوتا پھٹ گیا ہوتا ۱۲

[3] جب پھونکا جائے صور ۱۲

چیخ نکلے اور چیخ کے ساتھ روح پرواز کر گئی اب فاذا نقر فی الناقور کے معنی کون سمجھتا ہے
اور سمجھتا تو اوسکا یقین کون کرتا۔ سمجھنے والے تو ان فکروں میں پڑے ہوئے ہیں کہ عرصۂ محشر
ہوا کوئی فوج کا پڑاؤ ہوا۔ پس نا قوت سے ایسکے اصلی معنی مراد ہو نہیں سکتے۔ اسد میاں بھی کہتے ہونگے
کہ عجب کٹھ حجّت بندوں سے معاملہ پڑا ہے۔ کمبختوں نے قرآن کو ابن حاجب کا کافیہ بنا دیا ہے
کہ لفظ موہنہ سے نکلا اور اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی۔ اس طرح کے شبہات کا دل میں خطور
کتنا بڑے خطر کی بات ہے۔ یہ نشان ہے اسبات کا کہ طبیعت دین کی باتوں کے قبول کرنے
سے ابا کرتی ہے فمن یرد الله ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان[1]
یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء (لکچرار نے کالج کے لڑکوں کی
طرف نظر کی جو ہال کے دونوں طرف اونچی گیلری پر جمع تھے اور خوب قہقہہ اوڑا) بیشک
انسان کو جتنی قوتیں جسمانی اور دماغی دی گئی ہیں کسی مصلحت سے دی گئی ہیں۔ ان میں سے
کسی قوت کا مہمل اور معطل رکھنا داخل رہبانیت ہے ولا رھبانیة فی الاسلام مگر اعتدال
شرط ہے۔ ضرور عقل بھی ایک قوت ہے اور بڑی بکار آمد قوت ہے مگر اسکی رسائی کی بھی ایک حد
ہے اسکو اسکی حد سے باہر لیجانا گمراہی ہے اور یہی وہ عیب ہے جس سے نیچری طبیعت کا آدمی محفوظ
نہیں رہ سکتا۔ جتنا علم اسوقت دنیا میں ہے از منۂ ماضیہ کے علوم سے کتنا ہی زیادہ کیوں نہو
پھر بھی قاصر و محدود ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا[2] تو جو شخص دین کی ہر ایک بات کو اپنی
عقل کی گرفت میں لانیکی کوشش کرتا ہو وہ اوس کھٹکے ٹٹ پونجیئے پنساری سے زیادہ آئینٹ نہیں
ہو سکتا جو اپنی کوٹھی سے ساری قرابا دین کی دوائیں مہیا کر دینے کا ادعا کرے۔
اگر عقل انسانی میں اتنی وسعت ہوتی کہ وہ تمام اسرار حکمت الٰہی پر حاوی ہو اور اون باتوں میں جو
بعد مرگ پیش آنیوالی ہیں رائے زنی کر سکتی تو دین کا سلسلہ ہی درہم برہم ہوجاتا اور وہی
عقل لوگوں کی ہدایت کو کفایت کرتی تحقیقات کا جو طریقہ ہمارے نوجوان انگریزی خوان سائنٹفک

[1] جسکو خدا ہدایت دینی چاہتا ہے اسلام کے لئے اوسکو سینے کو کھولدیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اوسکے
سینہ کو تنگ رکا ہوا کر دیتا ہے جیسے اوسکو کوئی آسمان میں لئے چلا جارہا ہو ۱۲

[2] علم تو تمکو دیا گیا ہے کم ہی سا ۱۲

عامرا اعلی (لکچرار نے کالج کے طلبہ کی طرف پیٹھ پھرا کر دیکھا) پسند کرتے ہیں اسکا ایک پہلو بہت ہی زبون ہے - کہ جب ہم ہر ایک مسئلے کو عقل کی روشنی سے دیکھیں اور کسی بات میں قصور فہم کا اعتراف نہ کریں اور جو امر اپنی سمجھ سے بالاتر پائیں اوسے جھٹلائیں[1] بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ یا اوسکی تاویل کے درپے ہوں تو حقیقت میں ہم مخبر صادق پر ایمان نہیں لاتے بلکہ ایمان لاتے ہیں اپنی عقل پر اور بس - یہ بیان منجر ہوتا ہے ایک بہت بڑی بحث کی طرف جسکے لئے وقت مساعد نہیں - بات یہ ہے کہ میری مت کسی سے نہیں ملتی - نہ اولڈ سکول (پرانے خیالات) والوں کی طرح میں ذرا ایک ویوز (کوتاہ نظر) رکھتا ہوں نہ نیچریوں کی سی بلند پروازی - جب سر سید نے مجھکو لکھا کہ تجھکو مسلمانوں پر لکچر دینا ہوگا - تو میں نے اپنے ان ہی خیالات کی وجہ سے فی اول الوہلہ چاہا تھا کہ عذر کروں پھر میں نے سمجھا کہ سر سید تو نہیں مگر شاید کسیکو ایسا گمان ہو کہ لاہور کی کانفرنس میں جو ذرا تعریف ہو گئی تھی تو شیخی میں آگیا ہے - بلاتے ہیں تو بوڑھے نخرے کرتا ہے - اس سوء ظن کے دفع کرنے کو میں بے عذر آموجود ہوا - اگر آج کے لکچر نے کوئی خاص اثر پیدا کیا تو واہ ری میں - ورنہ مجھکو تو اس مضمون پر کوئی حرف مونہہ سے نکالتے ہوئے پھر سنو گے نہیں یہ ظرف خدا نے سر سید ہی کو دیا ہے ع

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم

---

[1] جو سمجھ میں نہ آیا لگے اُس کو جھٹلانے ۔

لکچر نمبر ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اثبات اصول اسلام

جو جناب ممدوح نے

انجمن حمایت اسلام لاہور

کے پانچویں سالانہ جلسے پر ۲۵ فروری ۱۸۹۰ء کی شام کو ہزارہا آدمیوں کے مجمع میں (جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل تھے) خدا کی ہستی۔ توحید۔ اور عبادت۔ رسالت۔ اور ختم رسالت کا ثبوت عقلی دلایل سے دیا

میں اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں۔ اگرچہ دہلی (ہائے دہلی) جو سیکڑوں برس تک تمام ہندوستان کا دارالسلطنت خلائق اور حاجات خلائق کا مرجع لیاقت اور کمالات کا مرکز۔ حکومت اور دولت کا منبع رہی۔ اب مضافات لاہور میں ہے مگر دہلی والے تو کیوں اپنے تئیں پنجابی سمجھنے لگے۔ پنجابی بھی انکو پنجابی نہیں سمجھتے اور وہ پنجابی ہیں بھی نہیں اور ہو سکتے بھی نہیں۔

جغرافیہ کی رو سے دہلی اور پنجاب کے مواقع مختلف۔ دونوں کے باشندوں کی

زبان مختلف - وضع مختلف - خیر تو غرض یہ ہے کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں۔ اور اس بات کو میں اس غرض سے ظاہر نہیں کرتا کہ خدانخواستہ میں پنجاب کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں - نہیں بلکہ ہر شخص کو اپنا وطن عزیز ہوتا ہے۔

مجھ کو اس موقعہ پر میر تقی صاحب کی ایک حکایت یاد آئی کہ شاہ عالم کے زمانے میں جب دربار دہلی اسقدر بے مقدرت ہوگیا کہ ارباب کمال جو وابستگان دامان دولت شاہی تھے روٹیوں تک کو محتاج ہوگئے تو رفتہ رفتہ سب لوگ لکھنؤ چلے گئے میر تقی صاحب تنگ مزاج سے آدمی تھے جلے تن - اور تنگ مزاجی کی وجہ سے یوں بھی دربار شاہی میں اون کی رسائی جیسی چاہئے ویسی نہ تھی - ان کی تنگ مزاجی اس حد کو پہونچی تھی کہ خود بادشاہ کے حضور میں بھی ان سے ضبط نہ ہوسکتا تھا - شاہ عالم خود شاعر تھے اور آفتاب تخلص کرتے تھے - ایک مرتبہ میر تقی صاحب شاہ عالم کے سلام کو گئے - تو حضور والا نے پوچھا کہ میر صاحب بعد مدت کے آپ کو دیکھا کچھ افکار تازہ سنا لیے میر صاحب نے عرض کیا کہ مجھکو فکر دہن سے ہی فرصت نہیں - فکر سخن کیا کروں - بادشاہ نے اس بات کو تو ٹالدیا اور کہا تو یہ کہا کہ بھائی ہیں تو صحت خانے (پاخانہ) میں جاتا ہوں تو ایک غزل کہہ لاتا ہوں - میر صاحب کو مطلب کی بات ٹالے جانے سے جلے بھنے بیٹھے ہی تھے بے تامل بول اُٹھے پھر حضور ویسے ہی سڑے ہوئے اشعار بھی ہوتے ہیں - غرض میر صاحب معاش کی طرف سے سخت مجبور ہوکر بادل ناخواستہ لکھنؤ پہونچے - سرائے میں فروکش ہوئے - سنا کہ مشاعرہ ہے - طرح دریافت کی اور عاجلانہ غزل لکھکر اپنی وضع قدیم سے شریک محفل ہوئے - نئی تراش خراش کے لکھنؤیے لگے ان کو گھورنے اور تاڑنے - میر صاحب نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے ؎

کیا بود و باش پوچھو ہو پورب کے ساکنو	ہم کو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے
دلی جو ایک شہر تھا رشک بہار خلد	واں منتخب ہی رہتے تھے سب روزگار کے
اوسکو فلک نے لوٹ مار کے ویران کر دیا	ہم رہنے والے ہیں اوسی اُجڑے دیار کے

تو میر تقی صاحب کو ہرچند دلی سے دل برداشتگی تھی اور وہی دل برداشتگی اونکو لکھنؤ لائی تھی - مگر تاہم ان کو اپنے وطن سے اُنس تھا اور ہونا چاہئے تھا - مجھکو بھی ہے اور ہونا چاہئے حبّ الوطن من الایمان -

یہ ایک حدیث ہے میں اسپر کچھ ریمارک کرنا چاہتا ہوں اگرچہ سلسلۂ سخن منقطع ہو تو ہو - اسوقت مجھ کو یہ خیال آگیا کہ بات تو ایک ہی ہوتی ہے - مگر از بس کہ عقلوں کے مدارج متفاوت ہیں ہر شخص اس سے دوسرا ہی مطلب نکالتا ہے - پست خیال دنی الہمت لوگوں کے نزدیک حب الوطن کا یہی مفہوم ہے کہ نہ گھر کی آدھی نہ باہر کی ساری - کون زحمتِ سفر اوٹھائے دیس چھوڑ کر پردیس جائے دال دلیا جو کچھ خدا نے دیا کھا لیا بال بچوں میں پڑے ہے اللہ اللہ خیر صلاح - ان سے اونچے اور پاکیزہ خیال کے وہ ہیں جو حب الوطن سے مراد لیتے ہیں اہل وطن کی امداد و اعانت - ان کی حاجت براری - انکی خیرخواہی ان کی ہمدردی - یہاں تک تو ہم دنیا داروں کی پرواز ہے - اس سے آگے خاصانِ خدا ہیں وہ ہر ایک رنگ بات میں سے ایسا مضمون پیدا کر لیتے ہیں کہ بس یہ ان ہی کا حصہ ہے - اسی حب الوطن کے بارے میں مولانا بہاؤ الدین آملی فرماتے ہیں ؎

گنج علم ماظہر مع ما بطن	گفت از ایمان بود حبّ الوطن
این وطن مصر و عراق و شام نیست	این وطن شہریست کا نرا نام نیست
زانکہ از دنیاست این اوطان تمام	مدح دنیا کے کند خیر الانام
حبّ دنیا ہست راس ہر خطا	از خطا کے میشود ایمان عطا
تو درین اوطان غریبی اے پسر	رو بغربت کردہ خاکت بسر

ان تینوں خیالوں میں بترتیب لف و نشر حیوان و انسان و ملک کی سی نسبت ہی اور چونکہ حب الوطن من الایمان سے ظاہر ہوتا ہے - کہ ایمان ایک شے متجزے ہے اور حب الوطن اسکا ایک جزو ہے - ہر ایمان دار کو ایمان کی تکمیل کے لئے اپنا احتساب کر لینا چاہئے کہ وہ حب الوطن کی نسبت کیا خیال رکھتا ہے اور کہاں تک اِس فرض کو

ادا کرتا ہے - بہرکیف یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جسنے لکچر کو یوں شروع کیا تھا کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں اور ہر شخص کو اپنا ہی وطن عزیز ہوتا ہے - مگر پنجاب میں ایک فضیلت ایسی ہے وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء جسکی وجہ سے میں پنجاب کو عزیز رکھتا ہوں - اور جب میں اس فضیلت کو بیان کروں تو میں یقین کرتا ہوں کہ ہر ایک ہندوستانی مسلمان چاہیے وہ پنجاب سے کتنی ہی دور کا رہنے والا کیوں ہو ضرور پنجاب کو عزیز رکھیگا - وہ فضیلت یہ ہے کہ خدا کا سچا دین یعنی اسلام اسی پنجاب کی راہ سے ہوکر ہندوستان میں داخل ہوا اور اسی راہ سے داخل ہوا تو اہل پنجاب قبول اسلام میں بھی اور ہندوستانیوں سے مقدم ہونگے وکفی بہ فخرا اس سے بھی بڑھکر ایک بات اور ہے کہ ہم مسلمانوں کی شامت اعمال سے اسلام بہت ہی ضعیف ہوگیا ہے - اب بعد مدت کچھ آثار ایسے دکھائی دینے لگے ہیں کہ یہ بیمار جسکی نفس شماری کی نوبت پہنچ چکی ہے عجب نہیں کہ بچ جائے تو اگر بچا اور انشاء اللہ بچیگا اور اگر اسکو کچھ بھی توانائی ہوئی اور انشاء اللہ ہوگی تو اے اہل پنجاب لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ اسکا بچنا اور توانائی پانا تمہاری کوشش اور تدبیر سے ہوگا - ابھی تک علیگڈھ ایجوکیشنل کانگرس کے وہ الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں جب سر سید احمد خان نے تمکو زندہ دل کہا - سر سید احمد خان نے تمکو زندہ دلی کا خطاب کیا سمجھکر دیا اور لوگوں نے تمہارا کونسا ایسا کارنمایاں دیکھا کہ تم سے بڑی بڑی توقعات پیدا کرلیں اسکو تم ہی خوب سمجھ سکتے ہو مگر تمہاری کوششوں میں سے اگرچہ افسوس ہے کہ مجھکو ان کی تفصیل اچھی طرح سے معلوم نہیں ایک اس کوشش یعنی انجمن حمایت اسلام لاہور کو تو میں بھی بہت ہی پسند کرتا ہوں جس چیز نے مجھکو اس انجمن کا گرویدہ کیا - یہ ہے کہ اس انجمن کے بانی اور کارپرداز ایسے لوگ ہیں جنکو سچی اسلامی ہمدردی کے سوا اور کوئی داعیہ اور محرک ہو نہیں سکتا - یہ لوگ سوشیل پوزیشن کے اعتبار سے ایسے درجے میں ہیں کہ شہرت اور ناموری اور رشد اور تقرب حکام ان میں سے کسی چیز کی ہوس کو انکی طرف منسوب نہیں کر سکتے -

کوششیں یہی قابل قدر ہیں اور غالباً مشکور بھی وہی ہوتی ہیں اور خدا سے تعالے بابرکت اور ثبات بھی انہی کوششوں کو عطا فرماتا ہے - جو بے شائبہ غرض دنیاوی ہوں جیسے کہ علم

انبیا علیہم السلام کوشش تبلیغ رسالت میں کہ سب کے سب وہی ایک بات بولتے تھے۔ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ترجمہ میں تم سے اس (تبلیغ رسالت) پر کچھ مزدوری کا خواہاں نہیں۔ میری مزدوری تو پروردگار عالم پر ہے مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ ترجمہ میںنے تم سے کچھ مزدوری مانگی ہو تو وہ تمکو مبارک ہے میری مزدوری تو صرف اللہ پر ہے اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ترجمہ کیا تم ان سے کچھ چندہ مانگتے ہو تو وہ چندہ جو تم کو خدا سے ملنے والا ہے سب چندوں سے بہتر ہے اور خدا سارے روزی پہونچانے والوں سے بہتر ہے اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ترجمہ کیا تم ان سے کچھ مزدوری مانگتے ہو کہ وہ چٹی کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں۔

دوسری بڑی بہت بڑی نہایت بڑی عمدہ بات تمہاری انجمن حمایت اسلام میں یہ ہے کہ اوس نے مسلمانوں کی ضرورت وقتی کو ٹھیک سمجھا اور اسکو پیش نظر رکھا ہے دنیا اور دین دو ہی چیزیں ہیں اور دونوں چیزیں نگرانی اور مدد کی محتاج۔ یہ زمانہ رفارم کا ہے اور میں خیال کرتا ہوں لفظ رفارم اس کثرت سے زبان زد خلائق ہو رہا ہے کہ گویا ان کا تکیہ کلام ہے۔ مدرسوں کے مبتدی لڑکے ٹڈل پاس نہیں کر چکتے کہ رفارم میں رائے زنی کرنے لگتے ہیں یعنی سارے کے فارمیشن سے پہلے ان کو رفارمیشن سوجھتا ہے۔ غرض ملک کے اطراف جوانب میں بہت سے رفارمر پیدا ہو گئے ہیں اور ہوتے چلے جارہے ہیں لیکن اکثر رفارمر تو دین و مذہب سے کچھ سروکار ہی نہیں رکھتے ہاتھ دھو کر صرف اصلاح دنیا کے پیچھے پڑے ہیں اور جن معدودے چند نے مذہب کو اپنے پروگرام میں داخل کیا بھی ہے۔ تو کچھ کرنے کے لئے نہیں بلکہ صرف موہنہ سے کہ دینے کے لئے ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ مگر ہاں انجمن حمایت اسلام لاہور کہ میں دیکھتا ہوں کہ کسی حال میں پاس مذہب کو فوت نہیں ہونے دیتی ان کی کارروائی پکارے کہتی ہے کہ جیسا اس انجمن کا نام ہے۔ ویسا ہی اسکا کام ہے۔

مجھے اس بات کو نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ ابھی تک مسلمانوں کے ہو[illegible]

ڈھنگ ٹھیک نہیں بیٹھا - پہلی غلطی تو یہ ہے کہ صرف تعلیم کو تمام مسلمانوں کے تمام فائدوں کا کفیل سمجھا گیا ہے یعنی جو شخص ریفارم کا خواب دیکھتا ہے اور ایسے بہت ہیں - اس کی تعبیر یہی ہوتی ہے کہ وہ کچھ لونڈے گھیر گھار کر ان کو ایک طرز پر پڑھا چلتا ہے یا پڑھوا چلتا ہے بے شک تعلیم مفید ہے مگر ان دو تعمیموں پر ذرا خیال کرنا تمام مسلمان اور ان کے تمام فائدے - محال عقل ہے کہ سب مسلمان پڑھ لکھ جائیں - گورنمنٹ اور مشنری اور ریفارمر جتنے تعلیم کے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے ہیں ان کی تو کیا اصل ہے - میں کہتا ہوں کہ خود سب مسلمان بھی ملکر چاہیں تو سب لکھ پڑھ نہیں سکتے - یورپ جنکی گرد کو بھی عموم تعلیم میں ہم آج سے سو برس بعد تک بھی نہیں پا سکیں گے وہاں بھی جہاں کہیں پڑھنے لکھنے کا بہت چرچا ہے پڑھے لکھوں کا شمارہ ۳۰ فیصدی سے متجاوز نہیں ہوا - اور اس تیس[۳۰] پینتیس[۳۵] فیصدی سے بی - اے - ایل ایل ڈی مت خیال کر لینا - حرف شناس بھی اسمیں داخل ہیں بلکہ اکثر اتنے ہی پانی میں ہیں - اچھا فار دی سیک آف آرگیومنٹ فرض کر لو کہ مسلمانوں میں بھی شمار کے اعتبار سے یورپ کی طرح تعلیم عام ہو گئی تو ہمارے یہاں اس کے یہ معنے ہوں گے کہ اتنے لوگ نوکری کی طلبگاری کے لئے کمربستہ ہو گئے - جسکا ضروری نتیجہ ہے ناکامی - ناامیدی - نارضامندی - چونکہ میں پارسال یہیں کے ایجوکیشنل کانگریس میں تعلیم پر اپنے خیالات شرح و بسط کے ساتھ ظاہر کر چکا ہوں میں اس خصوص میں زیادہ نہیں کہنا چاہتا - غرض میری قطعی رائے ہے کہ تعلیم اگر مفید ہو گی تو تعمیم کے ساتھ نہیں بلکہ خاص خاص چیدہ لوگوں کی جو تکمیل تعلیم کی زحمت کا تحمل فراغ تحصیل تک سٹینڈ اور آخر کار کامپیٹیشن ریس میں جولان کر سکیں - یہ ایک بدیہی بات ہے کہ سارے مسلمان نوکری پیشہ نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں تو جو شخص عام مسلمانوں کی ریفارم کا مدعی ہو کیوں بالخصوص ایک ہی پیشے کے لوگوں کی اصلاح کے درپے ہو - کیا وہ ان لوگوں کو مسلمان نہیں سمجھتا جو نوکری کے سوا دوسرے پیشوں سے معاش پیدا کرتے ہیں -

دوسری مکروہ اور نہ صرف مکروہ بلکہ سخت مضر غلط فہمی یہ ہے کہ تعلیم مروجہ حال سے دنیا اور دین میں جدائی پیدا کی جاتی ہے - گورنمنٹ کو تو ایک خاص مجبوری ہے کہ اسکو چار و ناچار

نیوٹریلٹی اختیار کرنی پڑتی ہے کیونکہ اسکو اپنی تمام رعایا کے ساتھ ایک طرح پر مدارات کرنی ہے۔ نہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ سب مذاہب کی حمایت کرے اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی خاص مذہب کی طرفداری کر دوسرے مذہب والوں کے دل دکھائے۔ پس اس نے اصول اذا ابتلے المرء بلیتین فیختار اھونہما (ترجمہ جب آدمی دو مصیبتوں میں گرفتار ہو تو ان میں بہت آسان کو اختیار کرے) کے مطابق کل مذاہب سے قطع نظر کرلی اور اسکو کرنا چاہئے تھا۔ لیکن غلطی باضطرار ہو یا باختیار اپنا نتیجہ تو پیدا کرکے رہیگی۔ باوجودیکہ تعلیم ہنوز محض ابتدائی حالت میں ہے اوس کے بُرے نتایج ابھی سے مترتب ہونے لگے۔ نیوٹرل تعلیم نے سروں میں بھردی آزادی۔ خیالات میں مطلق العنانی۔ دلوں میں حوصلے سے بڑھکر توقع۔ تحریر میں شوخی۔ تقریر میں بے باکی۔ ان مجموعی حالات نے حقیقۃً عجیب طرح کا طوفان بے تمیزی بپا کر دیا گورنمنٹ کو اس سے جو خطر ہوسکتا ہے اسکو وہی لوگ خوب سمجھتے ہونگے جو گورنمنٹ کے ٹرین کے ڈرایور ہیں ؎

رموز مملکت خویش خسروان دانند گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ہمکو تو اپنی سوسائٹی کی خیر منانی ہے۔ سو تعلیم مروجہ کی برکت سے سوسائٹی کی عمارت کی کوئی اینٹ اپنی جگہ پر نہیں باقی رہی۔ سوسائٹی پر گورن کرتی ہیں تین چیزیں۔ مذہب۔ گورنمنٹ رسم و رواج۔ اب دیکھنا چاہئے کہ ان تین گورنروں کی حکومت کا کیا حال ہے۔ مذہب جسکو سب میں شدید الحکومت ہونا چاہئے سو نوجوانان تعلیم یافتہ کو اسی کے ساتھ تمسخر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ منہ سے کہنے والے تو کم ہیں مگر زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور دل میں سمجھنے والے اب بھی کم زیادہ ہیں کہ مذہب بیش ازین نیست کہ انسان کے ابتدائی جاہلانہ خیالات کی یادگار ہے اور بس۔ چونکہ انکار مذہب پر کوئی ضرر عاجل مترتب نہیں ہوتا کہ ترت سے جان نکل جائے یا اوپر سے آسمان ٹوٹ پڑے یا زمین نگل لے ہر ایک ناعاقبت اندیش آدمی جیسا کفر چاہے بک دے سکتا ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ مبتلائے تکلیف و مصیبت نہیں مگر ایک وقت آنیوالا ہے اور آکر رہے گا اور اس کے آنے کا بکھ ٹھکانا نہیں اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۙ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۙ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ وَالْتَفَّتِ

جسوقت جان پہونچے ہانس تک اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑنے والا اور یقین ہوگیا کہ اب آیا وقت جدائی کا اور لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی - تیری رب کی طرف ہے - اوس دن کھینچے جانا - تب ساری حقیقت کھل جائیگی لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ترجمہ تو بیخبر رہا اس دن سے اب کھولدیئے ہم نے تجھ پر سے تیرے اندھیرے اب تیری نگاہ آج تیز ہے -

خیر میں اسموقع پر مذہب کے متعلق اتنا ہی کہنا چاہتا تھا کہ مذہب کا جو دباؤ سوسائٹی پر تھا کمبخت نیوٹرل تعلیم کے اثر بد کی وجہ سے اٹھ گیا اور اٹھتا چلا جا رہا ہے - رہ گئی گورنمنٹ اگرچہ اسکی تخفیر کا اثر فوری ہونا چاہئے کیونکہ وہ حکومت کیا جس میں سیاست نہیں - مگر گورنمنٹ ہی اس طرح کی بردبار واقع ہوئی ہے کہ مجامع اور محافل میں اسکی تفضیح کی جاتی ہے اور ہماری نیک دل گورنمنٹ باوجودیکہ جانتی اور سنتی ہے سب کچھ مطلقاً پروا نہیں کرتی علاوہ بریں گورنمنٹ کو خصوصاً برٹش گورنمنٹ کو نفس سوسائٹی میں دخل تو ہے مگر محدود اور جو وجہ گورنمنٹ کو تعلیم میں نیوٹرل رہنے کی ہے وہی نیٹو سوسائٹی سے اسکی اس قدر بے تعلقی کی ہے - اسی حال کا مذکور ہے کہ ہندوں نے بہتیرا ہی زور مارا کہ کم عمر لڑکیوں کو بیاہ کو مجرم قرار دے اور بیوہ عورتوں کے دوسرے بیاہ کو جائز ٹھہرانے مگر کار سرکار نے حامی ہی نہ بھری - سوسائٹی کا تنہا ضابطہ رسم و رواج ہے - لیکن جو آزاد خیال نئے تعلیم یافتہ مذہب کے قابو اور گورنمنٹ کے بس کے نہوں رسم و رواج کی بیچارے کیوں ڈرنے لگے تھے - غرض نیوٹرل تعلیم نے سارے دباؤ اٹھا کر سوسائٹی کو بے سر کر دیا - اب نہ اگلے سے ادب قاعدے ہیں - نہ پاس و لحاظ ہیں - نہ غیرتیں ہیں - نہ حمیتیں ہیں - نہ مروتیں ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا باوا آدم کچھ بدل سا گیا ہے -

اس سے زیادہ اور کوئی لغو خیال ہو نہیں سکتا کہ بے انضمام مذہب لوگوں کے اخلاق درست نہ کئے جا سکتے ہیں یعنی سوسائٹی کی شائستگی کے لئے مذہب کی ضرورت نہیں میرا معتقد تو یہ ہے کہ دنیا میں نیکی اور بدی کا تفرقہ مذہب سے پیدا ہوا لیکن فرض کرو کہ ایسا نہیں بھی ہوتا ہم کسی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ بدون مذہب کے نیکی ایسی

ساقط الاعتبار ہے جیسے بے رجسٹری کی دستاویز۔ مذہب نہیں تو نیکی میں قوت نہیں۔ استحکام نہیں۔ ثبات نہیں۔ خصوصیت نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر سچ پوچھو تو نیکی نیکی نہیں۔ ایک ظاہر بین آدمی شاید ایسا خیال کر سکتا ہے کہ دنیا میں جو امن قائم ہے حاکموں کے قوانین کی وجہ سے ہے مگر بات ہے فی نفسہ غلط۔ بہت سے جرائم ہیں جو قانون کی گرفت میں آ نہیں سکتے اور ان کا انسداد صرف مذہب کے خوف سے ہوتا ہے۔ ہے کوئی قانون جس نے ارادہ جرم کو بدون صدور کسی فعل کے جرم قرار دیا ہو۔ قوانین کا سارا انڈکس چھان مارو کہیں ایسے قانون کا پتہ نہ پاؤ گے اور عقل گواہی دیتی ہے کہ اول تو ایسا قانون ہو نہیں سکتا اور ہو تو اوس کی تعمیل امکان سے خارج۔ یہیں سے قوانین دنیا کا نقص ظاہر ہوتا ہے وہ کبھی مذہبی قانون کے بغیر درجہ تکمیل کو پہونچ نہیں سکتے جو فرماتا ہے۔ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ترجمہ اور اگر تم ظاہر کروگے اپنے جی کی بات یا چھپاؤ گے حساب لیگا تم سے اللہ۔ اب میں یہ بات کہتا ہوں کہ مذہب انسان کی کانسٹیٹیوشن یعنی اسکی بناوٹ میں داخل ہے۔ انسان ایک وجود جسم و روح سے مرکب۔ جسم کثیف ہے اور روح لطیف اور چونکہ روح کی حقیقت معلوم نہیں جیسا کہ فرمایا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ترجمہ تو کہہ روح ہے میرے رب کے حکم سے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ جسم و روح میں تعلق کس قسم کا ہے بہرکیف انسان کی ساخت جسمانی سبکو معلوم ہے خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ترجمہ تجکو بنایا پھر تجکو ٹھیک کیا پھر تجکو برابر کیا جس صورت میں چاہا تجکو جوڑ دیا۔ لیکن کبھی آدمی ناقص الخلقت بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے تمہارے گجرات کے شاہ دولہ کے چوہے اور کبھی عوارض کی وجہ سے ساخت جسمانی میں انواع و اقسام کے فتور واقع ہوجاتے ہیں اسی طرح روح انسانی کی بھی ایک خاص ساخت ہے کہ اسمیں کتنی قدرتیں ودیعت رکھی گئی ہیں۔ روحانی ساخت کے نقصانات میں ایک نقصان لامذہبی بھی ہے مگر خلقی نہیں کیونکہ مذہب داخل فطرت ہے فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ط ترجمہ تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو۔ بدلنا نہیں اللہ کے بنائے کو۔

بات یہ ہے کہ انسان کو ایک خاص طرح کی عقل دی گئی ہے فوق سائر الحیوانات جس کو بصیرت کہتے ہیں بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ترجمہ بلکہ آدمی اپنے واسطے آپ سوجھ ہے اور پڑا ڈالے اپنے بہانے ۔ اس بصیرت کا نمونہ ہے مگر ادنےٰ درجے کا ۔ بصارت یعنی بینائی چشم سر ۔ اگر انسان آنکھ کو کام میں لائے یعنی دیکھے ۔ تو دیکھنا اسکو مثلاً رنگ کی شناخت پر مجبور کریگا ۔ اسی طرح اگر آدمی عقل کو کام میں لائے اور سوچے تو اعمال فکر اسکو مجبور کریگا اس بات کے یقین کرنے پر کہ اس عظیم الشان کارخانہ دنیا کا ضرور کوئی بنانے والا ہے اور جو چیزیں مرئی اور محسوس ہیں ان میں کوئی نشان اس طرح کی قدرت کا پایا نہیں جاتا قدرت اگر کسیقدر یوں ہی سی برائے نام ہے بھی تو پھر انسان کو ہے کہ یہ مخلوقات عالم میں تصرفات کرتا ہے باانیہمہ انسان اپنی درماندگی کا خود معترف ہے ۔ اور بدون اعتراف کے اسکو چارہ نہیں ۔ دوسرے مخلوقات بڑی سے بڑی اور عمدہ سے عمدہ میں قدرت تو درکنار ارادے تک کا فقدان ہے اور یہی حاصل ہے ابراہیم علیہ السلام کے استدلال کا فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ترجمہ پھر جب اندھیرا کیا اوسپر رات نے ۔ دیکھا ایک تارا ۔ بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا ۔ بولا مجکو خوش نہیں آتے چھپنے والے ۔ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ترجمہ پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اگر راہ نہ دے مجکو میرا رب تو بے شک میں رہوں بھٹکتے لوگوں میں فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ ترجمہ پھر جب دیکھا سورج جھلکتا بولا یہ ہے رب میرا یہ رب سب سے بڑا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اے قوم میں بیزار ہوں انسے جنکو تم شریک کرتے ہو اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ترجمہ میں نے اپنا منہ کیا اوسی کی طرف جسنے بنائے آسمان و زمین ایک طرف کا ہوکر اور میں نہیں شریک کرنیوالا ۔

ایک غریب خدا پرست کاشتکار کا کھیت موقع پاکر رات کے وقت کچھ بیل چر گئے
کاشتکار کھیت کے کنارے شاید یہ کھڑا سوچ رہا تھا کہ کیا تدبیر کروں کہ پھر بیل کھیت میں
نہ گھسیں۔ ادھر سے ہوکر گذرا اسکا کوئی جان پہچان لامذہب۔ اس کو کھڑا دیکھ کر وہ بھی
کھڑا ہوگیا اور لگا باتیں کرنے۔ باتوں باتوں میں اس لامذہب نے کہا خدا ہوتا تو تمھارا
کھیت ہرگز نہ کھایا جاتا۔ کاشتکار بولا کھیت کا کھایا جانا خدا کے ہونے کی دلیل ہے۔
اسکا مطلب یہ تھا کہ کوئی چیز دنیا میں با اختیار خود متصرف نہیں۔ قوت تصرف اسنے
اپنے میں آپ نہیں پیدا کر لی۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ جسنے اپنے کو پہچانا تو جانو کہ اپنے پروردگار کو
پہچانا بھی یہی بات ہے گو طرز ادا سے مطلب دوسرا ہے۔ دوسروں سے استشہاد کی کیا
ضرورت ہے خدا تعالے خود فرماتا ہے۔ وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ○ وَفِیْٓ
اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ترجمہ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کو اور
خود تمہارے اندر کیا تمکو سوجھ نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ○ ترجمہ اور ہم
اس سے نزدیک ہیں دھڑکتی رگ سے زیادہ۔ اسی کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے
منظوم کیا ؎

دوست نزدیک تر از من بمن است — وین عجب تر کہ من از وے دورم
چکنم با کہ تواں گفت کہ او — در کنار من و من مہجورم

ایک ریختہ گو کہتا ہے ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار — جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

الغرض انسان جبتک انسان ہے خدا کے ہونے سے انکار نہیں سکتا۔ یہ مذہب کا
پہلا سٹپ ہوا۔ اب اور آگے بڑھو تو جس عقل کے زور سے ہم نے جانا کہ خدا ہے اسی
عقل کے زور سے ہمنے جانا کہ خدا کہ وہ تمام صفات کمالیہ
کا جامع۔ تمام عیوب اور نقصانات سے پاک اور منزہ اور اسی لئے ایک اکیلا ہے

وحدہ لاشریک لہ۔ نہ اسکو اعوان و انصار کی حاجت۔ نہ یار و مددگار کی ضرورت۔ سب کچھ جانتا ہے اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ترجمہ بھلا وہ نہ جانے جسنے بنایا۔ اور جو چاہے کر سکتا ہے اِنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ترجمہ وہ تو سب چیز کر سکتا ہے۔ دنیا کا کارخانہ جس انتظام سے چل رہا ہے یہ انتظام دلالت کرتا ہے کہ وہ ایک صرف ایک ارادے کا محکوم ہے۔ یہ عمارت کہہ رہی ہے کہ ڈیزائن سے لیکر ایک انجینیر کے سوائے دوسرے کا اسمیں دخل نہیں۔ یہ ہیں معنے لَوۡ کَانَ فِیۡهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا کے (ترجمہ اگر ہوتے ان دونوں میں اور حاکم سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہوتے) پھر انسان کی جبلت یہ بھی ہے کہ اگر وہ طبیعت کا شریف ہے تو محسن کا احسان ماننا اور اس کا شکر گذار ہونا۔ یہ ہے ماخذ عبادت کا۔

عبادت سے ہم خدا کی کوئی خدمت نہیں کرتے اور نہ اوسکو ہماری خدمت کی کچھ پروا ہے۔ بلکہ عبادت سے صرف ہماری شرافت طبیعت ظاہر ہوتی ہے اور اسی اعتبار سے وہ ہمارا فرض انسانیت ہے۔ دنیا میں انسان پر اس کے اپنے جنس کے بھی احسانات ہوتے ہیں لیکن اگر خیال کرو تو خدا کے احسانات کا کچھ شمار نہیں اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّكُمۡ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الۡفُلۡكَ لِتَجۡرِیَ فِی الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِهٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الۡاَنۡهٰرَ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ دَآئِبَیۡنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیۡلَ وَ النَّهَارَ ۚ وَ اٰتٰىكُمۡ مِّنۡ كُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡهُ ؕ وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ ترجمہ اللہ وہ ہے جسنے بنائے آسمان اور زمین اور اوتارا آسمان سے پانی پھر اس سے نکالی روزی تمہاری میوے۔ اور کام میں دی تمہارے کشتی کہ چلے دریا میں اسکے حکم سے۔ اور کام میں لگائیں تمہارے ندیاں اور کام میں لگائے تمہارے سورج اور چاند ایک دستور پر اور کام میں لگائے تمہارے رات اور دن اور دیا تمکو ہر چیز میں سے جو تمنے مانگی اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو۔

اور یہی سبب ہے کہ خدا تعالے ہماری سب سے بڑی شکر گزاری کا مستحق ہے جسکا دوسرا نام عبادت ہے۔ تو جس طرح عقل گواہی دیتی ہے کہ ذات اور صفات میں خدا کا کوئی

شریک نہیں اسی طرح عقل یہ بھی گواہی دیتی ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک فی العبادت کرنا پرلے درجے کی احسان ناشناسی ہے جسکو اصطلاح شرع میں کفر کہتے ہیں یعنی کفران نعمت - ذرہ اسباب کو خیال کرتے جانا کہ ابھی تک میں عقل کی رہنمائی سے دین کے راستے کو چلا جارہا ہوں - مینے اس سے پہلے بصیرت اور بصارت دونوں میں ایک طرح کی مماثلت کا ہونا بیان کیا تھا - بصارت سے ہم چیزوں کے رنگ - انکی شکلیں اور انکے مواقع معلوم کرتے ہیں اور اسی سبب سے بینائی ایک بڑی بکار آمد قوت ہے مگر اس میں نقص بھی ہے کثیف چیزوں میں نفوذ نہیں کرتی یعنی مثلاً دیوار کے پیچھے نگاہ کام نہیں دیتی اور یوں بھی اسکی رسائی کی ایک حد ہے علم مناظر میں قوت باصرہ کے اور بھی نقصانات کی صراحت ہے جیسے دور کی چیزوں کا چھوٹا دکھائی دینا - اگر دیکھنے والا خود متحرک ہے تو اسکا ساکن چیزوں کو متحرک دیکھنا اسکو ریل کے بیٹھنے والوں سے پوچھ دیکھو یا اس سے جسکو کبھی تیز رو کشتی میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہو - شفاف پانی کی تہ میں کسی چیز کا ابھرا ہوا نظر آنا - قوس قزح کی رنگ آمیزی اور ان کے سوائے اور بہت سی باتیں ہیں جنکا بیان کرنا بے محل سا ہے - غرض بینائی نقصان و فتور سے بری نہیں - بعینہ یہی حال ہے عقل کا - بہت باتیں عقل کی گرفت سے باہر ہیں؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن

کہ جاہا سپر باید انداختن

معلوم ہے کہ مقناطیسی سوئی کا ایک سرا شمال کیطرف رہتا ہے مگر نہیں معلوم کیوں اور یہی حال ہے کل اسباب و علل کا - زمین چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے بلکہ تمام مادیات میں کشش ثقل و اتصال کا ہونا معلوم ہے مگر نہیں معلوم کیوں - روح و جسم کا مذکور میں شروع میں کرچکا ہوں معلوم ہے کہ روح نہ عین جسم ہے نہ جزو جسم ہے نہ اس میں اس طور حلول کیے ہے جیسے ظرف میں مظروف نہ روح و جسم میں عرض و جوہر کا سا تعلق ہے پھر روح کیا ہے اور اسکو جسم کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے کسی کو خبر نہیں میں اس دنیا کے سینکڑوں عقیدے گنوا سکتا ہوں جنکو ناخن عقل نہیں حل کرسکتا - سچ پوچھو تو ساری دنیا ہی طلسم حیرت ہے - مٹی ایک جماد چیز ہے -

اسکا نباتیت پھر حیوانیت پھر انسانیت کے مدارج پر ترقی کرنا نہ انسان کے فہم میں آیا ہی اور نہ کبھی آسکتا ہے - تو کیا دین میں کسی بات کا خلاف عقل نہیں بلکہ عقل سے خارج یعنی اسکی رسائی سے بالاتر فزوں تر ہونا کچھ تعجب ہے - ہرگز نہیں - بلکہ دین میں بدرجۂ اولے ایسی باتیں ہونی چاہئیں جن میں مساغ عقل نہو کیونکہ دین کا مدار ہے اس پر کہ انسان موت سے معدوم نہیں ہوتا - موت سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ روح وجسم کا تعلق چھوٹ جاتا ہے اجزاے جسمانی متلاشی ومتفرق ہوکر اپنے اپنے ٹھکانے لگ جاتے ہیں وَ مِنْهَا خَلَقْنَا كُمْ وَ فِيهَا نُعِيدُ كُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ۔ ترجمہ اسی زمین سے ہمنے تمکو بنایا اور اسی میں تمکو پھر ڈالتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے تمکو دوسری بار - انگریزی بننے کا شوق ہو تو ایش ٹو ایش اینڈ ڈسٹ ٹو ڈسٹ - وہی روح وہ جب جسم میں تھی اور اوس کے تصرفات ظاہر ہوتے تھے تب بھی اسکی حقیقت ہمکو معلوم نہ تھی بعد مرگ تو رہی ہی اور بھی روپوش ہوگئی - کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے - با اینہمہ چند در چند قرائن ہیں جن سے یقین کیا جا سکتا ہی کہ روح کو فنا نہیں -

اوّل جب ہم سرے سے روح کی حقیقت سے بیخبر ٹہرے تو ہمکو اسپر فنا کا حکم لگانے کا کوئی حق نہیں -

ثانیًا اگرچہ روح جسمانی رنجوں اور تکلیفوں سے بحالت حیات متاذی تو ہوتی تھی - موت بڑی سے بڑی جسمانی تکلیف سہی اور روح کا اس سے متاذی ہونا قرین قیاس ہے مگر موت کا اوّلی اثر جسم پر تھا اسکا تو منتشر کر دینے کے سوا اور کچھ نہ کر سکی - روح جسپر موت کا اثر ثانوی ہے کیوں معدوم ہو جانے لگی تھی عجب نہیں موت نے روح پر اتنا ہی اثر کیا ہو اور بس کہ اسکو جسم سے بے تعلق اور بے دخل کر دیا -

ثالثًا - دانشمند سے دانشمند اور احمق سے احمق - عالم سے عالم اور جاہل سی جاہل - مہذب و نا مہذب - سولائزڈ اور وحشی ہر ملک اور ہر زمانے کے لوگ یعنی دنیا کے آدمی قریب کل کے بقائے روح کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں - ہمکو اس سے بحث نہیں کہ یہ خیال

دنیا میں کہاں سے آیا اور کیونکر اتنے لوگوں نے اسکو قبول کر لیا مگر اس میں شک نہیں کہ عموماً لوگ اس کے قائل ہیں اور جنکو انکار ہے اگرچہ دل سے ہے بھی تو اس عقیدے کے لوگ اسقدر کم ہیں کہ جم غفیر عالم کے مقابلے میں گویا کہ نہیں۔ دین تو خیر ہے ہی میں کہتا ہوں کہ انتظام دنیا بھی اسی خیال پر مبنی ہے۔ بیشتر شروع میں کہا تھا کہ بہت سے جرائم کا انسداد صرف مذہب سے ہوتا ہے سو مذہب سے اوس محل پر میری مراد تھی یہی عقیدہ بقائے روح بیشتر لوگ اسوجہ سے مرتکب جرائم نہیں ہوتے کہ جانتے ہیں مرے پیچھے کئے کی سزا بھگتنی پڑیگی۔ ایک انگریزی کی کتاب میں بہت سے نامی مجرموں کے حالات لکھے ہیں جنہوں نے مرتے وقت خوف عاقبت سے اپنے جرموں کا اقرار کیا اور ہر جگہ اور ہر زمانے میں ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں پس یا تو ساری دنیا کو سر بسر غلط مانو یا دوسروں کی طرح بقائی روح کے قائل ہو۔ ہونہ ہو یہ عقیدہ داخل فطرۃ انسانی ہے کہ ملہم غیب نے ہر ایک کے دل میں ڈالدیا ہے۔ کون ہے جسکو اولاد سے۔ خیر جاری سے یا کسی دوسرے پیرائے سے دنیا میں اپنی یادگار چھوڑ جانے کی خواہش نہیں۔ اس خواہش میں بھی مضمر ہے وہی بقائے روح کا خیال کیونکہ اگر آدمی مرنے سے معدوم محض ہوجاتا تو دنیا میں یادگار رہنے سے اسکو کیا مفاد تھا۔

رابعاً انتظام دنیا اگرچہ فی نفسہٖ نہایت مکمل ہے اور کیوں نہو ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ترجمہ یہ اندازہ ہے زبردست اوس زبردست باخبر کا۔ مگر پھر بھی ناتمام سا معلوم ہوتا ہے جیسے جملہ اسمیہ کہ مبتدا ہے تو خبر نہیں یا جملہ شرطیہ کہ شرط ہے تو جزا نہیں۔ یا جیسے دامان کوہ میں ایک سڑک جو ایک گھاٹی تک منتہی ہوتی ہے اور اسکو دیکھکر خود بخود خیال ہوتا ہے کہ ضرور یہ سڑک پہاڑ کی دوسری طرف جانے کے لئے بنائی گئی ہے اسیطرح انسان کو اتنی ساری عقل کا دیا جانا جو اس چند روزہ دنیاوی زندگی کی ضرورت سے یقیناً بہت زیادہ ہے ضرور کوئی اور بڑا مطلب رکھتا ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ترجمہ سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہمنے تمکو بنایا کھیلنے کو اور تم ہمارے پاس پھر نہ آوگے وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ترجمہ اور ہمنے

نہیں بنایا آسمان اور زمین اور جو اُن کے بیچ ہے کھیلتے لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ ترجمہ اگر ہم چاہتے کہ بنالیں کچھ کھلونا تو بنا لیتے ہم اپنے پاس سے اگر ہمکو کرنا ہوتا - ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک فعل ایک لازمی نتیجہ رکھتا ہے - فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ترجمہ سو تو نہ پاویگا اللہ کا دستور بدلتا اور نہ پاویگا اللہ کا دستور ٹلتا - جیسے شراب خواری کا ضروری نتیجہ ہے خواری - بدکرداری - افلاس - جسمانی امراض اور آخر کار ہلاکت قبل الموت - نااتفاقی کا ضروری نتیجہ ہے ضعف - جھوٹ کا ضروری نتیجہ ہے بے اعتباری وقس علےٰ ہذا تو جب کبھی ہم کسی فعل پر اسکے نتیجے کو دنیا میں مترتب ہوتا نہ پائیں اوسی سے ہم سمجھ لیں گے کہ حیات دنیا پر ہماری ہستی کا خاتمہ نہیں ہوگیا - یہ ہیں چند باتیں یا اوسی طرح کی اور چند باتیں جو بعد مرگ کی حالت کی نسبت ہم عقل سے سمجھ سکتے ہیں مگر منظر پھر بھی دھندلا ہی رہتا ہے - خوب تسلی نہیں ہوتی کہ کیا ہوگا اور کیونکر ؎

حالِ عدم نہ کچھ کھلا گذرے ہے رفتگان پہ کیا
کوئی حقیقت آن کر کہتا نہیں بُری بھلی

یہاں سے ثابت ہوئی ضرورت رسالت کی - بڑے تعجب کی بات ہوگی کہ چند سال کی زندگانی کے لئے تو خدا ہماری چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لئے سامان کرے - سر کھجانے کے لئے ہمکو ناخن دے - غذا کے چبانے کے لئے دانت - اور اون میں بھی یہ تفریق کہ پیسنے کے لئے ڈاڑھیں اور کاٹنے کے لئے دانت - نوچنے کو کچلیاں ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

اور حیات ابدی جیسی بڑی ضرورت میں جو ابد الاباد کے لئے ہمارے سر پر لادی جائیگی ہمکو اتنا بھی سہارا نہ لگا سکے کہ ایک ذرا جھلکی تو دیکھ لینے دے - جہاں تک خدا کے کارخانے سے ہمنے خدا کو جانا اور جان سکتے ہیں ایسی بے رحمی انسان کو ایسے قبدے کی حالت میں چھوڑ دینا اسکو ترسانا - پریشان رکھنا - خدا کی شان رحیمی سے بالکل بعید ہے تعالی اللہ

مِن ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔

یوں خدائے کریم ورحیم نے انسان کو اسی کی عقل نارسا اور فہم قاصر کے بھروسے پر نہ چھوڑ کر پیغمبروں کے ذریعہ سے صلواۃ اللہ علیہم اجمعین - جہاں تک وہ اس ہستی میں سمجھ سکتا تھا بتایا اور سمجھایا کہ اس کو مرنے پیچھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کس حالت میں رہنا ہے اور اس ابدی زندگی کے لئے اسکو دنیا میں کیا تیاری کرنی چاہئے - ہمنے پیغمبروں ہی کے کہنے سے جانا کہ ہماری اس ہستی موجودہ کو آگے آنیوالے ہستی میں بہت بڑا دخل ہے یہ خواب ہے اور وہ اسکی تعبیر - یہ جوتنے بونے کا وقت ہے اور وہ کاٹنے اور گاہنے کا الدنیا مزرعۃ الآخرۃ دنیا آخرت کی کھیتی ہے - میرے اس بیان سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ مذہب میں عقل کی رسائی کہاں تک ہے اور کہاں پہنچکر عقل جبرئیل کی ہمزبان ہوجاتی ہے ؎

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلے بسوزد پرم

افراط وتفریط کے دونو پہلو ہر بات میں مذموم ہوتے ہیں جس طرح یہ کہنا غلط ہے کہ مذہب نقل یعنے خدا ورسول کا فرمودہ ہے اور نقل کو عقل سے کچھ سروکار نہیں - اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ہمکو نقل کی حاجت نہیں اور بزور عقل ہم سب کچھ دریافت کرسکتے ہیں یہاں تک کہ حالات بعد مرگ بھی - جتنی قوتیں انسان کو عطا ہوئی ہیں جسمانی اور دماغی سب بمنزلہ آلات ہیں جیسے مثلاً تیشہ نجار - ممکن ہے کہ نجار کبھی اس تیشے سے ہاتھ پاؤں زخمی کرے - لیکن اسی کا قصور ہوگا نہ تیشے کا - انسان بھی اپنی قوتوں کو بری اور بھلی دونوں طرح استعمال میں لاسکتا - ان کو معطل رکھ سکتا - ان سے فوق الطاقت کام لے سکتا - لیکن اگر وہ کسی قوت کو بری طرح استعمال کرے تو خود وہی ملزم ہے نہ قوت اور نہ جس نے قوت دی ہے پس ہر ایک قوت کے استعمال میں انسان کو اعتدال ملحوظ رکھنا چاہیے خاصکر معاملات دینی میں عقل کو کام میں لاتے وقت - مذہب کے اعتبار سے بھی اسکو عقل کا دیا جانا نہایت ضرور تھا - وہ عقل ہی کی وجہ سے مکلف ہوا - دنیا اور دین دونوں میں جتنی خوبیاں ہیں متفرع ہیں عقل پر - اور جتنی خرابیاں ہیں وہ بھی متفرع ہیں اسی عقل پر - یوں سمجھو کہ انسان

فی حد ذاتہ ایک کمانڈر ہے اور قواے مختلفہ افواج ہیں اسکے ماتحت زیرفرمان - یہ فوجیں
ایک طرح کی نہیں جیسے انگریزی فوج میں پوربئے - مدراسی یا تلنگے - مرہٹے - گورکھے - سکھ
بلوچ - اطراف کابل کے پٹھان - کیا تم سمجھتے ہو کہ سب قسم کے سپاہی ایک ہی لکڑی سے ہانکے
جاتے ہیں - نہیں نہیں شاید ایک پوربیہ یا مدراسی بید کی چھڑی سے تو بلوچ اور افغان
آر ان راڈ سے - غرض جو قوی تر وہی عسیر الانقیاد - تمام قواے انسانی میں عقل ہی سب سے
زیادہ زبردست ہے اور اسپر گورن کرنا بہت ہی احتیاط کا کام ہے یہ جو اختلاف مذاہب
دیکھتے ہو یہ آگ بھی انہی حضرت عقل کی لگائی ہوئی - بعض میں چنگاری ڈوالی بجھالو دو گھڑی
میں دیکھتا ہوں تو ہمارے وقت کے نوجوان تعلیم یافتہ استعمال عقل کے بارے میں صلاح
اور اصلاح و دلونکے سخت محتاج ہیں - ان کو امور مذہبی میں غور و خوض کرنے کی نہ فرصت
ہے نہ مہلت نہ لیاقت نہ معلومات اور طرہ یہ ہے کہ طلب بھی نہیں اور طلب ہو تو
کہاں سے ہو گھر میں چرچا نہیں - بزرگوں کی تاکید نہیں - یار دوستوں میں ترغیب
نہیں - رہا اپنے دل کا تقاضا - ایسی عمر نہیں گیند بلا کرکٹ وغیرہ جہاں اور کھیل ہیں
وہاں ورزش یا باہم بازی ایک مذہب بھی سہی - اپنی قوم کی حالت پر نظر کرتے ہیں تو
خستہ خراب غافل کاہل جاہل مفلس محتاج گویا ذلت و خواری لوازم اسلام سے ہے کیا عرب
کیا عجم - کیا روم - کیا مصر - کیا افریقہ سب کے سب ایک رنگ میں رنگے ہوتے جدھر
دیکھو تنزل و انحطاط - جہاں سنو نکبت و ادبار - ان میں سے فرادی فرادی ایک ایک
کیفیت نوعمر آدمی کے عقیدے کے متزلزل کر دینے کو کافی ہے نہ کہ مجموعہ - دنیا اور دنیا
میں نقد و نسیہ کی نسبت ہے - ہم لوگ ایسے کماؤ نقد کو تو کھو بیٹھے نسیہ کی جو ہم سے امید
رکھے وہ سو احمقوں کا ایک احمق - لیکن کیا کیا جائے دل نہیں مانتا چار و نا چار کہنا ہی پڑتا
ہے - افسوس تو دنیا کا بھی کیوں نہیں - لیکن دنیا فانی چند روزہ آنی جانی چیز ہے - بری
طرح بھی گذر جاتی ہے اور بھلی طرح بھی گذر جاتی ہے - اور آخر گذر ہی جاتی ہے بڑا خیال
تو دین کا ہے ؎

غم دین خور کہ غم غم دین است   ہمہ غمہا فروتر ازین است

خدانخواستہ نیت جاتی رہی تو پھر کہیں کے نہ رہے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةَ ذٰلِکَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۝ ترجمہ گنوائی دنیا اور آخرت یہی ہے ٹوٹا صریح - اور اس کے جانیکو کون سے چھکڑے چاہئیں - دین کا تو ایسا نازک معاملہ ہے کہ ایک خیال سے اور ایک مقال سے آدمی راندہ جاتا ہے - وہ تو بڑے شکر کا مقام ہے کہ گورنمنٹ اگرچہ مذہبًا عیسائی ہے - مگر عملًا اوس کا کوئی مذہب نہیں یا یوں کہو کہ اسکا مذہب صلح کل ہے - عیسے بدین خود موسے بدین خود - پس اسلام کو جو کچھ خطرہ ہے نزدیکان بے بصر سے ہے - جو مسلمان کہلاتے اور اسلام کی حقیقت سے آگاہ نہیں - یہی وہ لوگ ہیں جو مخالفین کی گیدڑ بھبکیوں سے ڈر کر صراط مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں ورنہ اسلام کے اصول ایسے سیدھے اور صاف اور سچے اور سلیس اور عام فہم ہیں کہ اُن پر کامیابی کے ساتھ کوئی حملہ ہو نہیں سکتا - مجھکو اس بات کا فخر حاصل ہے آبًا عن جدٍ موروثی مسلمان ہوں اور اپنے نسب نامے میں انقراض سلطنت دہلی تک بلا فصل مشائخ اور مفتی اور علما کے نام پاتا ہوں - میں نے بزرگوں میں سے اوائل عمر میں صرف اپنے والد کو دیکھا اور جہاں تک میرا حافظہ مساعدت کرتا ہے میں جانتا ہوں کہ وہ نہ صرف نام کے مولوی تھے - بلکہ بڑے پکے دیندار - یہ روئداد چاہتی ہے کہ میرا اسلام تقلیدی ہو - مگر خدا کے فضل سے ایسا نہیں ہے - مجھکو اتفاق سے ایک واقعہ ایسا پیش آیا جسنے مدتوں مجھکو مذہبی چھان بین میں غلطاں پیچاں رکھا - یہانتک کہ آخرکار اسلام کی حقانیت کامل طور پر میرے ذہن میں ایسی بیٹھ گئی جیسی پتھر کی لکیر وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ - رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ۝ ترجمہ - اے رب ہمارے دل نہ پھیر ہمارے جب ہمکو ہدایت دے چکا اور دے ہمکو اپنے ہاں سے مہربانی بیشک تو ہی ہے بہت دینے والا -

مجھکو ٹھیک سنہ یاد نہیں مگر سنہ ۱۸۵۵ء کے لگ بھگ کا ذکر ہے کہ ہمارے دہلی کالج اورینٹل کلاسز کی ریاضی کے اُستاد ماسٹر رام چندر صاحب اصطباغ لینے کے لئے آمادہ ہوئے - ماسٹر صاحب اوبدا کر کیا ٹیچر کیا سٹوڈنٹ سب کے ساتھ مذہبی چھیڑ چھاڑ

غرضیکہ مذہبی مناظرہ کی وہ پہلی بھنک تھی جو میرے کان میں پڑی اگرچہ میں عربی کی جماعت
اوّل ہی میں تھا اور فقہ کی مشہور کتاب فتاوی در مختار ہمارے کورس میں تھی۔ لیکن میں دیکھتا
تھا کہ ماسٹر ہم لوگوں کو بند کر دیتے تھے۔ مجھکو ماسٹر صاحب کے ساتھ ایک خصوصیت بھی تھی۔
اور اکثر اون کے مکان پر بھی جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ماسٹر نے تو مجھکو گمراہ کر ہی دیا ہوتا
جیسا کہ قرآن میں ہے اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۝ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۔
ترجمہ تو تو لگا تھا کہ مجھکو گڑھے میں ڈالے اور اگر نہ ہوتا میرے رب کا فضل تو میں بھی ہوتا
اون میں جو پکڑے آئے۔ مگر مجھکو ادب عربی کا تھا شوق بہت۔ میں قرآن کی عبارت پہ لٹو
تھا۔ اس تریاق نے مجھکو اس زہر سے بچایا یہاں تک کالج سے میں اپنا ایمان سلامت
لیکے نکل گیا۔ مگر کیا ایمان متزلزل۔ متشکک۔ ضعیف۔ مضمحل۔ پھر میں نے علم کلام کی کتابیں
دیکھنی شروع کیں موافق و مخالف دونو۔ ماسٹر نے مجھکو عیسائی بنانا چاہا اور علم
کلام نے مجھے لامذہب۔ مناظرے کا ایک اکثری اور مشہور قاعدہ ہے معارضہ
بالمثل جسکے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص دوسرے سے کہے تمہاری آنکھ میں ناخنہ ہے اور دوسرا
کہے تمہاری میں ٹینٹ۔ اس طریقے سے ممکن ہے کہ بعض صورتوں میں معترض بند
ہو جائے۔ لیکن غیر آدمی جو تحقیق حق چاہتا ہے دونوں سے بدظن ہو جاتا ہے کہ دونو
میں کوئی بھی نقصان سے خالی نہیں۔ اس سے کہ معترض کی آنکھ میں ٹینٹ ہے ہماری
آنکھ کے ناخنے کا عیب زائل نہیں ہو سکتا غایۃ ما فی الباب ناخنہ اخف و اہون ہے بمقابلہ
ٹینٹ کے۔ لیکن جسکی آنکھ صحیح و سالم ہے۔ وہ دونو کو عیب وار سمجھیگا۔ ناخنے والے
کو کم ٹینٹ والے کو زیادہ۔ اس طرح پر برسوں میرے شکوک کا یہ حال رہا ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

با ایں ہمہ جب سے میں قرآن کے سمجھنے پر قادر ہوا اوس کے استحسان میں کبھی ایک لمحے
کے لئے بھی کمی نہیں آئی اور اسنے مجھے وہ کام دیا جو عصا کام دیتی ہے ایک بڑے مرتعش
کو۔ میں نے ہر طرف سے مایوس ہو کر خیال کیا کہ میں بڑے بڑے نامی گرامی آدمیوں
کی نظم و نثر دونو طرح کے کلام پڑھتا ہوں۔ زمانہ جاہلیت کے مخضرمین کے۔ اسلام کے

بعد کے اور خود اس شخص کے جس کے منہ سے الفاظ قرآنی نکلے اور اس کے دوسرے مجلدات مقالات احادیث میں منضبط ہیں ۔ مواعظ ہیں ۔ خطبات ہیں ۔ قصص و حکایات ہیں ۔ مراسلات ہیں ۔ یہ بات کیا ہے کہ قرآن کی عبارت کو کوئی نہیں پاتا ۔ دوسرے اگر اس طرز پر قادر نہ ہوں تو خیر ۔ مگر ایک ہی قائل کیونکر دو مختلف طرزوں میں اور مختلف بھی اس درجے کے کہ زمین و آسمان کا تفاوت ۔ کلام کرنے کی قدرت پا سکتا ہے یہ تو عادتاً محال ہے تمہارے سمجھانے کے لئے کہتا ہوں کہ مثلاً ہندی شعرا میں سے زیادہ نہیں میر تقی ۔ انشاء اللہ خان ۔ سودا تین شاعروں کو لو ہر ایک کا طرز جداگانہ ہے اور جو سخن فہم ہیں مضمون اور بندش سے پہچان لیتے ہیں کہ ان تین میں سے کس کا شعر ہے ۔ میں شاعر نہیں ہوں مگر اتنی اٹکل مجھکو بھی ہے کہ اگر کوئی شعر میرے روبرو پڑھا جاوے تو غالب ہے کہ اسکے قائل کی تعیین میں غلطی نہ کروں ۔ میں جانتا ہوں کہ میر صاحب کے مضامین حسرت آلود ہوتے ہیں اور زبان نہایت درجہ شستہ اور سلیس ۔ یہ بات خاص میر صاحب ہی میں دیکھی گئی کہ ضرورت شعری کی وجہ سے لفظ کا دب کر نکلنا بھی جائز نہیں رکھتے ۔ انشاء اللہ خان پھکڑ ہیں ۔ بیان میں شوخی ۔ سودا ہر قسم کے مضامین پر قادر ہیں ۔ بندش بھی اس کی مضبوط ہوتی ہے ۔ متاخرین میں مثلاً غالب اور ذوق میں تمیز کرنا کیا مشکل ہے بَیْنَہُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ ترجمہ ان میں ہے ایک پردہ زیادتی نہیں کرتے ۔ غرض ہر ایک کی اپنی اپنی طرز ہے جب دوسرے کی طرز اختیار کرتا ہے گرتا ہے مجھکو خود ایسا اتفاق ہوا ہے کہ بضرورت کسی اخبار میں کوئی مضمون دیا اپنے نام سے نہیں مگر تاڑنے والے تاڑ گئے تو مجھکو بڑی حیرت بھی پیش آئی کہ پیغمبر صاحب نے دو طرح کے کلام پر کیونکر قدرت پائی ۔ آخر یہ عقدہ میں نے اسطرح حل کیا کہ پیغمبر صاحب کا اپنا طرز تو وہی تھا جو احادیث سے ظاہر ہوتا ہے ۔ رہا قرآن ۔ ان کا کلام ضرور تھا کیونکہ ان کے منہ سے ادا ہوتا تھا مگر نزول وحی کے اوقات خاص ہیں ۔ جبکہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہوتے تھے ۔ وحی بھی ایک اسرار الٰہی میں سے ہے لیکن اسقدر معلوم ہے کہ کبھی جبرئیل حامل وحی انسان کی شکل میں متشکل ہوکر پیام خدا پہنچا جاتے تھے ۔ کبھی خواب کے پیرائے میں وحی آتی تھی

مگر اکثر گھنٹے کی سی جھنکار سن پڑتی تھی اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے
کہ اس طرح کی وحی مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے آپ کا رنگ فق اور جسم ایسا بوجھل ہو جاتا تھا
کہ ایکبار آپ اپنی اونٹنی عضباء پر سوار تھے کہ وحی آئی - اونٹنی مارے بوجھ کے بیٹھ گئی -
کڑکڑاتے جاڑے میں نزول وحی کے وقت آپ پسینے پسینے ہو جاتے اس سے شاید
کسی عیسائی مصنف نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ان کو صرع کی بیماری تھی - اس تشخیص
سے غرض یہ ہے کہ اون کا دماغ صحیح نہ تھا اور اسی وجہ سے دعوے نبوت کر بیٹھے - مگر یہ کوئی
نیا اعتراض نہیں - کافروں کے ترکش میں کوئی تیر نہ تھا جو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم پر
نہ چلا ہو - جھوٹا مفتری کہدینا تو غیر معمولی بات تھی کہتے تھے إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ -
ترجمہ اسکو تو سکھاتا ہے آدمی أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ
بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ ترجمہ نقلیں ہیں اگلوں کی جنکو اوس نے لکھ لیا ہے سو وہی لکھوائی
جاتی ہیں اوس پاس صبح وشام - أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ترجمہ
کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے ٹھاکروں کو ایک شاعر دیوانہ کے کہنے سے - أَفْتَرَىٰ
عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ ۝ ترجمہ کیا بنا لایا ہے اللہ پر جھوٹ یا اسکو
سودا ہے -

ان اعتراضوں میں سے کوئی اعتراض پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چسپاں ہی
نہ تھا اور چونکہ نری بے تک بونگی سنے لیے جوڑ نکتے تھے - پیغمبر صاحب صلعم کو ایسے
بودے پھپھسے اعتراضات سے اور تقویت پہنچتی تھی - پیغمبر صاحب صلعم کا حال
یہ تھا کہ دعوے نبوت سے پہلے یہاں تک اُن کی صداقت مسلم تھی کہ امین آپ کا
لقب تھا - ایک بار آپ نے فقیر لکار کر سب کو جمع کیا اور کہا بھلا سنو تو اگر میں تم سے
کہوں کہ دشمن اِس پہاڑ کی آڑ میں گھات لگائے پڑے ہیں کہ موقع پاکر تم پر حملہ کریں تو تم
میرے کہے کو سچ مانو یا نہ مانو سب بولے ضرور - بھلا تم اور جھوٹ بہکاوگے - تب آپ
نے فرمایا إِنِّي نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ترجمہ میں تو ایک ڈرانے والا
ہوں تمکو ایک بڑی آفت کے آگے آنے سے - اسپر ابولہب بولا تَبًّا لَّكَ أَلِهَٰذَا دَعَوْتَنَا

ترجمہ - تجکو خدا کی مار کیا اسی لئے تو نے ہمکو بلایا - اسی کے جواب سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی - امیانت کے لئے تاریخی شہادت موجود ہے کہ سفر اور حضر ہر دو اور خوشی اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر حالت میں آپ کو خدا کی یادگاری تھی اور ہمہ وقت عظمت الٰہی نصب العین ہوتی سے ہوتی اور بیدی سے بیدی کچھ بھی تجویز کر نہیں سکتی - کہ ایسا شخص جس نے راست گوئی کا سکہ بٹھا کر امین کا خطاب حاصل کیا ہو سب باتوں میں تو سچ بولنے اور ایک بات میں جھوٹ بولے اور جھوٹ بھی بولے تو خدا پہ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہتا جائے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْہِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ ○ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّتَرَکْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰکُمْ وَرَآءَ ظُہُوْرِکُمْ وَمَا نَرٰی مَعَکُمْ شُفَعَآءَکُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّہُمْ فِیْکُمْ شُرَکٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَکُمْ وَضَلَّ عَنْکُمْ مَّا کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ

ترجمہ اور اوس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہے مجکو وحی آئی اور اسکو وحی کچھ نہ آئے اور جو کہے میں اوتارتا ہوں برابر اوس کے جو اللہ نے اوتارا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان آج تمکو جزا ملیگی ذلت کی مار اسپر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹ باتیں اور اسکی آیتوں سے تکبر کرتے تھے - اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے بنائے تھے پہلی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ سفارش والے جن کو تم بتاتے تھے کہ اون کا تم میں ساجھا ہے - ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے جو دعوے تم کرتے تھے -

یہ اس غضب کی باتیں ہیں کہ ہمارے زمانے میں کوئی نالائق سے نالائق پیچھے سے نیچا ادمی

جسکو وہ اسکے پر جھوٹی گواہی دیتے ہیں مطلق باک نہ ہو اگر قسم دیتے وقت اسکو یہ باتیں یاد دلائیں جائیں تو غالب ہے کہ تھرا اٹھے پس ایک نہایت راست گو راستباز خدا ترس شخص کی نسبت ایسا بیہودہ خیال کرنا پرلے درجے کی بے انصافی نہیں تو کیا ہے۔ پھر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو کسی غرض۔ کسی مطلب سے سنی شیعوں کو کہنے دو جو ان کا جی چاہے سچ تو یہ ہے کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جانشینی کرنے کیلئے نامزد نہیں کیا اور کیا ہوتا تو خلافت کے بارے میں اختلاف ہی کیوں واقع ہوتے۔ جو شخص عرب جیسے سخت لوگوں کے دلوں کو یہاں تک مسخر کرلے کہ بتوں کی پرستش۔ بھائی سے بھائی۔ جورو سے خصم۔ باپ سے بیٹے۔ لوگوں سے آرام اور عیش اور وطن اور کینے اور غصے سب کچھ چھڑوا دے کیا اسکو اتنی قدرت نہ تھی کہ اپنی جانشینی کو تسلیم کرا دیتا مگر یوں کہو کہ پیغمبر صاحب کو اس سے کچھ مطلب ہی نہ تھا بعض اوقات خاص خاص لوگوں کے ساتھ کسی وجہ سے خصوصیت کی سی باتیں کیں اب انکی تاویل جانشینی سے کر لو تو تمہاری خوشی۔ حضرت پیغمبر صاحب صلعم بلکہ تمام خاندان نبوت نے جس زہد کے ساتھ زندگی بسر کی سب کو معلوم ہے پس بالفرض محال پیغمبر صاحب نے نبوت کا غلط دعوے کیا ہوتا تو دنیاوی جاہ و ثروت کی طمع سے۔ سو اسکا یہ حال کہ خود متمتع ہوتے اور نہ اپنے عزیزوں میں سے کسی کو متمتع ہونے دیا اور نہ کسی جانشین کو نامزد کیا۔ حب جاہ کا کیا اچھا ثبوت ہے۔ یہ ہے حقیقت تہمت دروغ گوئی کی جو نہ دھری جاسکے اور نہ اٹھائی جاسکے۔

اب دیکھنا چاہئے کہ اِنَّمَا یُعَلِّمُہٗ بَشَرٌ کا تیر تکا تھا یا وہ بھی تکا اور تکا بھی اٹکل پچو عرب میں جو فصیح و بلیغ تھے تمام ملک میں مشہور تھے ان کے قصائد میلوں اور موسم حج اور بازاروں میں پڑھے اور دروازہ خانہ کعبہ پر لٹکائے جاتے تھے اور اسی غرض سے وہ لوگ قصیدے کہتے ہی تھے اور ان کی کیا تخصیص ہے کسی زمانے میں کبھی کوئی فصیح بلیغ ایسا نہیں گذرا جسے شہرت کی نہ صرف تمنا بلکہ اس کے حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو تو غرض یہ ہے کہ جو لوگ قرآن کی سی عبارت کے کہنے پر قادر تھے

ضرور ہے کہ مشاہیر میں سے ہوں اور معلوم ہے کہ جتنے مشاہیر تھے کھلم کھلا مخالف اسلام تھے ۔ پیغمبر صاحب صلعم کی ہجویں کہتے اور لوگوں میں مشتہر اور منتشر کرتے ۔ ان میں سے کسی کو کیا پڑی تھی کہ در پردہ پیغمبر صاحب کی مدد کرتا اور یہی وجہ تھی کہ جب مشاہیر میں کسی کی نسبت ایسا شبہ ہو نہیں سکتا تھا تو معترضین غیر ملک والوں پر گمان کرتے تھے ۔ اَعَانَہٗ عَلَیْہِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ح ترجمہ ساتھ دیا ہے اوسکا اس میں اور لوگوں نے ۔ اسکا کیا معقول جواب خداتعالی نے دیا لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْہِ اَعْجَمِیٌّ وَّھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ترجمہ جسپر تعریض کرتے ہیں اوس کی زبان ہے اوپری اور یہہ زبان عربی ہے صاف ۔ جسکا یہ مطلب ہے کہ غیر ملک والوں کی طرف ایسا شبہ کرنا لغو صریح ہے ۔

کیونکہ غیر ملک والا کیسا ہی عربی زبان کا ماہر کیوں نہ ہو ممکن نہیں کہ قرآن کی سی عبارت لکھ سکے ۔ علاوہ بریں تھوڑی دیر کے لئے فرض کرو کہ پیغمبر صاحب کو قرآن کوئی دوسرا ہی شخص سکھاتا تھا تو معترض کا کام ہے اس شخص کو نامزد کرے اور ہمکو سمجھائے کہ ایسے کلام فصیح و بلیغ کا کریڈٹ خود اسی شخص نے کیوں نہ لیا اپنی آپ پیغمبری کا دعوے کیوں نہ کیا اس سے بڑھکر تعجب کی بات اور کیا ہوگی کہ ایسے زمانے میں جب لونڈیاں باندیاں تک شعر کہتی تھیں اور فصاحت بلاغت کو بڑا کمال سمجھا جاتا تھا اور اہل عرب اپنی زبان کی عمدگی پر یہاں تک نازاں تھے کہ ماسوا عرب کو عجمی کہتے تھے جسکے معنی یہ ہیں کہ اونکے مطلب اور گویائی پر قادر نہیں ۔ لوگ قوت بیان سے اسقدر متاثر ہوتے ہوں کہ جب شعرا چاہیں قبیلوں کو قبیلوں سے لڑا ماریں غرض فصاحت بجائے خود ایک پاور (قوت) ہو ایسے وقت میں ایک شخص اُمّی جس نے ساری عمر شعر کہنا کیسا شعر کو موزون پڑھنا بھی نہ جانا ہو وہ پکار پکار کر تحدی کرے فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ ص وَادْعُوْا شُھَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ہ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا ترجمہ تو لے آؤ ایک سورۃ اس قسم کی اور بلاؤ جنکو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو ۔ پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کرسکو گے ۔

فَأْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ترجمہ تم لے آؤ ایک دس سورتیں ایسی باندھکر اور پکارو جسکو پکار سکو اللہ کے سوا۔ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ترجمہ اگر جمع ہوویں آدمی اور جن اس پر کہ لاویں ایسا قرآن۔ نہ لاویں گے ایسا قرآن اور پڑے مدد کریں ایک کی ایک۔

فصحائے عرب اپنا اور اپنے عزیزوں کا قید ہونا جلا وطن کیا جانا مارا جانا گوارا کریں اور کسی سے اتنا نہ ہوسکے کہ ذرا بھرسی زبان ہلا کر تحدی سے مقابلہ پیش آئے۔ ع اینک بشہادت طلسم لوح و قلم را۔

بخدا میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ جس کسی کو اتنی عربی آتی ہو جتنی کہ مجھکو اگرچہ جتنی آنی چاہیے اسکا عشر عشیر بھی مجھکو نہیں آتا۔ بہرکیف مجھ جیسا کم استعداد آدمی بھی اتنا جان سکتا ہے کہ قرآن کی عبارت سے کسی آدمی کا کلام اور آدمیوں میں خود پیغمبر صاحب بھی داخل ہیں لگا نہیں کھاتا۔ فصاحت بلاغت کے اکثر مسائل بھی منضبط ہیں مگر زیادہ تر میں اسکو وجدانی خیال کرتا ہوں یعنی اگر کوئی خاص آیت لیکر مجھ سے پوچھو کہ اس میں کیا فصاحت ہے تو میں نہیں بیان کر سکوں گا اور آیت تو آیت میں تو نہیں سمجھتا کہ کوئی اردو کے ایک شعر یا ایک مصرعہ کی نسبت بھی ایسا دعوے کر سکے لیکن میں نے سینکڑوں دفعہ قرآن کو اول سے آخر تک پڑھا ہے اور دوسروں کے کلام پر میری نظر بہت تو نہیں تو خیر ایسی بہت کم بھی نہیں پس میرا اسکا استدلالی عقیدہ ہے کہ قرآن کلام بشر تو نہیں۔ اور دوسرے بشر تو کس گنتی میں ہیں ان کا بھی کلام نہیں جن کی زبان سے نکلا یعنی پیغمبر صاحب۔ اور ہمکو پیغمبر صاحب نے جنکی صداقت اور راستی اور دیانت کے سینکڑوں نہیں ہزاروں شواہد موجود ہیں ہم سے کہا کہ میں قرآن اپنے دل سے بنا کر نہیں کہتا بلکہ مجھ سے خدا کہلواتا ہے ہم نے یقین کر لیا اور میں نہیں جانتا کہ یقین کرنے میں اب کونسی حالت منتظرہ باقی رہ گئی کہ قرآن ہر دو خدا کا کلام ہے جتنے قسم کے معجزات پیغمبروں سے سرزد ہوئے

بعد الوقوع واقعات تاریخی ہوتے گئے یعنی مثلاً اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابراء اکمہ وابرص اور احیاء موتے کیا تو اب یہ واقعہ تاریخی ہے ہم نے تو اون کو بیماروںکو چنگا کرتے مردوں کو جلاتے دیکھا نہیں - ہمکو تحقیق کرنا پڑیگا کس نے دیکھا اور کس نے روایت کی اور روایت کہاں تک قابل تسلیم ہے - شہادت کا یہ حال ہے کہ لوگوں کی شہادتوں کی زمان اور مکان دونوں کے اعتبار سے ایک حد ہوتی ہے کیا تم خیال کرتے ہو کہ چین کی عملداری میں سچ بولنے والے نہیں تھے یا اب نہیں - تھے اور ہیں - لیکن چونکہ ہم اون سے واقف نہیں ان کے نام تک ہم سے صحیح طور پر بولے نہیں جاتے ہم اون کی شہادت کو جھٹلا تو نہیں سکتے مگر ہمارے دل کو پورا اطمینان بھی نہیں ہوتا - یہی حال ہے واقعات کا باعتبار زمانے کے - ہمارے ہندوستان ہی کی تاریخ میں بہت سے واقعات ایسے مرقوم ہیں جنکے مقابلے میں ۱۸۵۷ء کے غدر کی کچھ بھی وقعت اور حقیقت نہیں - لیکن ازبسکہ غدر جدید العہد ہے ایک واقعہ معلوم ہوتا ہے اور پرانے واقعات اس کے سامنے قصے کہانی - تو اس سے کیا نتیجہ نکلا کہ انبیائے سابقین کے کل معجزات واقع تو ضرور ہوئے مگر ہماری نظر میں مرور زمانے کی وجہ سے افسانہ ہوگئے - یہ پیغمبر صاحب آخر الزمان کی خصوصیت تھی منجملہ دوسری خصوصیات کے کہ ان کو قرآن کا ایسا معجزہ ملا جو ابداً لآباد تک ہر وقت اور ہر جگہ تازہ اور موثر ہے - مجکو حقیقت میں بڑی ہی ہنسی آتی ہے جب میں قرآن کی فصاحت میں بحث کرتے سنتا ہوں ایسے لوگوں کو جو عبارت عربی کے اعراب بھی درست نہیں پڑھ سکتے اور رونا آتا ہے اون پر جو مسلمان ہوکر کوئی تو کہتا ہے کہ قرآن کی ترتیب ٹھیک نہیں اور کوئی نماز سے الفاظ قرآن کے خارج کئے جانیکی کوشش کر رہا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ جن چیزوں پر اسلام کو فخر ہے اُن کی لمبی فہرست کے سر پر قرآن ہے بالفاظہٖ و عبارتہٖ و ترتیبہٖ - خدا نہ کرے کہ مسلمان اس فخر سے محروم ہوں اور وہ زمانہ آئے کہ جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ لوگ الحمدُ اور الحمدَ میں اختلاف کر بیٹھے ہیں ... اور مفسر قرآن کے پیچھے کیا پڑے ہیں گویا اسی وقت کے لیے مستقبل ...

اب ہم کفار کے اس اعتراض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ کہا کرتے تھے اَئِنَّا لَتَارِکُوْا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ترجمہ کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے ٹھاکروں کو ایک شاعر دیوانہ کے کہنے سے۔ اسمیں دو باتیں ہیں شاعر اور مجنوں اسمیں ذرا سا بھی شک نہیں کہ حضرت نے تمام عمر کبھی شعر نہیں کہا بلکہ شعر و شاعری دونوں کی باعلان تمام مذمت کی۔ اَلشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّھُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ ۝ وَاَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ترجمہ شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں۔ تو نے نہیں دیکھا کہ وہ میدان میں سرمارتے پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے ہرگز قرین قیاس نہیں کہ جو شخص کسی کام کی برائی بیان کرے خود اسکا مرتکب ہو اور خود یقولون و ما لا یفعلون کا مصداق بنے۔ پیغمبر صاحب صلعم کو بیرے اور اپنے اوپر قیاس مت کرو کہ دن بھر بکواس کرتے رہتے ہیں اور سوا سے کراماً کاتبین کے بلکہ کراماً کاتبین میں سے بھی سوا سے کاتب دست چپ کے اور کسیکو ہمارے بکواس کی پروا نہیں ہوتی پیغمبر صاحب صلعم کا تو حال یہ تھا کہ ایک لفظ منہ سے نکلا اور سینکڑوں ہزاروں دلوں میں لکھا گیا اگر شعر ہوتا تو لوگ اسکو یاد کر لیتے۔ حضرت کے رجز احادیث میں موجود ہیں مثلاً انا ابن عبد المطلب۔ انا النبی لا کذب۔ لیکن شعر کہا ہی نہو تو کیونکر کوئی آپ شعر کہہ کر پیغمبر صاحب کی طرف منسوب کر دے اور وعید من کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعدہ من النار ترجمہ جو شخص جان بوجھکر مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم ٹھہرانے کا موجب بن جائے۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ پیغمبر صاحب صلعم شعر کہہ نہیں سکتے تھے یا کہہ تو سکتے تھے مگر برا سمجھکر کہا نہیں ان دونوں میں شق صحیح یہی ہے کہ شعر کہنے سے عاجز تھے اور یہی عجز ان کی رسالت کی دلیل توی ہے اصحاب تو استفادۃً اور محبت کی وجہ سے بھی ہر وقت پیغمبر کو گھیرے رہتے تھے۔ واب مجلس نبوی کے لحاظ سے ہر طرح کے مذکور رہا کرتے کبھی کسی کے منہ سے بیساختہ کوئی شعر بھی نکلجاتا کیونکہ شعر تو ان لوگوں کا گویا تکیہ کلام تھا۔ تو جناب پیغمبر صاحب اسطرح کے اشعار پسند فرماتے سے

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ
وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مُحَالَةَ زَائِلٌ

اسکو مکرر پڑھنے کی فرمائش کرتے اور آپ خود بھی دُہراتے لیکن از بسکہ طبیعت واقع ہوئی تھی ناموزون – پڑھنے میں وزن فوت ہوجاتا مثلاً اَلَا کُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ کی جگہ اَلَا کُلُّ شَيْءٍ مَا سِوَى اللّٰهِ بَاطِلٌ نکلجاتا تو حضرت ابوبکر پر اسکا عجیب اثر ہوتا تھا – عرض کرتے بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ – اور سچ بھی تو ہے کہ جو شخص ایک مصرعہ تک تو موزون نہ پڑھ سکے شاعری کیا جانے اور بڑی حیرت کی بات ہے کہ نہ شعر کہہ سکے نہ شعر موزون پڑھ سکے اور قرآن جیسے کلام فصیح و بلیغ سے متکلم ہو۔ اس حیرت کو اس کے سوا اور کوئی تاویل رفع کرہی نہیں سکتی کہ قرآن کو کلام خدا مانا جائے – اب ایک بات یہ ہے کہ جو شخص عربی نہ جانتا ہو اسکو کسطرح تسکین ہو – کہ قرآن کلام خدا ہے اسکا صرف یہی ایک جواب ہے کہ اُس کو چاہئے خود استعداد عربی پیدا کرے یا عربی دانوں کے کہنے پر یقین لائے جیسے ہم سُنیں کہ فلان حکیم کوری چشم کا حکمی علاج کرتا ہے اور کوئی شخص اسکو باور نہ کرتا ہو تو اس سے کہا جائیگا کہ بھائی اندھا بن کر آ اور امتحان کر یا دوسرے اندھے جنکو حکیم نے بینا کیا ہے اون کا کہا مان اور نہیں مانتا تو جا اپنا سر کھا –

اعتراضات کفار میں سے اب ایک اعتراض اور رہ گیا – مجنون – اور جنہوں نے صرع کا مرض تجویز کیا وہ بھی ایک قسم کا جنون ہے اگرچہ مطلق نہیں خدا اور خدا کے رسول سے بہتر کسکا مقدور ہے کہ جواب دے سکے خدا نے پیغمبر صاحب صلعم کو یہ جواب تعلیم کیا –
قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ ط ترجمہ تو کہ میں تو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں تمکو کہ اٹھ کھڑے ہو اللہ کے کام پر دو دو ایک ایک پھر دھیان کرو اس تمہارے رفیق کو کچھ سودا نہیں –

واقع میں عجیب طرحکی از خود رفتگی تھی کہ اس حالت از خود رفتگی میں ایسا کلام ... نہ ہوتا

تھا متین مہذب ۔ معقول ۔ مدلل ۔ نہایت فصیح و بلیغ و موثر جس نے ایک عالم کے ہوش درست کر دیئے ۔

ایک حکایت مشہور ہے کہ ایک مرزا نے کسی جاٹ سے ہنسی کی کہ جاٹ رے جاٹ تیرے سر پہ کھاٹ ۔ جاٹ یہ کلام ششتہ سنکر بہت بگڑا اور اُسکو جواب سوجھا تو یہ کہ مغل رے مغل تیرے سر پر کولہو ۔ مرزا نے کہا بھئی تک سے تک نہ ملی ۔ تو جاٹ کیا کہتا ہے بلا سے بوجھ سے تو مروگے ۔ بجنسہ یہی حال تھا کفار کے اعتراضات کا جناب پیغمبر صاحب کی نسبت ایذا دہی کے لئے جو جی میں آیا آئیں بائیں شائیں بک دیا اسوقت کے لوگ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے جزو کل حالات سے آگاہ تھے بیہودہ اعتراضات سُنکر انکی عقیدتیں زیادہ تر راسخ ہوتی جاتی تھیں ۔

اب ہمارے زمانے میں وہی پرانے دقیانوسی اعتراضات ہیں یا شاید کسی کا پیرایہ بدلا ہوا ہو مگر لوگوں کو پیغمبر صاحب صلعم کے حالات اسلام کی حقیقت اور ہسٹری سے پوری پوری آگہی نہیں ہوتی ہے بودا اعتراض سنا اور لڑکھڑا گئے مشکل یہ آکر پڑی ہے کہ نہ تو لوگوں کے مونہہ بند کئے جاسکتے ہیں کہ اعتراض نہ کریں اور نہ اعتراضات کے سُننے سے تحرز ممکن ہے ہمکو دنیاوی ضرورتیں دوسرے مذہب والوں کے ساتھ اختلاط رکھنے پر مجبور کرتی ہیں لوگ واقف نہیں کہ صحبت ناموافق دین پر کیسا بُرا اثر کرتی ہے کم سے کم اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ انسان میں جو ایک صفت تسلیم کی ہے اور جسکا ہونا خصوصاً دین کے لئے ناگزیر ہے اگر زائل نہیں ہو جاتی تو ضعیف ہو جانے میں شک بھی نہیں ۔ دل ہر ایک بات کے لئے دلیل مانگنے لگتا ہے ۔ حضرت ابوبکر صدیق کی ایک حکایت منقول ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے اپنا معراج پر جانا بیان کیا تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے تصدیق کی کسی نے پوچھا کہ تم نے ایسے عجیب معاملے کو جلدی سے کیونکر باور کر لیا تو حضرت ابوبکر نے جواب دیا اسواسطے کہ پیغمبر صاحب صلعم نے فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر کو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے فرمانے کا ایسا یقین تھا کہ ان کو دوسری دلیل کا انتظار نہیں ہوتا تھا ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں لَوْ کَانَ الدِّیْنُ بِالرَّاْیِ لَکَانَ اَسْفَلُ الْخُفِّ اَوْلٰی بِالْمَسْحِ وَلٰکِنْ رَاَیْتُ

رسُولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَمۡسَحُ اَعۡلَاہُ فَاَمۡسَحُ کَذٰلِکَ — ترجمہ اگر دین رائے سے ہوتا تو موزے کے نیچے کی طرف مسح کرنا اولیٰ تھا - لیکن میںنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اوپر کی طرف مسح کرتے تھے - پس اسیطرح میں کرتا ہوں -

عبد اللہ بن عمر صحابی کا ایک بیٹا تھا بلال - عبد اللہ نے اسکے روبرو مذکور کیا کہ پیغمبر صاحب صلعم فرماتے تھے کہ لَا تَمۡنَعُوۡا نِسَاءَکُمۡ حُظُوۡظَھُنَّ مِنَ الۡمَسَاجِدِ - ترجمہ اپنی عورتوں کے حصّوں کو مسجدوں سے نہ روکو یعنی ان کو مسجدوں میں آنے کے ثواب سے نہ روکو - اسپر بلال بول اُٹھا وَاللّٰہِ لَنَمۡنَعُھُنَّ خدا کی قسم اون کو روکیں گے - ابھی بلال پوری بات بھی نہ کہنے پایا تھا کہ عبد اللہ نے اسکو بڑی موٹی سی گالی دیکر کہا کہ میں قول رسول نقل کرتا ہوں اور تو اسکے خلاف کہتا ہے جا میںنے تجکو فرزندی سے عاق کیا پھر ساری عمر اُس سے بات تک نہ کی -

ایک حدیث ایسی بھی نظر سے گذری کہ کوئی صحابی اگلے وقتوں کی سنی سنائی ایک حکایت پیغمبر صاحب صلعم کے روبرو بیان کر رہے تھے اس میں کہیں مذکور آگیا کہ بیل بولا حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ بھلا کہیں بیل بھی بولے ہیں - یہ سُن کر پیغمبر صاحب صلعم نے فرمایا کہ تجکو بیل کا بولنا عجیب معلوم ہوتا ہے مگر میں خدا اور اسکی قدرت پر ایمان لاتا ہوں اور ابو بکر بھی - خیر سکون نفس کے یہ تو بڑے اعلےٰ مدارج ہیں - ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتے - مگر آدمی کو ایسا ٹکّی بھی نہیں ہونا چاہئیے کہ عقل کے بدون ٹکڑا ہی نہ توڑے - دنیا اور دین دونوں میں عجیب طور کا نازک تعلق ہے

دنیا خواہی و دین ہے طلبی — ایں عاز بخانہ پدر باید کرد

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں — ایں خیال است و محال است و جنوں

یہ اور اسطرح کے اور بہت سے مقولات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا اور دین ضد یکدگر ہیں وَالضِّدَّانِ لَا یَجۡتَمِعَانِ ترجمہ ضدین جمع نہیں ہوتیں - لیکن اگر دنیا اور دین ضد یکدگر ہوں تو ہمکو دنیا میں پیدا کرنا اور پھر کہنا کہ دینداری کرو ہو طلب محال ہوا

یا بعبارت دیگر ظلم اور خدا ظلم سے پاک ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا وَّلٰکِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ترجمہ - اللہ تو لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا پر لوگ اپنا آپ بُرا کرتے ہیں ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز مے گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

لیکن جن مقولات سے دنیا اور دین کا ضد یکدگر ہونا ظاہر ہوتا ہے وہ بھی بڑے دینداروں کے مقولے ہیں پس کوئی وجہ تفریق پیدا کر لی ہوگی وہ یہ ہے کہ حقیقت میں دنیا کو خادم دین بنا کر رکھنا ہے یعنی چاہیے کہ مقصود اصلی دین ہو اور دنیا اُسکی تابع جیسے سودے کے ساتھ روکن مثلاً غنی کہ اگر کوئی شخص مال چاہتا ہے تن آسانی کے لئے غرور و حشمت کے لئے تو ایسا مال حق کا جنجال ہے اور عاقبت کا وبال اور اگر کوئی مال کا خواستگار ہے اس غرض سے کہ بوجہ مشروع خود بھی اس سے متمتع ہو اور دوسروں کو بھی اُس سے فائدہ پہنچائے تو ایسے ہی مال کے حق میں مولانائے روم فرماتے ہیں ؎

مال را اگر بہر دین باشی حمول
نعم مال صالح گفتش رسول

غرض مدار کار نیت پر ہے اور نیت کا فاعل مختار ہے بندہ - مگر دنیا کے موجبات ترغیب اسکو دین کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتے ورنہ دنیا اور ما فیہا سب دین ہے اگر نیت درست ہو - تو جن لوگوں نے انسان کے ضعف پر نظر کی اُنہوں نے مشکل کو محال سمجھکر حکم لگا دیا کہ دنیا اور دین ضد یکدگر ہیں - دنیا کو چاہو عموماً دشمن دین ٹھہرا لو مگر دنیا اگر دین کی دشمن ہے بھی تو ایسی دشمن کہ بدون دنیا کی مدد کے نہ دین کی رونق ہو سکتی ہے نہ ترقی نہ وقعت ؎

دنیا نہ ہو تو دین کی رونق کہاں سے ہو	اعلائے شان قادر مطلق کہاں سے ہو
ایثار و بذل وجود و تحقق کہاں سے ہو	مصدر ہی جب نہیں ہے تو مشتق کہاں سے ہو
دنیا کو جب کسی نے عموماً بُرا کہا	میں اُسکے مُنہ کو دیکھنے لگتا ہوں کیا کہا

ہندوستان میں اسلام کے سوا سے جتنے دین ہیں سب میں اگر کچھ لحاظ کے قابل ہے تو عیسائیت ہے کچھ آج سے نہیں بلکہ شروع سے اسلام نے عیسائیوں کا اہل کتاب ہونا تسلیم کیا اور جو باتیں اون میں قابل مدح تھیں اون کی داد دی۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَاۗءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ **ترجمہ** تو پاویگا سب لوگوں سے زیادہ دشمنی میں مسلمانوں سے یہود کو اور شریک کرنیوالوں کو۔ اور تو پاویگا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نصارے ہیں یہ اسواسطے کہ اون میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور یہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب سُنیں جو اُترا رسول پر تو دیکھے اُنکی آنکھیں اُبلتی ہیں آنسوؤں سے اسپر جو پہچانی بات حق۔ کہتے ہیں اے رب ہمنے یقین کیا سو تو لکھ ہمکو ماننے والوں کے ساتھ۔ اور ہمکو کیا ہوا کہ یقین نہ لاویں اللہ پر اور جو پہنچا ہم پاس حق اور ہمکو توقع ہے کہ داخل کرے ہمکو رب ہمارا ساتھ نیک بختوں کے۔ پھر اُنکو بدلا دیا اون کے رب نے اوس کہنے پر باغ۔ نیچے اون کے بہتی نہریں۔ رہا کریں اُنمیں اور یہ ہے بدلا نیکی کرنیوالوں کا۔

اسلام نے اتنا ہی نہیں کیا بلکہ جناب مسیح علیہ السلام کو یہود کے نالائق حملوں سے بچایا اب انہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہے۔ احسان فراموش کہ ہاتھ دھوکر اسلام کے پیچھے پڑی ہے۔ انہی کی سنی سنائی دوسرے لوگ بھی دھرا دیتے ہیں جن کے پاس گھر کی جمع پونجی خاک پتھر نہیں۔ ہمکو عیسائیوں کے مقابلے میں چند در چند مشکلیں واقع ہیں سب سے

بڑی مشکل تو یہ ہے کہ عیسائی ہمارے پیغمبر صاحب صلعم کو جو اونکا جی چاہے کہیں ہم جناب مسیح علیہ السلام یا اون کی والدہ یا انجیل کی مذمت کا کوئی کلمہ منہ سے نکالیں سیدھی جہنم میں چلے جائیں۔ ہاں بکٹوں کے ڈر سے اپنی ناک کٹاتے اور تھوڑی دیر کے لئے یہودی بن جائے تب کہیں جاکر عیسائیوں سے برسر آتے۔ دوسری مشکل جو ہمکو عیسائیوں کے مقابلہ میں اسوقت درپیش ہے یہ ہے کہ زمانہ اسوقت عیسائیوں کا ساعد ہے۔ لیاقت دولت حکومت یعنی دُنیا بحذافیرھا خدانے اون لوگوں کو دے رکھی ہے ؎

ہر کرا پنج روز نوبت اوست

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ ترجمہ ان دنوں کو ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں۔

یہ ایک بڑی دلیل اون کے غرور کی ہے ہر شخص جان نہیں سکتا کہ دُنیا سے دین کو کہاں تک تائید پہنچتی ہے اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ ترجمہ۔ لوگ اپنے بادشاہ کے طریق پر ہوتے ہیں۔ لوگ منہ سے نہیں کہتے اور کہہ نہیں سکتے مگر انسان کا دل ہی خدانے ایسا بنایا ہے کہ جسکو اپنے سے برتر اور بہتر حالت میں دیکھتا ہے اسکی ساری اداؤں کو پسند کرنے لگتا ہے یہ سچ ہے کہ انگریز مذہب میں حکومت سے کسی طرحکا فائدہ نہیں اُٹھانا چاہتے۔ لیکن سب سے چاہے جو ایک مطلب حاصل ہو تو چاہنے کی کیا ضرورت ہے۔ جیسے ایک کاشتکار کا کھیت نہر کے کنارے نشیب میں واقع ہے وہ اگر نہر سے پانی نہ بھی لے تاہم نہر اوسکو فائدہ پہنچا رہی ہے اور شاید اسی اصول کے مطابق ایک فاصلۂ خاص تک اون لوگوں کو پانی کا محصول دینا پڑتا ہے جن کی زمین اطراف نہر میں واقع ہے پانی لیں یا نہ لیں لیکن یہ ساری خارجی قوتیں ایک طرف اور نفس مذہب کا ضعف داخلی ایک طرف مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ ج اِتَّخَذَتْ بَیْتًا وَاِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ م۔ ترجمہ کہاوت اون لوگوں کی جنہوں نے اللہ کو چھوڑکر اوروں کو حمائتی بنایا مکڑی کی کہاوت جیسی ہے کہ بنا لیا اوس نے ایک گھر اور سب

سلہ تمام پہلوؤں سے ۱۲

گھر والوں میں بود اسو کڑی کا گھر۔ کسی مذہب کا پابند ہو کر اسلام پر اعتراض کر بیٹھنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ جو شخص شیشے کا گھر رکھتا ہو اسکو دوسرے گھروں پر ڈھیلے پھینکنے کیا مناسب ہیں ؎

کلوخ انداز را پاداشش سنگ است

اگر کسی نے پتھر کھینچ مارا تو سارا ڈھونڈا چکنا چور ہو کر رہ جائیگا مگر یوں کہو کہ جن پر ڈھیلے پھینکے جاتے ہیں ان کو معلوم نہیں کہ ڈھیلے پھینکنے والے کا گھر کانچ کا ہے جب گھر پر ڈھیلا آتا ہے جواب دینے کے لئے پتھر ہاتھ نہیں آتا احمقوں کو تدبیر بھی سوجھتی ہے تو یہ کہ چلو بھائی گھر چھوڑ چھاڑ کلوخ اندازوں کے محلے میں چل بسیں۔ میں نہیں کھڑا ہوا ئی مقامی ہذا اس غرض سے کہ اسلام پر جو جو اعتراض لوگ کرتے آئے اور کرتے ہیں انکے سب جواب دوں۔ یہ کام نہ ایک دن کا ہے نہ ایک ہفتہ کا نہ ایک مہینے کا نہ ایک برس کا بلکہ برسوں کا۔ اور اس کے لئے ایک علم جداگانہ مدون ہے علم کلام۔ اور میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں اس علم سے کسی قدر بدعقیدہ بھی ہوں کسی ایک مذہب کا نشان دو جس کو مباحثہ و مناظرہ نے معدوم کر دیا ہو۔ اگر ساری عمر ڈھونڈا کرو ایسا مذہب نہیں پاؤ گے جب بت پرستی جیسی چیز کسی کے کئے معدوم نہ ہو سکی تو کسی مذہب کے درپے ہونا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ لوگوں کو تبدیل مذہب کرتے ہوئے سنکر میرے دل پر اس سے زیادہ اثر نہیں ہوتا کہ جیسے سنون کسی شخص نے فرض کرو چند لوٹے پانی مثلاً دریائے راوی سے لیکر چناب میں ڈالدیا اس سے نہ راوی پایاب ہوگیا اور نہ چناب میں کچھ غیر معمولی طغیانی آگئی۔ بات یہ ہے کہ مذہب فی نفسہ چیز ہی ایسی ہے جس میں حسن سمجھوتی کو بہت بڑا دخل ہے اور اختلاف رائے کا حال یہ ہے کہ ایک چیز کو ایک شخص نہایت سچے دل سے اچھا سمجھتا ہے۔ اور دوسرا اسی چیز کو اسی طرح نہایت سچے دل سے برا سعدی نے اس مطلب کو کیسی اچھی طرح ادا کیا ہے ؎

یکے جہود و مسلمان مناظرہ کردند	چنان کہ خندہ گرفت از نزاع ایشانم
بیہودہ گفت بہ توریت مے خورم سوگند	وگر دروغ بود ہمچو تو مسلمانم

ہیچ نیست خدایا جہود میرانم	:	بطیرہ گفت مسلماں کہ اگر مقالت من
بخود گماں نبرد ہیچکس کہ نادانم		گر از بسیط زمیں عقل منعدم گردد

میں اس اختلاف راے کو بھی آیات اللہ میں سے خیال کرتا ہوں جیسے وَمِنْ اٰيَاتِهٖ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ترجمہ تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا مختلف ہونا بھی اللہ کے آیات میں سے ہے۔ اور جب اختلاف راے آیت اللہ ٹھیرا تو اسکے مٹنے کا کبھی خیال بھی نہ کرنا۔ چنانچہ خداے تعالے خود فرماتا ہے وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ترجمہ اگر چاہتا اللہ لوگوں کو ایک طریق (دین) پر بناتا (لیکن ایسا نہیں بنایا) وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا ہے۔ مگر جن پر تیرا رب رحم کرے لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ صاف بتا رہا ہے کہ اختلاف مذاہب خلق انسان کی علت غائی ہے اور منظور یہ ہے کہ لوگ اختلاف کریں اور خدا کو ان لوگوں پر رحمت نازل کرنے کا موقع ملے جو صراط مستقیم سے متزلزل نہ ہوں۔ اگر عقل کو اسکی حد سے متجاوز نہ ہونے دو اور اسکو وہیں تک مذہب میں دخل دو جہاں تک اسکی رسائی ہے تو تم خدا کے بندے ہو۔ یقین کرتے ہیں اتنا کہ جملہ مذاہب میں اسلام سب سے زیادہ محفوظ ہے۔ بے شک اسلام میں لوگوں کی غلط فہمی یا افراط و تفریط یا تعصب کی وجہ سے بعض اوپری باتیں بھی داخل ہوگئی ہیں اور کوئی مذہب ایسے تفرقات سے بچا ہوا نہیں اور بہت سی باتیں ظاہر میں تو خلاف عقل معلوم ہوتی ہیں۔ مگر فی الحقیقت ان میں منافی عقل نہیں۔ لیکن تاہم اسلام کے اصول ایسے عمدہ اور معقول اور سلیس ہیں کہ کوئی دوسرا مذہب ان سے لگا نہیں کھاتا۔ دین کی ساری عمارت اس ایک ستون پر کھڑی ہے کہ خدا ایک ہے۔ جہاں کہیں اس ستون کو ڈگمگایا ہوا پاؤ پس سمجھ لو کہ تمام عمارت بے بنیاد ہے عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ترجمہ ڈھنے والی کھائی کے کنارے پر پھر اسی کو لیکر گر پڑا دوزخ کی آگ میں یہی ستون لڑکھڑا اٹھا تھا۔ مشرک تو مشرک جنکو موحد ہونے کا دعوے تھا جیسے یہود و نصاریٰ انہوں نے بھی توحید کی مٹی پلید کر رکھی تھی۔ اسی ستون کو محکم اور مضبوط اور استوار

اور پایدار کرنے کے لئے پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہوئے خدا اور بندے میں باپ بیٹے کا رشتہ بھان متی کا تماشا ایک تین اور تین ایک جو از روئے اصول ہندسہ بداہۃً باطل وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ترجمہ اور یہود نے کہا عزیر بیٹا اللہ کا اور نصاری نے کہا مسیح بیٹا اللہ کا یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے ریس کرنے لگے اگلے منکروں کی بات کی مار ڈالے ان کو اللہ کہاں سے پھیرے جاتے ہیں ٹھہراتے ہیں اپنے عالم اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح مریم کے بیٹے کو اور حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک صاحب کی کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ پاک ہے ان کے شریک بنانے سے۔

چونکہ خدا ازلی ابدی ہے اس کا دین مقبول بھی ازلی ابدی ہونا چاہیئے اسلام نے یہ دعوی نہیں کیا کہ وہ نئی چیز لے کر آیا۔ اور اگر ایسا دعوے کرتا تو وہ دعوی ہی مکذب تکذیب کرتا ہم مسلمان جن ادیان کا منزل من اللہ ہونا مانتے ہیں اون میں فرق اگر ہے تو جزئیات اور فروع کا نہ کلیات اور اصول کا یعنے کلیات اور اصول ہی کے اعتبار سے کہا کہ اسلام کوئی نئی چیز نہیں لایا اور کلیات اور اصول ہی کے اعتبار سے جابجا قرآن میں پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فرمایا ہے مُصَدِّقٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ترجمہ سچا کرنے والا جو اس کے آگے ہے۔ لیکن اگر اہل کتاب ہم سے اصول ہی میں اختلاف کریں جیسا کر رہے ہیں تو اسلام ہرگز اون کا مصدق نہیں۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ گذشتہ پیغمبر خدا نے جتنے بھیجے سب بلا خلاف وبلا استثنا توحید کی تعلیم کرتے آئے یہ پیغمبروں کا نہیں بلکہ اون کی امتوں کا قصور ہے کہ توحید کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ دین میں جو عقلی باتیں ہیں ان میں سب سے پہلے اور سب کا مدار علیہ توحید ہے جب تثلیث کہ وہ بھی شرک ہے خلاف عقل زبردستی ہمارے دل میں اتاری تو اس کے صاف یہ معنی ہونگے کہ عقل کو دین

میں دخل نہیں پھر آدمی مکلف کیونکر ٹھیر سکتا ہے۔ حقیقت میں ہمکو سخت حیرت ہوتی ہو کہ معتقد تثلیث ہوکر عیسائیوں کو دوسرے مذاہب پر اگرچہ شرک و بت پرستی ہی کیوں نہ ہو اعتراض کرنیکی کیونکر جرأت ہوتی ہے۔ میں دیرسے چاہتا ہوں کہ انکو تمام کروں مگر لوگوں کی کوئی نہ کوئی چلی کٹی بات یاد آجاتی ہے اور آپ جانتے ہیں یاد آئے پیچھے چپ رہنا مشکل کہتے ہیں پیغمبر کے آنے کی ضرورت دکھاؤ کیونکہ جھوٹ بولنا برا ہے اور سچ بولنا اچھا ہے یہ اور اس طرح کی اور اساطیر الاولین ابا عن جد ترجمہ پہلوں کی کہانیاں۔ بزرگوں سے سنتے چلے آتے ہیں۔ پھر یہ دکھاؤ کہ ایسی ضرورتیں آگے کے لئے بند ہوگئیں کیونکہ مسلمان اپنے پیغمبر صاحب کو نہ صرف پیغمبر مانتے ہیں بلکہ ختم المرسلین بھی۔ حالانکہ بجنسہ وہی یا ویسے اعتراض خود قرآن میں منقول ہیں۔ مثلاً اسوقت کے لوگ اعتراض کرتے تھے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔ لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ترجمہ کیوں نہیں اوتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیوں کے ہم نہ مانیں گے جب تک ہمکو نہ ملے جیسا کہ کچھ پاتے ہیں اللہ کے رسول۔

ان کے جواب میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ترجمہ کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی مہر۔ اللہ بہتر جانتا ہے جہاں بھیجے اپنے پیغام۔

اسطرح کے خدشات کا پیدا کرنا گویا خدا کو خدائی سکھانا ہے اور اگر ایسے خدشات کا دروازہ کھولدیا جاوے تو بیچارے دین کے پیچھے پڑنے کی کیا ضرورت ہے دنیاوی امور میں خدا کو بہت سی صلاحیں بتائی جا سکتی ہیں مثلاً ہم تو معتقد ہیں کہ انسان کی خلقت احسن تقویم کے طور پر واقع ہوئی ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ترجمہ ہمنے بنایا آدمی خوب سے خوب انداز سے پر بلکہ انسان پر کیا موقوف ہے اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ترجمہ جو چیز بنائی اچھی بنائی۔ اگر کوئی بددین کہنا چاہے تو کون اسکا منہ بند کریگا کہ اگر مکھی کیطرح ایک لاکھ آنکھیں انسان کی ہوتیں تو کیا قباحت تھی یا لاکھ نہی کم سے کم گدی میں دو آنکھیں تو لگا دی ہوتیں کہ

گردن پھیر کر دیکھنے کی زحمت سے بچتا۔ اس قسم کی باتیں ہیں جن کے خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے میں کھڑا ہوا ہوں۔ ایسی باتوں سے دین کا استخفاف اور اس کے ساتھ استہزا لازم آتا ہے اور ایسے خیالات کے منجر بکفر ہونیکا خوف ہے پورا پورا علم تو خدا کو ہے۔ لیکن جہاں تک ہماری عقل ناقص کام کرتی ہے اسلام سے دین و مذہب کو بہت ہی بڑے فائدے پہنچے ہیں۔ خداشناسی خداپرستی کسنے سکھلائی۔ اسلام نے۔ توحید کو کسنے پاک اور صاف کیا اسلام نے انسان کو شرک اور بت پرستی کی ذلت سے کسنے نکالا اسلام نے۔ انسان کو اشرف المخلوقات تو خدا نے بنایا مگر کسنے اسکو ایسا برتاؤ سکھایا جو اشرف المخلوقات کے لئے شایان تھا اسلام نے تمکو یہود اور عیسائیوں کی دینی مشکلات معلوم نہیں مثلاً انکے احکام عشرہ پڑھو تو سمجھو کہ وہ احکام ناممکن التعمیل ہونیکی وجہ سے احکام کتابی ہیں ان سختیوں سے انسان کو کسنے نجات دی اسلام نے یَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ترجمہ بتاتا ہے انکو نیک کام اور منع کرتا ہے برے سے اور حلال کرتا ہے ان کے واسطے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک اور اتارتا ہے ان سے بوجھ ان کے اور پھانسیاں جو ان پر تھیں۔ انسان کو یہ آسانی بہم کسنے بتائی کہ وہ آپ اپنا گناہ معاف کرلے سکتا ہے۔ اسلام نے۔

یہاں تو مسلمان بھی کان کھڑے کریں گے کہ اپنا گناہ آپ معاف کرلینا کیا معنی سو سمجھا ہو نفظوں کا ایر پھیر ہے خدا فرماتا ہے قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ترجمہ اے بندے میرے جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پر نہ آس توڑو اللہ کی مہر سے بے شک بخشتا ہے اللہ سب گناہ وہ جو ہے وہی ہے گناہ معاف کرنیوالا۔ یہاں ذرا تعمیم پر نظر کرو جملہ اسمیہ مصدرہ بہ اِنّ الذُّنُوبَ میں الف لام استغراق کا اسپر جمیعا کی تاکید اسپر دوسری تاکید اِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ دوسری جگہ فرمایا وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ ترجمہ وہ وہی ہے جو توبہ کو قبول کرتا ہے اور برائیوں کو معاف کرتا ہے۔ اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا

دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ترجمہ مجکو پکارو میں تمکو جواب دوں گا اور جب تجھ سے پوچھیں بندے میرے مجکو تو میں نزدیک پہونچتا ہوں پکارنے کی پکار کو جو وقت مجکو پکارتا ہے تو چاہئے کہ حکم مانیں میرا اور یقین لادیں مجھ پر شاید نیک راہ پر آویں إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ترجمہ اللہ وعدے کا خلاف نہیں کرتا۔

ان سب آیتوں کے ملانے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ توبہ کرو خدا قبول کرتا ہو اور توبہ فعل ہے بندے کا اختیاری۔ اب پھر مطلب کا وہی سلسلہ اختیار کرو بہشت و دوزخ کے حالات کتنے ایسے شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے کہ گویا دونوں کو بچشم سر دکھادیا اسلام سے۔ ورنہ جیسا انجیلوں میں تو بہشت کے واسطے صرف ایک ہی لفظ تھا خدا کی بادشاہت۔ اس لفظ کے معنے اب بھی اچھی طرح میرے سمجھ میں نہیں آتے۔ دنیا میں بھی خدا ہی کی بادشاہت ہے۔ یہاں بھی اعتراض کرنے والے نہیں چوکتے۔ بڑے لفظوں میں کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے بہشت سے خدا کی تقدس کو بٹا لگتا ہے۔ کتنے مسلمان اس اعتراض کو سنکر بدعقیدت ہوگئے لیکن میں کہتا ہوں کہ پیش پریں نیست بہشت میں دنیا کے سے مزے ہونگے سو دنیا ہی کے پیدا کرنے سے خدا کی تقدس میں کونسا بٹا لگ گیا کہ بہشت کی وجہ سے لگ جائیگا یہ پھر وہی خدا کو خدائی تعلیم کرنے کی بات آئی یعنے خدا نے توالد تناسل کا جو قاعدہ ٹھہرا رکھا ہے اور جس سے ہر شخص ننگ کرتا ہے اگرچہ علے وجہ الحلال ہی کیوں نہ ہو قابل تبدیل ہے۔ قرآن جیسی کتاب فصیح و بلیغ مواعظ و حکم سے بھری ہوئی دنیا کی اصلاح کی ضامن دین کی فلاح کی متکفل موثر دلوں کو مسخر طبیعتوں کو گداز کرنیوالی۔ تسکین بخشنے والی۔ امراض روحانی سے شفا دینے والی اہل دنیا کو کتنے عنایت کی اسلام نے۔ معاشرت اور تمدن کے عمدہ ضابطے کتنے ٹھہرائے اسلام نے۔ مسلمانوں کے مسئلہ طلاق پر تو اعتراض کیا جاتا ہو اور بدون اسکے کار برآری ہو نہیں سکتی تو سول میرج کے نام سے اس کے لئے مقدمے لڑائے جاتے ہیں۔ حق شفعہ اسلام سے پیدا ہوا۔ اب کوئی قوم نہیں جسنے اسکو اختیار نہ کر لیا ہو۔ بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی شرع میں احکام ظاہر پر بڑا زور تھا حضرت عیسیٰ نے

قطع نظر کی باطن پر توجہ کی یہ خاصہ شرع محمدی ہی کا ہے کہ اس نے [illegible] و باطن
کی درستی کا بیڑا اٹھایا اور موسوی اور عیسوی شریعتوں کے نقصان کو [illegible]
ظاہر و باطن کے مجموعے پر انسان کی ہستی کا خاتمہ ہے - پس شرع محمدی [illegible] -
آخری شریعت اور جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم المرسلین ہوئے
ختم رسالت کے -

اے بھائیو! میں تمکو وصیت کرتا ہوں جو کہ حضرت ابراہیم نے اور [illegible]
حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو کی تھی -

اللہ اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون
- اللہ نے چن لیا تمہارے واسطے دین کو پس تم نہ [illegible]

مجموعہ لکچروں کا ختم ہوا

یکم نومبر ۱۸۹۰ع

احمد شاہ